Dave

سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ سلطنت رومہ

تصنیف

جے۔ بی۔ بیوری

ترجمہ

مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی

رکن سر رشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۴۸ھ م سنہ ۱۳۳۸ف م سنہ ۱۹۲۹ع

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب مسٹر جان مرے (پبلشر) کی اجازت سے
جن کو حق اشاعت حاصل ہے اُردو میں
ترجمہ کرکے طبع وشایع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین تاریخ سلطنت رومہ

تتمہ

غلط نامہ تاریخ سلطنت روما

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۵	۶	تاڑہ	تازہ
۱۸	۲	ہوسکتا	ہوسکنا
۱۹	۸	صونے	صوبے
〃	۱۵	منتخب کرتا رہا	منتخب ہونے کے
			بعدوہ آئندہ چار
〃			سال تک سواترا پنے
			آپ کو اسی عہدہ پر
۲۰	۱	مرتب	مرتبہ
〃	۱۷	سنہ ۲۳ ق م	سنہ ۲۴ ق م
۲۹	۱۹	قومیں	تو میں
۴۶	۱۷	پرانہ سالی	پیرانہ سالی
۴۷	۱	لبکر	مل کر
۶۶	۵	سنزر	سیزرلہ
۷۸	۶	اگری پاپو ستوموس	اگری پاپو ستوموس
〃	۲۰	سنہ ۱۸ ق م	سنہ ۲۴ ع
۷۹	۷	تی بر پوس	تی بر یوس
۸۱	۱۰	کاڈیوس	کلوڈیوس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۸۵	۳	ستیوسن	ستیوس
〃	〃	نولس	نوس
۱۱۴	۹	امتیازاب	امتیازات
۱۲۲	۲۲	Aguste	Agusti
۱۳۰	۱۷	یہ اعتبار	بہ اعتبار
۱۴۶	۱۰	کرہونی سوس	کرسونی سوس
۱۴۸	۱۱	آدباد	آباد
۱۴۹	۱۷	ایتھز	ایتھنز
۱۶۲	۹	زیاست	ریاست
۱۷۰	۱۷	اقتبار	اعتبار
۱۸۲	۶	نفل	نقل
۱۸۳	۵	اوسی بیس	اوسی پتیس
۱۸۴	۲۵	وزیزہ	ویزر
۱۸۹	۹	سپرسالار	سپہ سالار
۱۹۰	۷	بننگاہ	ننگاہ
〃	۱۳	برکین	برگینش
۱۹۹	۱۴	ویزروبیس	ویزورجیس

کو عام طور پر صرف اسی، ہو کہتے تھے۔

اکٹشیئم کی فتح (واقعہ ۲ ستمبر ۳۱ سنہ ق م) اور مرقس انتونی کی موت (واقعہ یکم اگست ۳۰ سنہ ق م) نے پوری سلطنت کا مالک سیزر کو بنا دیا (ہم اسے "اغسطس" کا لقب حاصل ہونے تک ابھی "سیزر" کے نام سے یاد کریں گے) تمام رومی دنیا اب اس کے قدموں کے نیچے پڑی تھی۔ اور کوئی اسکا حریف مقابل نہ تھا۔ مگر اس میں کچھ غیر معمولی اوصاف نہ تھے اور اس کی کامیابی کی اگر کوئی بڑی وجہ قرار دی جاسکتی ہے تو وہ اس کا ضبط نفس ہے جسے کسی حال میں وہ ہاتھ سے نہ دیتا تھا۔ ورنہ فن جنگ کے اعتبار سے وہ کوئی اعلیٰ سپہ سالار نہ تھا اور الی ری کم کی لڑائیوں ہی میں یہ بات ظاہر ہوگئی تھی کہ گو سیزر شجاعتِ ذاتی سے عاری نہ ہو لیکن اس کے "سپاہی" ہونے میں بھی کلام ہے! فن ملک داری میں وہ ایک لائق مدبر ضرور تھا لیکن اس میں اجتہاد و اختراع کی قابلیت نہ تھی اور اس کے مشہور ناناکی نظیر سامنے نہ ہوتی تو محال تھا کہ خود وہ کوئی دیرپا آئین سلطنت بنا جاتا۔

سیزر ٹھنڈی مٹی کا آدمی تھا اور اس میں ذرا بھی جوش و خروش نہیں پایا جاتا۔ مگر اس کی طبیعت منطقیانہ اور نہایت با اصول تھی اور وہ بات کو ہمیشہ بالکل ٹھیک ٹھیک سوچنے اور اسی طرح صحت کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ ابتدائی تربیت اگرچہ ایک حد تک نمائشی تھی مگر ہمہ گیر تھی اور یونانی ادب سے وہ عمدہ واقفیت نہ رکھتا تھا۔ انشاپردازی میں وہ اپنی تحریر کو سلیس و واضح بنانے کی کوشش کرتا اور اس میں شک نہیں کہ خود بہت باریک بیں نقاد تھا۔ اپنے زمانے کے اکثر تعلیم یافتہ افراد کی طرح وہ اوہام پرستی سے بھی بری نہ تھا۔

سیزر کے مزاج میں ہمیشہ سے سادگی تھی اور اس کا کھانا اور معاشرت کے سب لوازم سادہ ہوتے تھے۔ کنبے والوں سے اسے بہت محبت تھی اور اسی کی بدولت بعض اوقات اس نے لغزش کھائی۔ وہ بلند قامت نہ تھا گر ملنے والے پر اس کی وجاہت کا اثر پڑتا تھا اور اس کے چہرے کے خط و خال حسن تناسب کا نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ لیکن رنگ کی زردی صاف بتا دیتی تھی کہ اس کی صحت

فطرۃً کمزور ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ یہ اس کے ضبط نفس اور سادہ طرز معاشرت کا نتیجہ تھا کہ اس نے اتنی عمر پائی اور اپنے بڑھاپے تک زندہ رہا۔

(۲) سیزر کی کامیابیاں دوسروں کی اعانت کے بغیر حاصل نہ ہوئی تھیں دو ممتاز شخص جو اس کے سچے خیر خواہ تھے، خانہ جنگیوں کے زمانہ میں اول سے آخر تک برابر اس کا ساتھ دیتے اور اپنی عرق ریزی اور مشورے سے اس کی مدد کرتے رہے۔ یہ ایم اویپ سانیوس اگری پا اور سی اسلی نیوس می سناس تھے۔ اور چونکہ وہ نہ صرف سلطنت کے فتح کرنے میں بلکہ فتح کے بعد حکمرانی کرنے میں بھی سیزر کا ہاتھ بٹاتے رہے لہٰذا یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ کس وضع کے آدمی تھے دنیا کی تاریخ میں اگری پا نے جو حصہ لیا اور ایک مشہور و معروف زمانے میں عرصۂ دراز تک اس کا جو ممتاز مرتبہ رہا، اس کے لحاظ سے اگری پا کے متعلق ہماری معلومات خلاف توقع نہایت کم ہے۔ بہر حال، اتنا معلوم ہے کہ وہ نوجوانی سے سیزر کا رفیق تھا اور ہمیشہ اس کے ماتحت رہنے میں خوش رہا۔ اس کی جنگی قابلیت سیزر کے بہت کام آئی۔ خاص کر اکِ شیئم کے میدان میں اور اُن لڑائیوں میں جو سکس تو س پومپی کے ساتھ ہوئی تھیں۔

اگری پا نے سب سے پہلے پیروزیہ کے محاصرے میں نام پایا (۴۱ ق م) اور اس کے بعد رائن پار جرمنوں پر جو فتوحات حاصل کیں اُن سے اس کی سپہ سالاری کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس کی یہ ساری کامیابی اور دنیاوی ترقی سعیٔ ذاتی کا ثمرہ تھی کیونکہ اس کی پشت پناہی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ رومہ کی ایک گمنام سی برادری کا آدمی تھا اور وہاں کے خاندانی اسے "نو دولتا" سمجھتے تھے۔ غالباً اسے تعلیم و تربیت بھی اچھی نہیں ملی لیکن وہ ذوق سلیم اور خیالات بلند سے محروم نہ تھا بہت سی کارآمد عمارتیں اس کے شوق تعمیر کی یادگار تھیں اور صوبہ غالیہ (فرانس) پر اس کا یہ احسان کم نہ تھا کہ وہاں اسی نے کئی سڑکیں تیار کرائیں۔

کہتے ہیں اگری پا بھونڈی شکل کا آدمی تھا۔ چہرے پر سختی تھی اور طبیعت کا بھی اکل کھرا اور مغرور تھا۔ وہ شہرت و جاہ طلبی کے جذبے سے عاری نہ تھا مگر اس کی نظر اس سے اوپر نہ اُٹھتی تھی کہ سیزر کے تحت میں سب سے بلند رتبہ حاصل

کرلے - حالانکہ وہی ایک شخص ایسا تھا کہ اگر چاہتا تو ممکن تھا کہ اپنے آقا کا حریف غالب بن جائے -

سیزر کا دوسرا رفیق می سناس صرف اس بات میں اگری پا سے ملتا تھا کہ وہ بھی سیزر کا خالص خیر خواہ تھا ورنہ اس کی طبیعت بالکل دوسری طرح کی تھی اسے اگری پا کی طرح حکومت میں اپنے آقا کے معین وہم نشین ہونے کا ارمان نہ تھا۔ یعنی اگری پا تو سیزر کے بعد سلطنت میں دوسرا درجہ پانے کا آرزو مند تھا لیکن می سناس نے کبھی کوئی مقررہ عہدہ لینا پسند نہیں کیا۔ دوسرے اگری پا فن حرب میں کمال رکھتا تھا اور می سناس بساط امن کا رمز شناس تھا۔ اگری پا نے اپنی سپہ سالاری سے سیزر کے مقاصد میں تقویت پہنچائی تو می سناس نے سیاست دانی سے اس کی اعانت کی تھی۔ اور برن ڈوزیم اور می زنم کے دونوں معاہدے می سناس ہی کے سلیقۂ دادوستد کی یادگار مانے جائیں گے۔ پھر جب کبھی بیرونی معرکوں میں سیزر کو خود جانا پڑا تو اطالیہ کے نظم ونسق کی باگ می سناس کے ہاتھ میں رہی اور وہی حکومت ثلاثہ کے غیر حاضر رکن (یعنی سیزر) کے مقاصد واغراض کی نگہبانی کرتا رہا۔ اپنی وفات کے وقت (۸ ق م) تک می سناس سیزر کا معتمد علیہ اور اس کے ہر کام میں مشیر بلکہ روح رواں تھا اور قرینہ کہتا ہے کہ سلطنت کا نیا آئین تیار کرنے میں بھی اسے کچھ کم دخل نہ تھا۔ بایں ہمہ اس نے ہمیشہ اپنے آپ کو پس پردہ رکھا۔ سیزر پر اس کا اس درجہ اثر تھا کہ وہ اس کے ذریعے جو چاہتا کر سکتا تھا۔ لیکن اسی اقتدار پر می سناس نے قناعت کی اور عہدہ ومنصب کو سدا حقیر جانا۔ اس کی طبیعت کا اس واقعے سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس نے "طبقۂ متوسط" (Equestrian Order.) سے نکل کر "طبقۂ اعیان" (Senatorial Order) میں داخل ہونے سے بھی انکار کردیا۔ اور حق یہ ہے کہ اگر وہ رومہ کے اکثر خاندانی امیروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تو یہ کچھ بیجا بات نہ تھی کیونکہ خود وہ ایک نامی گرامی اِتـ روسکی قوم کا آدمی تھا۔

می سناس کی طرز معاشرت اور ذوق، اگری پا اور سیزر دونوں سے جداگانہ تھا۔ اس میں نہ سادگی تھی نہ گنوارپن۔ بلکہ وہ ایک مہذب عیّاش تھا اور پورے سلیقے اور ہنر کے ساتھ عیش کرتا تھا۔ اس طرز زندگی میں اگرچہ جاہ وشہرت

کے واسطے تنگ و دو کی گنجائش نہ ہو تو اس میں حیرت ہی کیا ہے۔ سعی و تلاش عیش پسندی کے مناسبات میں نہیں بلکہ معارضات میں داخل ہیں۔ بایں ہمہ جب کسی کام میں محنت و سرگرمی کی ضرورت پڑتی تو ممی ناس سے بڑھکر کوئی مستعد اور بیچین نظر نہ آتا تھا۔ البتہ آرام کے وقت اس کی تن آسانی شاید عورتوں کی نازک مزاجی سے بھی دو قدم آگے بڑھجاتی تھی۔ اس نے اپنے زمانے کی بہترین تربیت پائی تھی اور علم ادب سے خوب آگہی اور دلچسپی رکھتا تھا۔ اس نے اپنی صحبت میں جن اہل علم کو جمع کیا تھا، اُن کے بارے میں ہمیں آیندہ بھی کسی باب میں چند کلمہ لکھنے کا موقع ملے گا۔

الغرض، یہی وہ دو شخص تھے جنھوں نے سیزر کو سب سے اعلیٰ مرتبہ پانے میں مدد دی اور سیزر کے اتنی وسیع سلطنت اور اقتدار پانے کے بعد بھی بغیر کسی رشک و حسد کے اس کی مخلصانہ خدمت کرتے رہے۔ اگری پا ۳۲ ق م میں دوسری مرتبہ قنصل مقرر ہوا۔ دوسرا قنصل خود سیزر تھا مگر ان کی دوستی کو اسی سال ایک اور رشتے نے مزید تقویت پہنچائی۔ یعنی اگری پا نے سیزر کی بہن اگتاویہ کی بیٹی سے شادی کی جو اسکے پہلے شوہر مارسلوس کے بطن سے تھی۔[1]

(۳) اکٹیئم کی جنگ نے انتونی اور سیزر کے جھگڑے کا تو فیصلہ کیا ہی مگر ایک اس سے بھی بڑھکر اہم قضیہ چکا دیا۔ یعنی اسی جنگ نے مشرق و مغرب کے درمیان فیصلہ کیا۔ کیونکہ اس بات کا واقعی خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں روما کی سلطنت ایک ایشیائی طرز بادشاہی کا شکار نہ ہو جائے۔ مشرق میں انتونی کا طرز عمل، کلیوپاترا سے اس کے تعلقات سکندریہ کو شہر روما کا جواب بنانے کی تجویزیں، غرض تمام قرائن سے ظاہر ہے کہ اگر اکٹیئم کی جنگ کا نتیجہ کچھ اور ہوتا تو سلطنت روما کے ممالک میں مصر کو ایک بیجا فضیلت حاصل ہو جاتی اور عجب نہ تھا کہ یہ سلطنت ایک ایشیائی قسم کی مطلق العنان بادشاہی کی صورت اختیار کر لیتی۔ مصر کی جانب سے ان خطرات کو سیزر بھی سمجھ گیا تھا لہذا اس نے کسی آیندہ پیچیدگی کے پیش آنیکا

[1] اگتاویہ کا دوسرا شوہر انتونی تھا۔

ابھی سے سدّباب کیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مصر کی حکومت کو اب وہاں کے یونانی نژاد شاہی خاندان کے پاس رہنے دینا، خارج از بحث تھا۔ لیکن سیزر نے اسے ایک نیا صوبہ نہیں بنایا بلکہ اُس پر اس طرح قبضہ کیا گویا فاتح کی حیثیت سے کلیوپاترا اور بطلیموس سیزاریون کا جانشین خود سیزر ہے۔ کیونکہ سیزاریون کو بھی اسنے قتل کرا دیا تھا۔ بے شبہ سیزر نے مصر کی بادشاہی کا لقب اختیار نہیں کیا لیکن وہاں اپنی طرف سے ایک ناظم (پری فکٹ) مقرر کیا جس کا سیزر کی ذات خاص سے تعلق تھا اور جسکو بالکل ایک نائب شاہ (یا وایسرائے) کی حیثیت حاصل تھی۔ مزید براں سیزر نے یہ قانون بھی نافذ کر دیا کہ آیندہ میری اجازتِ خاص کے بغیر رومہ کی مجلس اعیان (یا سینیٹ) کا کوئی رکن مصر میں داخل نہ ہو۔ اور یہ اس بات کی دلیل تھی کہ سیزر ملک مصر کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتا ہے۔ مصر میں اس نے پہلا ناظم سی، کورنلیوس گالوس کو مقرر کیا جس کی مدد سے شہر سکندریہ فتح ہوا تھا۔ اور اس طرح اہل مصر کے "رومی شہری" بننے کی کوئی امید باقی نہ رہی اور وہاں کے شہر "حکومت بلدی" (لوکل سیلف گورنمنٹ) پانے سے بھی محروم رہے [1]

کلیوپاترا کی دولت سے سیزر کو بہت سے ضروری قرضے ادا کرنے کا موقع میسر آیا۔ اول تو اُس نے وہ قرضے اُتارے جو خانہ جنگیوں کے زمانے میں لئے تھے۔ پھر اسی روپے سے اس نے رومہ کے لوگوں اور فوج کے سپاہیوں کو فیاضانہ عطیات دئیے۔ اور فتح مصر کی بدولت، مغربی یورپ میں یکایک روپے کی وہ لہر بہر ہوئی کہ بہت کچھ اسی کے طفیل ان ممالک میں از سر نو آسودگی کا دَور دورہ ہو گیا۔ اور سالہا سال کے مصائب جنگ اور عسرت و پریشانی کے بعد خدا خدا کر کے لوگوں کو امن و فراغت کی صورت نظر آئی۔

ان سب باتوں کے علاوہ انہی مصری غنائم نے سیزر کو اس قابل کیا کہ وہ ایک لاکھ بیس ہزار پرانے سپاہیوں کے مطالبات پورے کرے۔ جنگ اکشیئم کے بعد ہی اُس نے تمام سپاہیوں کو جن کی میعادِ ملازمت ختم ہو گئی تھی، رخصت کر دیا تھا لیکن

[1] ملاحظہ ہو باب ہفتم، عنوان ۸

وہ انہیں کوئی انعام جس کی انہیں بہت کچھ امیدیں دلائی گئی تھیں، نہ دے سکا تھا۔ ان پرانے سپاہیوں میں سیزر کی فوج کے آدمی بھی تھے اور انتونی کی اس فوج کے سپاہی بھی جس نے اطاعت قبول کر لی تھی۔ ان لوگوں کو صاف نظر آتا تھا کہ خانہ جنگیوں کے ختم ہوتے ہی ہمیں کوئی نہ پوچھے گا۔ لہذا وہ اطالیہ پہنچتے ہی اس بات پر اڑ گئے کہ ان کے مطالبات فوراً پورے کر دئے جائیں۔ اگرپا بھی ان پرانے سپاہیوں کے ہمراہ اطالیہ آگیا تھا اور ملکی انتظامات سیزر کی طرف سے می سناس کے سپرد تھے۔ لیکن فوج والے ان دونوں کے قابو میں نہ آئے اور خود سیزر کو بلانا ضروری ہوا جو ان دنوں موسم سرما گذارنے کے لئے ساموس چلا آیا تھا۔ سال کے اُن ایام میں سمندر کا سفر پُرخطر تھا۔ سیزر کو راستے میں دو سخت طوفان جھیلنے پڑے اور انہی میں اُس کے کئی جہاز برباد ہوئے لیکن وہ بخیر و سلامت برندزیم پہنچ گیا۔ موقوف شدہ سپاہیوں میں سے بعض کو روپیہ اور بعض کو زمینیں دے کر اُس نے خوش کیا گر سب کو رضامند کرنے کے لئے اس کے پاس کافی سرمایہ نہ تھا۔ اور اسی وجہ سے بہت سے لوگوں کو صرف وعدوں پر رکھنا پڑا تھا۔ اب مصر میں کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آنے سے اس بات کا موقع ملا کہ اس بار سے بھی سبکدوشی حاصل کی جائے۔

واضح رہے کہ ان پرانے سپاہیوں میں اکثر لوگ اطالیہ کے باشندے تھے اور خود اپنے وطن میں زمین حاصل کرنی چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ اطالیہ کی عام رعایا نے بھی لڑائی میں بالعموم سیزر کا ساتھ دیا تھا لہذا اس بات کی گنجائش نہ تھی کہ اطالوی زمینداروں سے بہت سی زمینیں چھین چھین کر سپاہیوں کو دے دی جائیں۔ جیسا کہ دس برس پہلے ہوا تھا۔ پھر بھی انتونی کی فوج کے وہ سپاہی جو دس برس پہلے کے انقلاب میں راونا، بنونیا اور کابوا وغیرہ اضلاع میں بسائے گئے تھے، اور اس آخری جنگ میں بھی انتونی کا دم بھرتے تھے۔ اسی طرح زبردستی اپنی زمینوں سے خارج کر دئے گئے جس طرح زبردستی خود قابض ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے پہلے مالکان زمین سے بغیر کسی معاوضے کے زمینیں چھین لی تھیں۔ برخلاف اس کے خود انہیں، اس موقع پر معاوضے میں اطالیہ کے باہر، خاص کر مشرق، میں زمین دی گئی جہاں گذشتہ خانہ جنگی میں ضلع کے ضلع ویران ہو گئے تھے۔ بایں ہمہ، ان لوگوں سے اطالیہ کی جو اراضی لی گئیں وہ کسی طرح کافی

نہ تھیں اور سیزر کو باقی زمین قیمت دے کر خریدنی پڑی۔ چنانچہ ۳۰ء اور پھر ۱۴ء قبل مسیح میں اس کو اپنے پرانے سپاہیوں کے واسطے کم از کم ساٹھ کروڑ سسٹر شیے (تقریباً پچاس لاکھ پونڈ) اطالیہ کی زمینیں خریدنے میں صرف کرنے پڑے۔ اس طرح جو نئی آبادیاں اس موقع پر آباد ہوئی تھیں ان کی یادگاریں آجتک اطالیہ کے مختلف حصوں میں خاص کر الِستہ (یا استہ) کی نواح میں باقی ہیں۔ اور فتح مصر کے بعد انتونی کے جو سپاہی جنوبی غالیہ میں منتقل کئے گئے انہوں نے بھی وہاں جابجا اپنی بستیاں بسالی تھیں جنہیں اجس لاطینیوم" یعنی لاطینی حقوق حاصل تھے۔ اس قسم کی بستیوں کی ایک مثال نماسوس (یا موجودہ شہر نیمہ) ہے۔

اس کثرت کے ساتھ پرانے سپاہیوں کی برطرفی سے انیز لڑائیوں میں جو نقصان ہوا تھا اسے پورا کرنے کے لئے رومی جیوش کی از سر نو ترتیب ناگزیر ہو گئی تھی۔ لہٰذا ایسے دو جیوش کو جن کے سپاہیوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی ملا ملا کر ایک "دوہرا جلیش" بنانے کی تدبیر پر عمل کیا گیا اور اس قسم کے نئے جلیش کو، دوسروں سے امتیاز کرنے کے لئے، "جمینا" کا نیا لقب دیا گیا۔ چنانچہ تیرھواں جمینا چودھواں جمینا وغیرہ اسی طرح سے مرتب کئے گئے تھے۔

(۴) کلیوپاترا کی وفات (اگست ۳۰ء قبل مسیح) کے بعد ایک سال تک سیزر کا زیادہ وقت ایشیائی صوبوں اور خراج گزار ریاستوں کی تنظیم میں گزرا۔ ارض یہود (جوڈیہ) کے رئیس ہیرود کو اس کی بیش بہا خدمات کے صلے میں کچھ اور علاقہ عطا ہوا اور ایشیائے کوچک کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بعض تبدیلیاں کی گئیں[۱]۔ سیزر کی مراجعت سے پہلے روما کے لوگوں میں اس قسم کی بھی امیدیں پیدا ہو گئی تھیں کہ اس وقت سیزر اپنی فتح مندی کے جوش میں شاہان پارتھیہ سے کارہی (حاران یا کاران) کی شکست کا بدلہ لینے کے واسطے شمشیر آزمائی پر تل جائے گا۔ چنانچہ ورجیل نے اس زمانے میں ایسے مبالغہ آمیز الفاظ کے ساتھ اسے خطاب کیا ہے گویا وہ حدود ہندوستان تک ممالک ایشیا کی

---

[۱] ان تبدیلیوں کے لئے ملاحظہ ہو باب ہفتم۔ عنوان ۵۔

قسمتوں کا مختار ہے[1]۔ لیکن سیزر نے پارتھیہ کے مسئلہ کو ابھی ملتوی ہی رہنے دیا۔
۲۹ ق م کی گرمیوں میں سیزر اطالیہ واپس آیا جہاں اراکین مجلس اور عام لوگوں نے اس کا ایسے جوش کے ساتھ استقبال کیا جسے کسی طرح بناوٹی نہیں کہہ سکتے۔ خانہ جنگیوں کے ختم ہونے سے عام طور پر لوگوں کو خوشی اور اطمینان ہوا تھا اور سیزر کو وہ اپنا نجات دہندہ اور امان بخش سمجھ کر دل سے اس کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ صرف حکومت ثلاثہ کے ایک رکن اہم، امی لیوس لپی دوس کے بیٹے کی جانب سے عداوت ظاہر ہوئی اور اس نے سیزر کو واپسی کے وقت قتل کرنے کا منصوبہ باندھا۔ اس نے اس راز میں باپ کو بھی شریک نہیں کیا جو ان دنوں آرام سے سرسیائی میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا البتہ اس کی ماں جونیہ جو بروٹس کی ایک بہن تھی اس سازش میں بیٹے کی ہمراز تھی۔ لیکن می سناس کو سازش کی بروقت اطلاع مل گئی اور اس نے فوراً جونیہ اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر لیا۔ سازشی نوجوان کو اسی وقت سیزر کے پاس مشرق روانہ کر دیا گیا جہاں اسے موت کی سزا ملی۔ مگر یہ واقعہ بالکل خفیف تھا اور اس سے سیزر کی قوت و اقتدار میں کوئی فرق نہ آسکتا تھا۔

یہ سچ ہے کہ اگر قسمت انتونی کا ساتھ دیتی تو اس کو بھی رومہ کے لوگ اسی اظہار جوش و عقیدت کے ساتھ اعزاز والقاب دیتے جس طرح اب انہوں نے سیزر کو دئے۔ بایں ہمہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انتونی کی نسبت سیزر زیادہ مقبول تھا۔ اس کے اعزاز میں مجلس نے حکم جاری کیا کہ سیزر کی سالگرہ کا دن عام تعطیلات میں شمار کیا جائے پھر کچھ دن بعد اس روز دوڑیں بھی ہونے لگیں اور یہ سالگرہ خاص اہتمام کے ساتھ منائی جانے لگی۔ سیزر کا نام مذہبی گیتوں میں دیوتاؤں کے ساتھ لیا گیا اور اگر وہ اس بات کا خواہشمند ہوتا تو کیا عجب ہے کہ یہاں بھی اس کی دیوتاؤں کی سی تعظیم و تکریم کی جاتی جیسی کہ ملک مصر میں کی گئی جہاں اس نے شاہان بطلیموسیہ کی جگہ لی تھی یا جیسی کہ ایشیائے کوچک میں ہوئی جہاں وہ شاہان اطالوسیہ کا

[1] دیکھو اس کی نظم "الجوارجکس" حصہ دوم ۱۵۸

وارث بن گیا تھا۔ مگر مشرق میں "دیوتا" بن جانے کے باوجود سیزر چاہتا تھا کہ روما میں وہ "انسان" ہی رہے[۱]۔ یہاں کے "تری بیونی" اختیارات پہلے ہی اسے عمر بھر کے واسطے مل چکے تھے[۲]۔ اب ان کی تجدید اور مزید توسیع کر دی گئی نیز قرار پایا کہ ہر چوتھے سال اس کی فتح کی یادگار میں کھیل تماشوں سے تہوار منایا جائے اور لڑائی میں جو جہاز ہاتھ آئے تھے ان کے اگلے سرے اور دیگر اشیا سے جولیس دیوتا کے مندر کو زینت دی جائے۔ رومہ کے فورم (یا چوک) اور شہر برندوزیم میں بلند محرابیں بنانے کی تجویز ہوئی کہ فتحمند سیزر کی اطالیہ میں فاتحانہ مراجعت کی یادگار رہیں نیز مجلس اور عوام کی جانب سے "اور بطور خود ہر شخص نے" شکرانہ فتح میں

۱؎ کچھ عرصے بعد سیزر کی مغربی ممالک میں بھی پرستش کی جانے لگی تھی جس کا حال باب ششم، عنوان ۵ و ۶ میں آگے آتا ہے۔

۲؎ تری بیون کو جو "پوتستا" یا حاکمانہ اختیارات حاصل تھے ان میں ذیل کے خاص حقوق بھی شامل ہیں:۔ (۱) طبقۂ اعلیٰ کے حکام کے خلاف منشا بھی وہ عوام کو جمع کر سکتے اور ان کی "برادریوں" Tribes کی مجالس میں مختلف تجاویز کرا سکتے تھے (۲) اگر ان سے فریاد کی جاتی، تو وہ شہر کی آبادی سے تھوڑی دور، باہر تک (جہاں پہلے میل کے پتھر نصب تھے) عدالت کے دیگر حکام کی کارروائیاں روک سکتے تھے (۳) وہ مجلس یا حکام کے فیصلوں کے نفاذ میں بھی مداخلت کر سکتے تھے (۴) انہیں "کوئرسی شیو" کا حق حاصل تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو جو اُن کے سرکاری کاموں میں حارج ہونا چاہے یا اُن کی کسی طریق سے کوئی اہانت کرے تو وہ اسے دبا سکتے تھے اور سزا دینے کا اختیار رکھتے تھے۔

تری بیونوں کے ان اختیارات کو ایک مذہبی تقدس حاصل تھا اور ان کی ذات برگزیدہ سمجھی جاتی تھی۔ چونکہ اُن کے مقابلے میں پیش پانے کی سوائے اس کے کوئی صورت نہ تھی کہ یا تو کوئی دوسرا تری بیون مداخلت کرے اور یا "مجلس تری بیوتا" میں مرافعہ کیا جائے، لہٰذا رومی آئین کی رو سے تری بیون کا عہدہ نہایت ہی مقتدر تھا اور اسی لئے آمر سلطنت یا حکومتِ ثلاثہ کے رکن بننے کے باوجود سیزروں نے اس عہدے کو بھی حاصل کر لیا تھا کہ اُن کے اقتدار کو مزید تقویت حاصل ہو۔

دیوتاؤں کی نذر نیاز ادا کی۔

۱۳، ۱۴، اور ۱۵ اگسٹ، تین روز تک سیزر کی فتح کا جشن برپا رہا۔ جن سپاہیوں کو علیحدہ کر دیا گیا تھا وہ سب اس موقع پر رومہ آئے اور اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے جمع ہوئے کہ جشن میں شریک ہوں۔ باقی تمام فوجیں بھی جو ان فتوحات میں سیزر کے ساتھ تھیں، رومہ کے قریب مجتمع کی گئیں۔ ہر سپاہی کو ایک ہزار ستر کہ (تقریباً ۸۰ پونڈ) فتح کا انعام عطا ہوا۔ اور اہل رومہ کو بھی فی کس ۴ سو ستر کے ملے۔ جشن میں دنیا کے معلوم شدہ تینوں برّ ہائے اعظم کی فتوحات علیحدہ علیحدہ دکھائی گئیں یعنے پہلے دن یورپ کی ان فتوحات کا جشن منایا گیا۔ جو نیوٹیہ اور دلماشیہ میں، نیز غالیہ میں سی، کاری ناس کو سیزر کے مشرق میں چلے جانے کے بعد) بعض سرکش اقوام پر حاصل ہوئی تھیں۔ جنگ اکشیم یعنی ایشیائی افواج پر فتح کی خوشی منانے کے واسطے دوسرا دن مخصوص کیا گیا تھا اس میں جو غنائم ہاتھ آئے وہ غریب الی ریکم کے رئیسوں کے ساز و سامان سے کہیں زیادہ شاندار تھے۔ انہی کو دیکھکر پروپرتیوس شاعر نے "بادشاہوں کی گردنوں میں سونے کے طوق و سلاسل، اور اکشیم کے جنگی بیڑے کا بادبان اڑاتے ہوئے "وایا ساکرا" تک آنے" کا نقشہ کھینچا ہے۔ ان گرفتار بادشاہوں میں ایک تو امیسہ کا الگزندر تھا جسے لڑائی کے بعد سیزر نے معزول کیا اور دوسرا اگلاشیہ کا ایک امیر ادیا تورکس جس نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے جتنے رومی ہاتھ آئے سب کو قتل کرا ڈالا تھا۔ جلوس فتح کے بعد ان دونوں قیدیوں کو موت کی سزا دی گئی۔ لیکن ان دونوں دنوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر دھوم دھام تیسری یعنی افریقہ کی فتوحات کے دن تھی۔ کلیوپاترا تو خودکشی کرکے یہ عار اٹھانے سے بچ گئی تھی کہ جلوس فتح میں فاتح کی گاڑی سے باندھکر نکالی جائے لیکن اس کی بجائے اس کی مورت اور الگزندر و کلیوپاترا نامی اس کے دو چھوٹے بچے شاہان مصر کا زوال و خاتمہ دکھانے کے لئے موجود تھے۔ جلوس میں نیل اور مصر کے بت بھی سواری کے ساتھ نکالے گئے اور لوٹ کا بیش بہا مال اور سونے چاندی کے سکے تماشائیوں کو دکھائے گئے۔ اسی لوٹ کے طفیل اطالیہ میں روپے کی وہ کثرت ہوئی کہ سود کی شرح ۱۲ فیصدی سے گھٹ کر ۴ فیصدی رہگئی۔

فتح کے ان جلوسوں کے موقع پر سیزر نے ایک بات میں قدیم رسم سے انحراف کیا۔ وہ یہ کہ اپنے ہم عہدہ قنصل، امرا، والریوس پوتیتوس اور دیگر اراکین مجلس کو جو اس جلوس میں شریک تھے، دستور کے موافق سب سے آگے رکھنے اور شہر میں فاتح کی رہنمائی کرتے ہوئے لانے کی بجائے، جلوس میں سب سے پیچھے رکھا۔ اور یہ بدعت گویا آیندہ بادشاہی کے آثار تھے۔

جولیئس سیزر نے جن عمارات کے نقشے بنائے اور تعمیر شروع کی تھی اور جو اس کی وفات کے بعد اب تکمیل کو پہنچ گئی تھیں، انہیں، اور خود جولیئس سیزر کے مندر کو، اس کے بیٹے نے خاص عقیدت و اہتمام کے ساتھ وقف کیا اس موقع کی شان بڑھانے کے لئے جو مراسم اور کھیل تماشے ہوئے ان میں "تروے" کا کھیل بھی سرکس میکسیمس میں ہوا۔ کھیل میں امرا کے لڑکے شریک تھے اور ان کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا سردار خود سیزر کا سوتیلا بیٹا تی۔ بریوس نے دکھایا۔ فتح کی دیوی کا ایک مجسمہ ایوان مجلس میں نصب کیا گیا۔ پہلوانوں کا دنگل قائم ہوا اور اس موقع پر جو کشتیاں ہوئیں ان میں مجلس کے ایک رکن نے بھی کشتی لڑنے سے باک و لحاظ نہ کیا۔

مگر ان سب میلے تماشوں سے بڑھکر، اس رسم کے ذریعے نئے دور کا افتتاح منایا گیا کہ جانوس دیوتا کے مندر کے دروازے بند کرادئے گئے جس کا فیصلہ مجلس نے غالباً اسی سال کے شروع میں (۱۱ جنوری کو) کردیا تھا۔ خاص اس موقع کے واسطے جو رسمیں شاہ نیوما نے مقرر کی تھیں، دو صدی سے بھی زیادہ عرصے سے اُن کے منانے کی نوبت نہیں آئی تھی کیونکہ آخری مرتبہ اس مندر کے دروازے اُس وقت بند ہوے تھے جب کہ قرطاجنہ کی پہلی جنگ ختم ہوئی۔ انصاف سے پوچھئے تو رومی سلطنت کے ہر گوشے میں تو اب (سیزر کے وقت میں) بھی امن قائم نہیں ہوا تھا۔ اور ہسپانیہ کے شمال میں پہاڑی قبائل سے اور جرمانیہ کی سرحد پر لڑائی جاری تھی۔ مگر یہ معاملات بالکل خفیف بچوں کے کھیل تھے اور ان خانہ جنگیوں کے مقابلے میں، جنھوں نے بیس سال سے رومی دنیا میں تلاطم ڈال رکھا تھا، یہ لڑائیاں اور بھی بے حقیقت رہگئی تھیں

پس رومیوں کے واسطے بے شبہ ان کے مشہور "پاکس رومانا" یعنی امن وصلح کا زمانہ آگیا تھا اور یہ عین مناسب وقت بات تھی کہ اس سلطنت کے آغاز کے ساتھ جنگ کے دروازے بند کر دئے جائیں جو اس کہاوت کی بوجہ احسن مصداق تھی کہ "سلطنت عین امن ہے"۔[۱]

(۵) حکومت ثلاثہ کے رکن کی حیثیت سے جو حقوق و اختیارات سیزر کو حاصل تھے وہ غیر آئینی تھے اور اُن کی اصلیت ہی ہنگامی حقوق کی سی تھی چنانچہ قنصلوں کے معمولی "اقتدار حاکمانہ" (امپی ریوم رومی) اور بیرونی صوبوں میں غیر معمولی اختیار کے علاوہ سیزر کو وضع قوانین اور عہدہ داروں کے تقرر کا بھی اختیار دیا گیا تھا جو مقررہ آئین کی رو سے صرف مجلس عامہ (یاکومیشیا) کے کرنے کے کام تھے۔ اور جب ہر طرف امن و امان ہو گیا تو یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ اب سیزر ان اختیارات کو جو صرف ایک وقت خاص کے واسطے اسے دئے گئے تھے، واپس اہل وطن کے ہاتھ میں دے دیگا۔ لیکن یہ بات تو کسی کے خیال میں بھی نہ آتی تھی کہ پہلے سیزر سے قبل جو ملکی آئین اور طور طریق رائج تھے وہ پھر بحال کر دئے جائیں۔ کیونکہ تجربے سے ثابت ہو گیا تھا کہ مجلس میں تو طرح طرح کی خرابیاں ہیں اور وہ حکومت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور چونکہ اس کے اراکین مدت العمر کے واسطے منتخب ہوتے تھے اس لئے مجلس کے آگے ان حکام کی کچھ پیش نہ جاسکتی تھی جو صرف سال بھر کے واسطے مقرر ہوتے۔ نظر برایں اب چارۂ کار صرف یہ رہ گیا تھا کہ حکومت کی باگ شخص واحد کے حوالے کر دی جائے۔ چنانچہ پہلے سیزر کے زمانے میں تو بلاواسطہ اور اس کے متبنی سیزر کے معاملے میں حکومت ثلاثہ کے پردے میں یہی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن موخر الذکر سیزر کا منشا یہ تھا کہ اپنی حکومت کو آئینی بنیادوں پر قائم کرے اور اپنی بادشاہی کو جمہوری قوانین کے ساتھ امتزاج دے۔ اس مقصد کے لئے "آمر سلطنت" (ڈکٹیٹر) کا عہدہ موزوں نہ تھا کہ وہ صرف نازک وقت میں ضرورت خاص کے واسطے قائم ہوا

---

[۱] یہ فرانسیسی زبان میں نپولین ثالث کا مشہور مقولہ ہے۔

کرتا تھا۔ رہی حکومت ثلاثہ کی رکنیت، تو اس کی غرض یہ تھی کہ "نظام حکومت کو درست کرے" اور جب نظام حکومت درست ہوگیا تو پھر اس رکنیت کا برقرار رہنا صریحًا بے معنی تھا۔ الغرض منشائے قانون کی رُو سے مختاری کے عہدے یا حکومت ثلاثہ کو ایک مستقل حکومت کی بنیاد بنانا بالکل ناموزوں تھا اور با اصول سیزر اس قسم کا آدمی نہ تھا کہ اپنی حکومت کی آئینی شکل کو صاف و واضح کیے بغیر چھوڑ دیتا یا اصول قانون میں نقص و تضاد رہنے دیتا۔

لیکن وہ حکومت ثلاثہ کے ان اختیارات سے جو ۴۳ء ق م میں اسے قانون "ٹِکس تی تیہ" کی رُو سے ملے تھے، بلا تاخیر دست بردار نہیں ہوا بلکہ بظاہر اپنی جنگی کامیابی کے ڈیڑھ سال بعد تک حکومت ثلاثہ کا رُکن بنا رہا یا کم سے کم اس رکنیت کے اختیارات کو اس نے اپنے ہاتھوں میں رہنے دیا۔ مگر یہ صاف طور پر معلوم نہیں کہ اس عرصے میں اس نے ان غیر آئینی اختیارات کا کس حد تک استعمال کیا۔ پانچویں مرتبہ ۲۹ء میں اور پھر ۲۸ء ق م میں بھی وہ قنصلی کے عہدے پر ممتاز رہا اور قرینہ کہتا ہے کہ ان دو سال میں تا امکان وہ سب کام قنصلی اختیارات ہی سے کرتا رہا اور حکومت ثلاثہ کے حقوق سے اس نے کام نہیں لیا۔ بایں ہمہ ابھی رومہ اور اطالیہ میں بہت سے ایسے کام کرنے باقی تھے جو واقعی "نظام حکومت درست کرنے" کے تحت میں آتے تھے!

ان ایّام میں سب سے اہم دو کام یہ ہوئے کہ مجلس کی اصلاح اور طبقۂ شرفا کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ ۳۰ء ق م میں ہی ایک قانون ("لکس سینیا") کے ذریعے سیزر کو اختیار مل گیا تھا کہ وہ نئے خاندان داخل کر کے شرفا کے طبقے میں جو نمایاں کمی ہوگئی تھی اسے پورا کرے۔ اس نے سالِ آیندہ اس کی تعمیل کی۔ پھر ۲۸ء ق م میں اگری پا کے ساتھ مل کر، جو اس سال قنصلی میں سیزر کا ہم عہدہ تھا، اس نے احتساب کے فرائض انجام دئیے۔ اور نہ صرف اہل شہر کی باقاعدہ فہرست بنائی بلکہ مجلس کے نا اہل ارکین کو بھی خارج کیا اور ایک حد تک اس کے نظام کی اصلاح کی[1]

[1] ملاحظہ ہو باب سوم عنوان ۳

سیزر نے ان تمام قوانین کو بھی منسوخ کرادیا تھا جو خانہ جنگیوں کے زمانے میں نافذ کئے گئے تھے۔ لیکن اس منسوخی (۲۸ ق م) کی وسعت اور اثر کا صاف صاف اندازہ نہیں ہو سکا۔ اسی سال اس نے قدیم رواج کے مطابق اپنے ہم عہدہ اگری پا سے اپنا قنصلی عصا بدلا جو اس بات کا اعتراف تھا کہ وہ اپنے ساتھی قنصل کو مساوی مرتبہ سمجھتا ہے۔ دوسرے اس بات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جمہوریت کی قدیم آئینی رسوم کو تازہ کرنے پر آمادہ ہے۔ پھر اس نے بیرونی صوبوں کا نظم ونسق بھی مجلس کی تحویل میں دینا شروع کیا۔

۲۷ ق م میں سیزر نے ساتویں مرتبہ قنصلی کا عہدہ اختیار کیا اور اس دفعہ بھی اگری پا اس کا ساتھی (قنصل) تھا۔ معلوم ہوتا ہے جزوی طور پر تو وہ اپنے غیر معمولی اختیارات کو اس سے پہلے ہی چھوڑ چکا تھا[۱] لیکن آخر کار اب وہ وقت بھی آگیا کہ ان اختیارات سے کلی طور پر دست برداری کی جائے اگرچہ اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ تمام اختیارات ایک دوسری اور زیادہ آئینی صورت میں پھر اس کے قبضے میں آجائیں۔ بہرحال ۱۳ رجنوری کو اس نے مجلس میں حکومت ثلاثہ کے عہدے اور صوبوں کے حق فرماں روائی سے استعفیٰ پیش کیا اور تھوڑی دیر کے لئے ایک ہمعصر مصنف کا یہ قول بلفظہ درست ہو گیا کہ "جمہوریہ رومہ کی قدیم صورت پھر نظر کے سامنے آگئی"[۲]۔ اس طرح، سیزر نے یہ استحقاق تو حاصل کر لیا کہ اسے سکوں میں "اہل رومہ کی آزادی کا محافظ و حامی" تحریر کیا جائے۔ لیکن آیندہ باب میں ہم پڑھیں گے کہ کس

---

[۱] اغسطس نے اپنی "ریز جسٹی" Resgestae یا سرگزشت میں جمہوریت کے بحال کرنے کو خود ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "اپنی چھٹی اور ساتویں قنصلی میں، جب میں خانہ جنگی کی آگ فرو کر چکا اور مسلمہ طور پر ہر شے کا مالک و قابض ہو گیا، تو خود میں نے حکومت جمہوریہ کی باگ اپنے ہاتھ سے لے کر مجلس اور اہل رومہ کے سپرد کر دی" (دیکھو حاشیہ الف۔ آیندہ باب کے آخر میں)

[۲] دیون کاسیوس نے اس موقع پر جو تقریر سیزر سے منسوب کی ہے اس میں سیزر کہتا ہے کہ "میں افواج اور سب صوبے اور مالگزاری اور قوانین آپ کے حوالے کرتا ہوں" (۵۵، ۹)

سرائے میں سیزر اور اس کے مشیروں نے برائے نام جمہوریت کو بحال کرکے درحقیقت ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالی جس کے نصیب میں قریب قریب پندرہ سو برس تک قایم رہنا لکھا تھا۔

توضیحات و حواشی

سیزر کی جنگی کامیابی کے بعد اس کی قانونی حیثیت کا طے کرنا نہایت دشوار مسئلہ ہے۔ اس کے نیز اُن اختیارات کے متعلق، جو سیزر کو اطالیہ کی مراجعت سے جنوری ۲۸ق م تک حاصل رہے، ہرزوگ نے مفصل بحث کی ہے۔ ("Geschi chte Staatsvirfassumg IIP, 1309990)

اور اس زمانے کے تاریخی ماخذوں کے بیان سے پہلی نظر میں جو خیال پیدا ہوتا ہے کہ سیزر نے قانون "لکس تی تیہ" کی بنا پر جو اختیارات اسے دئے گئے تھے وہ اپنے پاس رہنے دئے، اس کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو سیزر کا یہ کام غصب وجبر پر محمول کیا جانا چاہئے تھا۔ ہرزوگ نے بجا طور پر دیون کے اس خیال کو بھی تسلیم نہیں کیا کہ سیزر نے اہل شہر کی فہرست اس حق سے مرتب کی تھی کہ "امپراطور" (Imperator) کا خطاب اُسے ورثے میں ملا تھا۔ اسی طرح سوتونیوس کے دوسرے قول کو کہ یہ کام سیزر نے ایک دوامی "حق نظم ونسق (Morum Legum que Regimen) کی بنا پر کیا جو اسے بطور خاص دیا گیا تھا، ہرزوگ صحیح نہیں مانتا۔ کیونکہ اغسطس نے اپنی تحریر "ریزجسٹی" میں خود صاف صاف بیان کیا ہے کہ اخلاق وقوانین کی نگرانی کا یہ اختیار اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ بہرحال خود ہرزوگ کی اس بارے میں یہ رائے ہے کہ ۲۹ق م میں جنگ کے بعد سیزر کے ان غیر معمولی اختیارات کی جو لکس تی تیہ کی رو سے اس کو ملے تھے، ایک نئے قانون کے ذریعے تجدید کی گئی جس میں صوبوں اور افواج پر اس کے حقوق حکمرانی کے ساتھ ضمناً محتسب کے فرائض دئے جانے کی بھی صراحت تھی۔ لیکن ان سب اختیارات کے جمع کر دئے جانے کی کافی شہادت نہیں نظر آتی اور یہ بیان خود اغسطس کے ایک قول پر مبنی ہے (ریزجسٹی ۶۷-۱۳) بہرحال کوئی نیا قانون بنا ہو یا نہیں یہ مسلم ہے کہ اس بعد کے زمانے میں اسے وہی اختیارات حاصل تھے جو ۲۹ق م میں اسے بہ حیثیت حکومت ثلاثہ کے رکن کے دئے گئے تھے۔

اب رہا احتساب کا حق، تو اس کے متعلق دیون کا تو بیان ہے کہ ۲۹ق م میں اور خود سیزر لکھتا ہے کہ ۲۸ق م میں اس حق سے اس نے کام لیا تھا۔ اس بارے میں بھی کسی

صحیح نتیجے پر پہنچنا مشکل ہے۔ ہرزوگ کے نزدیک اس نے یہ کام بحیثیت قنصل انجام نہیں دیا۔
کیونکہ فہرست مرتب کرنے میں بالعموم دو سال صرف نہیں ہوتے۔ مزید برآں اگری پا جو دیون کے
قول کے بموجب فہرست تیار کرنے میں اس کا شریک تھا، ۲۹ ق م میں قنصل نہ تھا۔ مگر اس
دشواری کو حل کرنے کی سب سے سہل صورت یہ نظر آتی ہے کہ ہم سمجھ لیں کہ دیون سے سنہ
کے بیان کرنے میں چوک ہوئی اور فہرست کی ترتیب اور مجلس کی اصلاح کا کام ۲۸ ق م
میں قنصلوں نے بہ حیثیت محتسب انجام دیا کیونکہ قدیم جمہوریت میں احتساب کا کام بھی
قنصلی کے فرائض کا جزو ہوتا تھا۔

باب دوم

منصب "صدارت" (پرنسی پیٹ)

ذیلی عنوان (۱) اغسطس کا نیا آئین حکومت۔ اس کی ابتدائی اور آخری صورت (۲) لقب صدر (یا پرنسپس کے معنی (۳) صدارت کی آئینی توجیہ۔ مذہبی تقدس۔ جانشین کا نامزد نہ ہو سکنا۔ صدارت کا موروثی نہ ہونا بلکہ انتخابی عہدہ ہونا۔ انتخاب کا طریقہ (۴) اعزازی القاب۔ صدر کے ہاتھ میں نہ قنصلی اختیارات ہوتے تھے نہ احتسابی (۵) بادشاہی القاب کا طرز امپراطور، سیزر، اغسطس (۶) صدر کے مخصوص حقوق اور امتیازی نشانات سیزر کے احباب اور رفقا

(۱) حکومت ثلاثہ کی رکنیت اور قنصلی اختیارات سے جو ۴۳ ق م میں اسے ملے تھے دست بردار ہونے کے بعد سیزر کو جس کار اہم کی انجام دہی کرنی تھی وہ یہ تھا کہ جمہوری حکومت کو بحال کرلے کے باوجود اس کا تمام نظم ونسق شخص واحد کے ہاتھ میں رہے اور اس بادشاہی کو جو اسے حاصل ہو گئی تھی آئین وقوانین کا برقعہ پہنا دیا جائے۔ بالفاظ دیگر وہ بغیر "بادشاہ" ہوئے رومیولس ثانی بن جائے۔ یہاں یہ وضاحت کردینی چاہئے کہ مذکورۂ بالا دست برداری سے اس کے منصب تری بیونی میں (جو ۳۶ ق م میں اسے عمر بھر کے واسطے دیا گیا) کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

شہر روما کے سمبت کے حساب سے سات سو ستائیس سال کی ۱۶ جنوری کو، یعنی سیزر کے اپنے غیر معمولی اختیارات سے مستعفی ہونے کے تین دن بعد، سلطنت روما کا باقاعدہ افتتاح ہو گیا۔ اسی دن مناتیوس پلان کوس نے مجلس میں تحریک کی کہ ملک کی جو خدمات سیزر نے انجام دی ہیں، ان کے صلے میں اس کے نام کے ساتھ اغسطس Augustus کا لفظ بڑھا دیا جائے۔ اس لقب سے کسی قسم کے سیاسی اختیارات اسے حاصل نہیں ہوئے لیکن شاید اس سے بڑھکر کسی لفظ نے اس کی بادشاہی کو ممتاز و نمایاں نہیں کیا۔ اس لفظ میں مذہبی برگزیدگی کا کنایہ بھی مضمر تھا اور اگر جولیس کے مرنے کے بعد دیوتا بنانے کی پوجا کی گئی تو اب اس نئے لقب نے اس کے فرزند کے سر پر بھی تقدس کا تاج رکھدیا اور

آیندہ ہم اسے اسی لقب اغسطس سے یاد کریں گے۔ مگر عملاً وہ حق جس پر اس کی بادشاہی مبنی تھی "پروقنصلی امارت" Imperium Proconsulare تھی جو دس برس کے واسطے اغسطس کو ملی یا کہنا چاہئے کہ اب اس کی تجدید ہوئی[1]۔ اور اس وہ سالہ مدت کی بھی آیندہ توسیع ہو سکتی تھی۔ یہ حقِ امارت اسی قسم کا تھا جیسا کہ پومپیئوس کو پہلے گابینی اور مانی لی قوانین کی رو سے مل چکا تھا۔ اس امارت کو پانے والا امپراطور Impertor جمہوریہ رومہ کی برّی اور بحری افواج کا بلا شرکت سپہ سالار ہوتا تھا اور اس کے زیر حکومت "صوبے" (یا علاقے) آئیں سرحد کے تمام بڑے صوبے داخل ہوتے تھے۔ لیکن یہ امارت اصولاً جنگی نوعیت رکھتی تھی اور اطالیہ اور رومہ کو ان کی حدود سے خارج رکھا گیا تھا۔ لہٰذا فقط امارت سے ایسی فرمان روائی کی تکمیل نہ ہو سکتی تھی جو مطلق شاہانہ حکومت کی مرادف ہو مگر ظاہر میں جمہوری آئین کو دھوکے کی ٹٹی بنائے رکھے۔ پس اغسطس کا منشا یہ تھا کہ اس امارت کے ساتھ رومہ کے اعلیٰ حکام کے اختیارات بھی شامل کر دئے جائیں اور اختیارات کو اس طرح جمع کرنا ہی اس کے نئے نظام حکومت کی امتیازی خصوصیت ہے اس کی پہلی تدبیر یہ تھی کہ اس امارت (امپیریوم) کو عہدۂ قنصلی کے ساتھ جمع کر دیا جائے[2]۔ چنانچہ ۲۷ء ق م میں قنصل منتخب کراتا رہا۔ اور اس طرح نہ صرف رومہ و اطالیہ میں اس کا مرتبۂ حکمرانی معین رہا بلکہ بیرونی صوبوں میں بھی اسی عہدے کی بدولت اس کا اثر قائم ہو گیا کیونکہ اگر اس کے پاس محض پروقنصلی اختیارات ہوتے تو خواہ اس کا "صوبہ" دوسرے پروقنصلوں سے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، قانونی اعتبار سے وہ اور صوبوں کے

---

[1] دیکھو حاشیہ ب۔ باب کے آخر میں۔

[2] یہ ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں کہ آیا مذکورۂ بالا امارت کی اسی دن تجدید ہو گئی تھی جس دن اس نے جمہوریت کو بحال کیا (۱۳ جنوری) یا اس کے تین دن بعد ۱۶ جنوری کو ہوئی جب کہ اسے اغسطس کا لقب دیا گیا، اوید نے فاستی (حصۂ اول ۵۸۹) میں ان سب واقعات کا ایک ہی دن میں ہونا تحریر کیا ہے۔

دوسرے والی (یا پرو قنصل) مساوی مرتب رکھتے تھے، بایں ہمہ تجربے سے معلوم ہوا کہ مذکورۂ بالا تدبیر میں بھی کئی نقص تھے۔ اول تو یہ کہ اس کا ایک اور ہم عہدہ قنصل ہر سال منتخب ہوتا تھا جس کے قانونی اختیارات بالکل مساوی تھے اور ملک کے اعلیٰ فرماں روا کے ساتھ یہ مساوات سراسر ناموزوں تھی، مزید براں اگر ہمیشہ صرف ایک قنصل منتخب ہوتا رہے تو اس کے معنی یہ تھے کہ عہدۂ قنصلی کو حاصل کرنے والوں کی تعداد بہت کم رہ جائے۔ اور اس صورت میں ان مناصب کے واسطے بھی، جو صرف قنصلی مرتبے کے لوگوں کے لئے مخصوص تھے، امیدوار کم رہ جاتے تھے پھر یہ کہ قنصل بھی ایک اعتبار سے مجلس کے نائب ہوتے تھے اور اغسطس جمہوریت کی گود میں پلا اور جمہور کا نائب کہلانا ہی قابل ترجیح سمجھتا ہوگا۔ نظر بریں تری بیونوں کیطرف اس کا خیال گیا جو خاص جمہور کے عہدہ دار تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ غیر مصافی معاملات میں جب اپنے سارے اقتدار کی بنیاد دو قنصلوں میں سے ایک قنصل کے اختیارات پر رکھنی مناسب نہ تھی تو یہ کسی طرح بھی مناسب نہ تھا کہ اس اقتدار کو دس تری بیونوں میں سے کسی ایک تریبون کے اختیارات پر مبنی کر دیا جائے پس اغسطس نے خود اپنی "قوتِ تری بیونی" Potestas Tribunicia کا سہارا لیا جس کو اب تک اس نے ہاتھ سے نہ دیا اگرچہ معلوم ہوتا ہے اس قوت سے اس نے کام بہت کم لیا تھا۔

غرض سنہ ۲۳ ق م میں پہلی تدبیر جسے تجربۃً اختیار کیا تھا، چھوڑ کر اس نے عہدۂ قنصلی کی بجائے "قوت تری بیونی" کو اپنی حکومت کا دوسرا ستون قرار دیا اور قنصلی کے عہدے سے سنہ مذکور کی ۲۶ جنوری کو مستعفی ہو گیا تری بیونی اختیارات اس کو عمر بھر کے واسطے تفویض ہو گئے تھے مگر اب اس نے انھیں دائمی ہونے کے ساتھ سالانہ کر دیا اور اسی سنہ کو اپنی حکومت کا پہلا سال مقرر کیا۔ اس طرح، اگر جزئیات پر نظر رکھئے تو کہہ سکتے ہیں کہ رومی سلطنت یا بادشاہی کا آغاز سنہ ۲۳ ق م میں ہوا کیونکہ اس میں شک نہیں کہ یہی سال ہے جس میں اغسطس کے نظام حکومت نے اپنی آخری شکل اختیار کی۔ وہ اب تک گیارہ دفعہ قنصل منتخب ہوا تھا مگر اس کے بعد عمر بھر میں صرف دو مرتبہ اس عہدے پر مامور ہوا (سنہ ۵ و سنہ ۲ ق م) اور گو اس کے

بعض جانشین بھی بالعموم کئی کئی دفعہ قنصل منتخب ہوئے لیکن درحقیقت اس سے ان کے ہم عہدہ قنصل کی عزت افزائی تو ہو جاتی تھی ورنہ خود ان بادشاہوں کے واسطے عہدۂ قنصلی چنداں ضروری نہ رہا تھا۔

لیکن "قوت تری بیونی" ان قنصلی اختیارات کا جن سے اغسطس دستبردار ہوا، نورا بدل نہ ہو سکتی تھی لہذا ۲۳ سنہ ق م اور آیندہ سنین میں اسے قوانین خاص بنا بنا کر بہت سے امتیازات اور حقوق دئے گئے۔ مثلاً اسے یہ حق دیا گیا کہ جب چاہے مجلس کا انعقاد کرے[1]۔ اور اس کے جلسوں میں پہلی تجویز بھی وہی پیش کرے۔ پھر اس کی "پرو قنصلی امارت" کو قانوناً دوسرے پرو قنصلوں سے "افضل" Maius قرار دیا گیا۔ رومہ میں اسے بارہ عصابردار اور قنصلوں کے بیچ میں نشست رکھنے کا حق ملا (۱۹ سنہ ق م) اور اس طرح اعزاز ظاہری کے اعتبار سے وہ قنصلوں کے برابر ہو گیا۔ دوسرے غالباً اسے "جس ادی سندی" Jus Edicend یعنی عدالتی احکام جاری کرنے کا بھی حق حاصل ہو گیا[2]۔ پھر ان تمام حقوق کو جو علیحدہ علیحدہ قوانین کی رو سے اغسطس کو دئے گئے تھے۔ ایک قانون کی صورت میں یکجا مرتب کر لیا گیا جس کے ذریعے مجلس اور جمہوریہ سب امتیازات آیندہ بادشاہوں کو دیتے رہے۔ اس طرح رومہ کے آیندہ بادشاہوں کے مرتبۂ شاہی کی تین آئینی بنیادیں ہو گئیں۔ اول پرو قنصلی امارت، دوسرے، تری بیونی قوت تیسرے انھیں مخصوص امتیازات سے ممتاز کرنے کا ایک خاص قانون۔

(۲) امپراطور کے لقب سے محض صوبوں کی امارت اور فوجی اختیارات ظاہر ہوتے تھے۔ مگر وہ جامع لفظ، جو ملک کے اعلیٰ حاکم ہونے کے اعتبار سے اس کے تمام اختیارات کو ظاہر کر سکتا تھا، یعنی "رکس" Rex یا بادشاہ، کسی حال میں اغسطس کو اختیار کرنا منظور نہ تھا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے جمہوریت کی وہ نقاب، جو موجودہ اقتدار قائم رکھنے کے واسطے ناگزیر تھی، چہرے سے اتر جاتی۔ اسی لئے اغسطس نے اپنے

---

[1] مگر ممکن ہے کہ یہ حق اسے تری بیونی قوت کی بنا پر حاصل ہوا ہو۔

[2] غالباً ۱۹ سنہ ق م میں۔ (ہرزوگ)

نظام حکومت میں گر یہ رکھا تھا کہ بادشاہ ایک عامل (یا مجسٹریٹ) ہو، بادشاہ نہ ہو بایں ہمہ ایسے لفظ کی ضرورت باقی تھی جو بادشاہی اقتدار کے کسی خاص پہلو کو نمایاں کئے بغیر، رومی جمہوریت میں اس کے سب سے اعلیٰ اختیارات کو ظاہر کر سکے۔ اس کام کے واسطے اغسطس نے "پرنسپس" Princeps یعنی صدر کا لفظ انتخاب کیا[1]۔ اس کے معنی "ملک کا اول شہری" Princeps Civitatis تھے اور اغسطس کے نظام حکومت کی تہ میں جو اصول مضمر تھا اسکے عین مناسب، اس لفظ سے برابری اور برتری دونوں کے معنی نکلتے تھے۔ مگر اس سے کسی خاص کام یا اختیار کا پتہ نہیں چلتا تھا بلکہ یہ محض ایک تعظیمی لقب تھا اس جگہ مجلس اعیان کے "صدر رکن" Princeps Senatus اور اس صدر کے فرق کو احتیاط سے ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اراکین مجلس کی فہرست میں جس رکن کا نام سب سے اول ہوتا تھا اور جس کو سب سے پہلے اپنی رائے دینے کا حق حاصل تھا، وہ بھی "پرنسپس سناتوس" یا "صدر رکن مجلس" کہلاتا تھا اور خود اغسطس کو یہ اعزاز ۲۸ سنہ ق م میں مل چکا تھا۔ لیکن جب خود وہ یا دوسرے لوگ محض "صدر" کا لفظ استعمال کریں تو وہاں مجلسی صدر نہیں بلکہ رومی شہریوں کا صدر مراد ہے۔ اسی لقب کی بنا پر اغسطس کی بنائی ہوئی سلطنت کو اکثر صدارت (پرنسی پیٹ) کہتے ہیں تاکہ اس میں اور اسی حکومت کی مابعد ارتقائی صورت میں جبکہ وہ خالص مطلق العنان بادشاہی بن گئی[2]۔ امتیاز رہے۔

عـ۱ ملاحظہ ہو ہوریس۔ "اوڈز" حصہ اول-۲-۵۰ مشرقی ممالک میں پرنسپس کا ترجمہ لفظ سیزر یا قیصر سے کیا گیا تھا۔ لیکن عام طور پر ان بادشاہوں کو "باسی لیوز" کہتے تھے اور یہ لقب آخر میں صرف قیاصرۂ روم و اکاسرۂ عجم کے واسطے مخصوص ہو گیا تھا۔ یونانیوں نے "اوگس توس" کو بگاڑ کر اپنی زبان میں "ای باس توس" کر لیا تھا۔ ۱۲ (عربی فارسی کی قدیم تاریخوں میں اسے عام طور پر "اغسطس" لکھا ہے۔ مترجم)

عـ۲ اووِڈ نے ایک مشہور شعر میں (فاستی-۲-۱۴۲) "پرنسپس" اور "رکس" میں امتیاز کیا اور اغسطس کو "دومی نوس" (یعنی مالک یا آقا) کے لفظ سے خطاب کیا ہے مگر اغسطس اس کو بھی ناپسند کرتا تھا۔ پرنسپس کے لقب کے بارے میں باب کے آخر میں ملاحظہ ہو حاشیہ (ج)۔

کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ یہ صدارت خالص بادشاہی نہیں بلکہ صرف بادشاہی کی ایک خاص منزل ہے، اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اغسطس نے صرف صدارت قائم کی تھی اور بادشاہی کا اصلی بانی جولیس تھا۔

(۳) آئین کے نظری اصول کی رو سے ملک کی حکومت ابھی تک مجلس اور جمہور کے ہاتھ میں تھی اور ان کی طرف سے صدر اس حکومت کا نگران کار یا عامل تھا۔ یعنی جمہور نے اپنے بہت سے اختیارات شخص واحد کے تفویض کر دئے تھے تاکہ وہ ان کے نائب کی حیثیت سے مجلس کے ساتھ ملکر حکومت کے فرائض انجام دے بے شبہ آئین جمہوری کی یہ ظاہری مراسم اور بادشاہوں کی عاملانہ حیثیت کچھ عرصے بعد غائب ہو گئیں لیکن اول اول انھیں واضح کر کے ان کی بڑے اہتمام سے پابندی کیجاتی تھی۔ مجلس کے کچھ نہ کچھ حقیقی اختیارات باقی تھے۔ عام شہریوں کی باقاعدہ مجلسیں بھی منعقد ہوتی تھیں۔ قدیم دستور کے مطابق قنصل، پریتور، تری بیون وغیرہ سبھی حکام کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ غرض صدارت، رسمی طور پر بادشاہی نہ تھی۔ بلکہ اُسے، جیساکہ جرمن مصنفین لکھتے ہیں، "اثنویت" (ڈائی آرکی)، یا دوعملی کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ کیونکہ اس میں مجلس اور صدر دونوں ملکر حکومت کرتے تھے۔ مگر یہ شرکت برابر کی نہ تھی بلکہ تمام افواج کے سپہ سالار ہونے کے باعث اصلی قوت، ان نئے بادشاہوں ہی کے ہاتھ میں رہی۔ اور رومی آئین کی تاریخ کا سب سے اہم موضوع یہی ہے کہ آئندہ تین صدی میں کس طرح مجلس کی قوت کے زوال کے ساتھ ساتھ صدر کے اقتدار میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ آخر میں وہ مطلق العنان بادشاہ بنگیا۔ اور جب یہ نوبت پہنچ جائے تو اس کے بعد رومی سلطنت یا بادشاہی کو لفظ صدارت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

صدر محض ایک سرکاری عہدہ دار یا عامل (مجسٹریٹ) تھا۔ اسے جمہور کی طرف سے اختیارات تفویض کئے گئے تھے اور اس کا عہدہ جمہور کے حق فرمانروائی پر مبنی تھا۔ ملک کے دوسرے باشندوں کی مثل وہ قوانین کا پابند ہوتا تھا اور خاص اغراض کے واسطے کسی قانون سے استثنا کی ضرورت ہوتی تو اسے یہ استثناء مجلس سے حاصل کرنا پڑتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اس پر کوئی فوجداری مقدمہ دائر نہ ہوسکتا

تھا۔ لیکن یہ اس کے لئے کوئی مخصوص رعایت نہ تھی بلکہ یہ استثنا محض اس عام قاعدے کے تحت میں آجاتا تھا کہ کسی عہدہ دار سے جب تک وہ اپنے عہدے پر فائز ہے۔ سوائے بالادست عہدہ دار کے اکوئی دوسرا شخص باز پرس نہیں کر سکتا۔ پس صدر جس کا عہدہ عمر بھر کے واسطے ہوتا تھا اور جس کا کوئی بالادست نہ تھا' لازمی طور پر قانونی دار وگیر کے دائرے سے باہر تھا۔ تاہم' اگر وہ اپنے عہدے سے معزول یا دست بردار ہو جائے تو اس پر فوجداری عدالت میں نالش اور تحقیقات کیجا سکتی تھی۔ اور رومی قوانین میں مُردوں پر بھی دعوی کرنا جائز تھا لہٰذا بارہا ایسا ہوا کہ کسی صدر کے الزامات کی اس کی وفات کے بعد مجلس میں سماعت و تحقیقات کی گئی اور اس کو بُرے الفاظ میں یاد کرنے کا فیصلہ صادر ہوا یا اس کے احکام و فرامین کی تنسیخ کر دی گئی۔ لیکن وہ صدر جس کے خلاف کوئی فیصلہ صادر نہ ہوتا تھا اور ان کے احکام جائز تسلیم کرلئے جاتے تھے' دیوتاؤں کا مرتبہ حاصل کر لیتے تھے۔

وفات کے بعد پرستش کا یہ استحقاق' عہدۂ صدارت کی ایک پر معنی خصوصیت ہے جو کہ جولیس سیزر کی نظیر لے کے قائم کی گئی تھی۔ جولیس نے زندگی میں اپنی پوجا کو جائز رکھا تھا اور گو اس کی پرستش کے واسطے کوئی علیحدہ عمارت نہیں معیّن ہوئی لیکن اس کی مُورت کو دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ مندروں میں رکھدیا گیا تھا اور اس کی پوجا کرانے کے واسطے ایک خاص پروہت بھی مقرر تھا۔ جب جولیس مرا تو مجلس اور باشندگان رُومہ نے بالاتفاق حکم نافذ کیا کہ اسے ڈی ووس جولیوس کے لقب سے اہل رُومہ کے دیوتاؤں میں شمار کیا جائے۔ مگر اس کے متبنی کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اپنی زندگی میں اپنی پوجا کرانی قبول کرتا[1] لہٰذا اس نے "اغسطس" کے لقب پر' جس میں مذہبی تقدس کا اشارہ تھا' اور دیوتا کے فرزند Dies Imperii رہنے پر

[1] رومہ کے گلی کوچوں کی قربان گاہوں پر اغسطس کی روح Genius Augusti پوجی جاتی تھی اور اسے بزرگوں کی ارواح Lares کے ساتھ مانا جاتا تھا۔ (دیکھو ہوریس۔ اوڈز حصۂ چہارم۔ ۵ - ۳۴) مذہبی گیتوں میں اس کا نام لئے جانے کا پہلے باب میں ذکر گزر چکا ہے اور ہمعصر شعرا اسے دیوتا کہنے میں بھی چنداں باک نہ کرتے تھے۔

قناعت کی۔ البتہ مرنے کے بعد اسے بھی رومیولس کی طرح دیوتاؤں کے ربّانی زمرے میں شریک کرلیا گیا۔ اور زندگی میں اپنے آپ کو اسی بادشاہ کا مثیل ثابت کرنے کا اسے شوق بھی تھا۔ یہاں دیکھنے کے لائق یہ بات ہے کہ اغسطس نے اپنے نانا کے بڑے بڑے منصوبوں کو، اس معاملے میں اور نیز دیگر امور میں کس طرح معتدل کردیا۔ مثالاً جولیس سیزر بغیر کسی پردے کے بادشاہی قائم کردیتا۔ مگر اغسطس نے "ارکس" کی بجائے "پرنسپس" کا لقب اختیار کیا۔ جولیس سیزر اپنی زندگی میں دیوتا بن گیا تھا۔ مگر اغسطس جیتے جی دیوتا کا بیٹا رہا اور مرنے کے بعد جاکر دیوتا ہوا۔

ایک اہم معاملے میں صدارت کے عہدے میں دوسرے عہدوں سے فرق تھا۔ وہ یہ کہ صدر کے جانشین نامزد کرنے کی کوئی گنجایش نہ تھی یعنی جب تک عہدہ صدارت خالی نہ ہو جائے کوئی شخص اس عہدے کے لئے نامزد یا ولی عہد مقرر نہ ہو سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک بادشاہ کی وفات کے ساتھ سلطنت یا بادشاہی ختم ہو جاتی تھی اور جب تک اس کے جانشین کا از سرِ نو انتخاب عمل میں نہ آئے اسوقت تک جمہوریہ رومہ مجلس اور جمہور کے ہاتھ میں رہتی تھی اور انتظامی کام قنصلوں کے تفویض ہو جاتے۔ گویا اس اصول پر کہ "شاہ مرد۔ شاہ زندہ باد" عملدرآمد کی رومی سلطنت میں گنجایش نہ تھی۔

عہدہ ہونے کے لحاظ سے صدارت موروثی نہ تھی بلکہ انتخابی عہدہ تھی اور ملک کے اصلی فرماں روا یعنی جمہور جس شخص کو چاہیں اس عہدے سے سرفراز کر سکتے تھے۔ بلکہ دوسرے عہدوں کے انتخاب میں تو عورتوں اور بچوں کو رائے دینے کا حق نہ تھا مگر صدارت کے انتخاب میں وہ بھی رائے دینے کے حق سے محروم نہیں کئے گئے تھے۔ انتخاب صدارت کی تکمیل دو بلکہ تین احکام کے بغیر نہ ہوتی تھی۔ یعنی اول تو اسے "پروقنصلی امارت" اور اسی کے ساتھ "اغسطس" کا لقب دیا جاتا تھا۔ پھر "تری بیونی" اختیارات اور آخر میں وہ خاص حقوق و امتیازات جن کی ایک خاص قانون فرماں روائی De Imperio میں صراحت تھی۔ مگر یہ بات بخوبی ذہن نشین رہنی چاہئیے کہ صدر کی قوت کا اصلی انحصار اسی "امارت" پر تھا جس کے ذریعے وہ ملک کی تمام افواج کا واحد سپہ سالار ہوتا تھا۔ اسی امارت کا

حصول حقیقت میں اس کی بادشاہی کا مرادف تھا۔ باقی تری بیونی اختیارات کو کامل اقتدار حاصل ہو جانے کا نتیجہ سمجھنا چاہیے ورنہ وہ بذات خود کامل اقتدار نہ تھے بہ الفاظ دیگر، جس دن کسی شخص کو امارت ملی Divi Filius یعنی یوم امارت سمجھنا چاہیئے کہ اسی دن ایک نئی حکومت کا آغاز ہوگیا۔

یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ صدر کو پروقنصلی اختیار ملنے کی کیا صورت ہوتی تھی۔ اصولاً تو اسے یہ اختیارات جمہور کی طرف سے حاصل ہوتے تھے لیکن انھیں دینے کے واسطے کبھی جمہور کا کوئی جلسہ یا باقاعدہ مجلس منعقد نہ ہوتی بلکہ ہمیشہ مجلس اعیان (سینٹ) ان اختیارات کو تفویض کر دیتی اور مان لیا جاتا تھا کہ یہ کام وہ جمہور کی نائب بن کر انجام دے رہی ہے[1]۔ سپاہیوں نے جس وقت بطور خود پہلی مرتبہ امپراطور (یا امیر) کا لقب دیا تھا، تو جب تک مجلس نے اس کی تصدیق و توثیق نہ کی، سپاہیوں کا نام بردہ محض غاصب رہا۔ حالانکہ سچ پوچھیے تو اس لقب کے واسطے سپاہیوں کی رضامندی ہی سب سے ضروری شے تھی اور اگر مجلس کسی کو امپراطور بنا دیتی تو گو وہ قانوناً درست ہوتا، لیکن جب تک سپاہی اسے منظور نہ کرتے اس وقت تک اس کی امارت قائم رہنے کی کوئی امید نہ ہوسکتی تھی بہر حال، صدارت کے نئے عہدے نے اس قضیئے کا خاتمہ کر دیا اور مجلس اور اہل فوج دونوں میں حاکم تسلیم کئے جانے کے بعد صدر کی پروقنصلی امارت اغسطس کے بعد دوامی ہوگئی اور پھر اس میں سالانہ میعاد کا بھی کوئی جھگڑا نہیں رہا۔

اس امارت کے برخلاف تری بیونی قوت جمہور کے جلسۂ عام (کومیشیا) میں دیجاتی تھی۔ از روئے قانون تو اس کام کی دو قانونی شرطیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ جو اختیارات دئے جائیں ان کی تصریح کے واسطے علیحدہ قانون مرتب کیا جائے اور دوسرے اس شخص کا باقاعدہ انتخاب ہو جسے یہ اختیارات دئے جانے والے ہیں لیکن اب ان دونوں کو ملا دیا گیا تھا اور کوئی اعلیٰ عہدہ دار (غالباً ایک قنصل) جمہور کے جلسہ میں درخواست پیش کرتا جس میں امیدوار کا نام اور اختیارات کی صراحت

---

[1] ملاحظہ ہو حاشیہ باب کے اخیر میں۔

دونوں باتیں یکجا ہوتی تھیں - پھر یہ تجویز از روے ضابطہ پہلے مجلس اعیان سنٹ کے پاس بھیجی جاتی اور اس کی منظوری اور جمہور کی منظوری کے درمیان لازمی طور پر کچھ وقفہ رکھا جاتا تھا جسے "تری نوم نندی نوم" کہتے تھے، چنانچہ صدارت کے ابتدائی زمانے میں جب تک ان ضوابط کی رسمی پابندی ہوتی رہی، اس وقت تک صدر کو تری بیونی قوت، امارت حاصل ہونے کے کچھ عرصے بعد ملتی تھی - یہ "تری بیونی قوت" ہمیشہ کے واسطے مل جاتی تھی لیکن رسمی طور پر اس کو ہر سال از سر نو اختیار کیا جاتا[1] اور اسی لئے صدر، اسی تری بیونی کے سنین سے اپنے سنین حکومت کا حساب کرتے تھے

لیکن بادشاہی کے اس طرح انتخابی ہونے کے باوجود حقیقت میں نئے صدر کا انتخاب صرف اس وقت مجلس یا فوج والوں کے ہاتھ میں ہوتا تھا جب کہ ملک میں کوئی انقلاب برپا ہو جائے ورنہ اس کے زمانے میں یہ بادشاہ خود ہی اپنا جانشین پسند کر لیتے تھے اور جن کو پسند کرتے انھیں اپنی زندگی ہی میں بعض شاہانہ اختیارات یا فرائض تفویض کرا دیتے تھے - یہ قدرتی بات تھی کہ ہر بادشاہ اس بات کی کوشش کرے کہ آیندہ حکومت اسی کے گھرانے میں رہے چنانچہ اگر کسی کا بیٹا موجود ہوتا تو وہ لازمی طور پر اسے اپنا جانشین تجویز کر لیتا اور اگر بیٹی ہوتی تو اس کے شوہر یا اولاد کو پسند کرتا تھا - اگر کسی کے بیٹا ہوا نہ بیٹی تو وہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو گود لے لیتا تھا - غرض کہنے کو تو بادشاہی ہمیشہ انتخابی رہی لیکن عملاً وہ موروثی بنتی گئی اور اس بات کو عام طور پر تسلیم کیا جانے لگا کہ بادشاہ کی قرابت کی بنا پر اس کی جانشینی کا دعویٰ کرنا معقول بات ہے - قرابت کے استحقاق کا یہ عنصر ابتدا سے موجود تھا کیونکہ صدارت یا سلطنت کے بانی نے سیاسی دنیا میں سب سے اول جو رتبہ پایا اس کا سبب ہی یہ تھا کہ وہ جولیس کا متبنیٰ اور وارث ہے - چنانچہ آیندہ کے لئے بھی اغسطس

[1] جمہوریہ کا تری بیونی سال ۱۰ ار دسمبر سے شروع ہوتا تھا مگر شاہان رومہ کی تری بیونی کا سال پہلی صدی عیسوی کے اخیر تک اس دن سے شروع کرتے تھے جس دن کہ تری بیونی اختیارات انھیں دئے جائیں - البتہ پہلی صدی کے بعد جمہوریہ کے دستور کے مطابق عملدرآمد ہونے لگا - لیکن تاریخوں کا معمولی حساب فصلی سال (یعنی پہلی جنوری) سے کیا جاتا تھا اور اس میں ایسی سہولت تھی کہ عام طور پر لوگ اسی طریقہ کو استعمال کرتے رہے

باقاعدہ خاندان شاہی کی بنیاد ڈالنے پر ایسا تلا ہوا تھا اور اس بارے میں اس قدر کوشاں رہا کہ اور کوئی نہ رہا ہوگا۔

(۱۴) امارت دنزی ہوئی اختیارات کے ساتھ اغسطس نے اور بھی بعض حقوق والقاب اختیار کرلئے تھے مگر نظام سلطنت کے آئین میں ان کی کوئی خاص جگہ نہ تھی۔ مثلاً اُسے "مجلس اعیان، طبقۂ متوسط اور عوام" کی جانب سے "پلے تر پلے تری آی" (یعنی ابوالوطن) کا خطاب ملا (۲ سنہ ق م) بعد کے بادشاہ بھی برابر اسے حاصل کرتے رہے[1]۔ یا یہ کہ ۱۲ سنہ ق م (۶ ر ماہ مارچ) میں لوگوں نے اسے پوَن تی فِکس ماکسی مس (یعنی صدر مُوبد یا بڑا پروہت) منتخب کیا کیونکہ لیپی دوس جو حکومت ثلاثہ سے علحدہ کئے جانے کے بعد بھی اس عہدے پر مامور تھا، ان دنوں فوت ہوگیا تھا۔ مگر اس مذہبی عہدے کے اغسطس کو ملنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر وہ ہمیشہ کے لئے اس کے جانشین بادشاہوں کے القاب خاص میں شامل ہوگیا۔ اس کے علاوہ اغسطس دیگر مذہبی جماعتوں میں شریک تھا اور "سپ تم ویر"، "اکوِین ویسم ویر" (یعنی "ہفت پیشوا" اور "پانزدہ محافظین") کے معزز گروہ میں داخل اور عہدۂ کہانت Augur بھی رکھتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس، ارِوال، تی تیائی کے زمروں میں اس کا نام درج کردیا گیا تھا[2]۔

اغسطس کو محتسب کا عہدہ حاصل نہ تھا اور اگرچہ کبھی کبھی ہنگامی طور پر اس نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا لیکن دیگر اختیارات کی ضمن میں اس کو احتساب کے اختیارات نہیں ملے تھے۔ اور انھیں مستقل طور پر نہ لینے کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ جمہوریت کی ظاہری صورت اور مجلس اعیان کی آزادی کو بحال رہنے دینا چاہتا تھا۔ ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ۲۸ سنہ ق م میں اغسطس اور اگری پا نے بہ حیثیت

[1] یہ خطاب سب سے اول کاتولوس نے مجلس میں سیسرو کو دیا تھا (دیکھو جو دناک - باب ہشتم صفحہ ۲۴۴) لیکن اب جو یہ خطاب شاہان رومہ کو دیا گیا اس میں اور کاتولوس کے مدحیہ الفاظ میں جو اس موقع پر سیسرو کے متعلق اس نے استعمال کئے کوئی تاریخی تعلق نہیں ہے۔

[2] مگر ان چھوٹے عہدوں کے نام اس کے القاب میں شامل نہیں تھے۔

قنصل اہل شہر کی فہرست مرتب کی تھی اور یہ کام انھوں نے احتساب کے ان اختیارات کی بنا پر کیا تھا جو قدیم زمانے میں قنصلوں کو حاصل ہوتے تھے، اسی طرح آیندہ جب اغسطس نے ایک مرتبہ تنہا (سنہ ۸ ق م) اور دوسری مرتبہ تی بریوس کی شرکت میں (سنہ ۱۴ء) اس قسم کی مردم شماری کی تو اس وقت بھی اس نے احتساب کا عہدہ حاصل نہیں کیا بلکہ محض چند روز کے واسطے اپنے آپ کو مجلس سے قنصل مقرر کرا لیا۔ سنہ ۲۲ء میں خود لوگوں نے تجویز کی کہ اغسطس کو عمر بھر کے واسطے محتسب مقرر کر دیا جائے۔ مگر اس نے یہ عہدہ لینے سے انکار کر دیا اور اپنی بجائے۔ پولوس امی لیوس لیپی دوس اور منا تیوس پلان کیوس کو محتسب مقرر کرا دیا اور یہی آخری موقع تھا جبکہ دو عام آدمی بوقت واحد اس عہدے پر مامور ہوئے۔ خود اغسطس کو "اخلاق و آداب کی درستی" کے واسطے یہ عہدہ (احتساب) مدامی طور پر دینے کی تین دفعہ تحریک ہوئی[۱] مگر اس نے بلا استثنا ہر موقعے پر انکار کیا۔ کیونکہ بادشاہی یا مختار کار کے عہدے کی طرح اس قسم کے احتسابی حقوق بھی جمہوری حکومت کی علانیہ بیخ کنی کر دیتے بایں ہمہ معلوم ہوتا ہے احتساب کے بعض اختیارات، خاص کر "سن سوس، اکوی تم" Census Equitum کا حق ابتدا سے عہدہ صدارت کے حدود اختیارات میں داخل تھا۔ اس جگہ یہ بات بتانی ضروری ہے کہ صدر کو قنصلی اختیارات حاصل نہ تھے جیسا کہ بعض اوقات غلطی سے سمجھ لیا جاتا ہے۔ کسی خاص غرض کے لئے وقتاً فوقتاً یہ اختیارات اس کے تفویض کر دئے جاتے تھے لیکن یہ محض صدر کی حیثیت سے اسے حاصل نہ ہوتے تھے[۲]۔

(۵) روما کے بادشاہوں نے "رکس" اور "دک تا تور" کے لقب اختیار کرنے سے تو احتراز کیا لیکن معمولی لوگوں سے امتیاز کرنے کے لئے اپنے ناموں کی ایک خاص ترتیب مقرر کی۔ چنانچہ اول قوانین مستثنیات کے سوا[۳] اغسطس سے ہادریان تک ہر ایک نے اپنی ذات یا قوم Gens کا نام لینا چھوڑ دیا (۲) دوسرے جس برادری Tribe سے ان کا تعلق ہوتا تھا اس کو خلاف دستور وہ کبھی نام کے ساتھ

ع[۱] سنہ ۱۹، سنہ ۱۸، اور سنہ ۱۱ ق م میں۔

ع[۲] دیکھو حاشیہ ب باب کے اخیر میں

ع[۳] یعنی کلودیوس، نیرو، اور وی تلیوس۔

ظاہر نہیں کرتے تھے اور (۳) تیسرے یہ کہ ان میں سے اکثر نے اپنے نام کے ساتھ "امپراطور" کا مستقل اضافہ کرلیا۔ دراصل یہ لفظ اول اول جولیس سیزر اپنے نام کے آخر میں بطور ایک مستقل لقب کے استعمال کرتا تھا اور دوسرے القاب اس کے بعد آتے تھے لہذا اس کی حیثیت ایک دوسرے اسم عرفی کی سی ہو گئی۔ اسی بناپر اس کے وارث نے "امپراطور" کو اپنے باپ کا اصلی نام بنا کر اختیار کرلیا اور اس بات کو اچھی طرح واضح کرنے کے لئے اپنے اصلی اسم ماقبل "گایوس" کو ترک کر دیا۔

جولیس کی اولاد میں تمام ذکور کا نام "سیزر" ہوا کیونکہ یہی اس کی قوم کا "اسم مابعد" (کوک نومن) تھا۔ لیکن جس وقت گایوس کی وفات سے جولیس سیزر کے خاندان کا خاتمہ ہوا تو اس کے جانشین کلیودیوس نے اپنا اسم مابعد بھی "سیزر" مقرر کرلیا۔ اور بعد کے شاہی خاندان بھی اس کی پیروی کرتے رہے۔ اس طرح رومہ کے بادشاہوں اور ان کے اہل خاندان میں یہ لفظ ایک شاہی اسم مابعد بن گیا۔

"اغسطس" محض ایک تعظیمی لقب تھا۔ اور یہ "امپراطور" یا "اقنصل" کی طرح کوئی خاص عہدہ ظاہر نہ کرتا تھا۔ پس کسی بادشاہ کی بیوی بھی "اغسطہ" کے لقب سے ملقب کی جا سکتی تھی۔ لیکن یہ لقب "سیزر" کے نام کی طرح موروثی نہ تھا بلکہ صرف مجلس یا جمہور کی منظوری سے ملتا تھا۔ تاہم وہ نام کا آخری جزو بن جاتا تھا اور خاص کر جس نے سب سے پہلے اسے حاصل کیا اس کا تو نام ہی "اغسطس" مشہور ہو گیا لیکن اس کے جانشین اس لفظ کو اس وقت تک کہ بادشاہی اختیارات حاصل نہ ہوں اختیار نہ کرتے تھے اسی لئے یہ لقب ظاہر کرتا تھا کہ گو بادشاہ کے مختلف اختیارات بذاتہ اشتراکی نوعیت رکھتے ہیں لیکن ملک میں بادشاہ ایک ہی شخص ہو سکتا ہے۔

ایک مدت گزرنے کے بعد اغسطس اور سیزر کے مراتب میں بھی امتیاز نہ کرنے لگے یعنی پہلا لفظ زیادہ معزز مانا جاتا تھا۔ چنانچہ خود بادشاہ اغسطس کے لقب سے ملقب ہوتے اور وہ شخص جسے بادشاہ اپنے بعد تخت نشینی کے واسطے چن لیتا تھا سیزر کہلاتا۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن تھا کہ اغسطس یا سیزر کے لقب سے ایک ہی وقت میں کئی کئی شخص ملقب ہوں۔

لفظ "امپراطور" کے استعمال مختلف تھے اور ہمیں بادشاہوں کی ترتیب

القاب میں اس اختلاف کے معنی احتیاط سے ذہن نشین رکھنے چاہئیں۔ (۱) پروقنصلی امارت کے معنی میں "امپراطور" کا لفظ اصلی نام سے پہلے بطور "اسم ماقبل" (پری نومن) استعمال ہوتا تھا جیساکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں (۲) لیکن جب یہ لفظ نام کے بعد دوسرے القاب کے ساتھ لیا جائے اور اس پر کچھ اعداد بنے ہوں تو اس کے معنی یہ تھے کہ اتنی مرتبہ فوج والوں نے اس شخص کو فتوحات کی مبارک باد میں "امپراطور" کے خطاب سے مخاطب کیا ہے۔ بایں ہمہ ان دونوں استعمال کے طریقوں میں باہمی تعلق تھا۔ کیونکہ پروقنصلی امارت ملنے کے ساتھ ہی سمجھا جاتا تھا کہ بادشاہ کو امپراطور کے لقب کا حق حاصل ہو گیا لہذا تخت نشینی کے بعد پہلی فتح کے موقع پر ہی وہ اپنے آپ کو "امپراطور" کے لقب سے موسوم کرتا تھا۔

بادشاہ کے القاب میں ناموں کی ترتیب بھی قابل لحاظ شے ہے[۱]۔ ابتدائی بادشاہوں کے ناموں میں "سیزر" نام کے بعد آتا ہے مثلاً "امپراطور نیرو کلودیوس سیزر اغسطس"۔ لیکن وسپازیان کے زمانے سے یہ نیا طریقہ شروع ہوا کہ لفظ سیزر بالعموم اسمِ عرفی سے پہلے آنے لگا۔ جیسے "امپراطور سیزر وسپازیانوس اغسطس"۔

(۶) صدر کو ہر وقت قرمزی کنارے کا توگا (ایک قسم کا انگوچھا یا چادر) پہن کر باہر نکلنے کا حق تھا۔ مذہبی تہواروں کے موقع پر وہ کامدانی کا قرمزی توگا پہنتا جو دراصل فاتح سپہ سالاروں کے جلوس فتح کا لباس تھا۔ اور اگرچہ اسے اطالیہ میں فوجی امارت حاصل نہ ہوتی تھی تاہم سب سپہ سالاروں کا قرمزی چغہ ("پورپیورا") وہ خاص رومہ کے اندر بھی پہن سکتا تھا۔ لیکن اس امتیازی رعایت سے ابتدائی بادشاہ بہت کم کام لیتے تھے۔ صدر کے سر کا امتیازی لباس جنگلی انگور (لٹورل) کا ایک سہرا یا مکٹ

[۱] اغسطس کا پورا نام عہد حکومت کے آخری سال یہ ہو گیا تھا۔

Imp: Caesar Divi F(ilius) Augustus, Pontif Max Cos XII, Imp: XX Tribunic Potestat. XXXVII, P(ater) P(atriæ)

ہوتا تھا۔ اور بہ حیثیت امپراطور کمر سے تلوار لگی رہتی تھی مگر عصائے شاہی کو وہ صرف جلوس ہائے فتح کے موقعوں پر ہاتھ میں رکھتا تھا۔ مجلس کے ایوان یا دوسرے مقامات میں اس کی نشست سلاکرولیس Sella Curulis یعنی ایک چوڑی کرسی یا دنگل پر ہوتی تھی جس میں ہاتھی دانت کا کام کیا ہوتا تھا۔ اور دوسرے اعلیٰ عہدہ داروں کی طرح اس کے جلو میں بھی بارہ تبردار (لکتور) رہتے تھے۔ حفاظت ذاتی کے واسطے اسے ایک "فوج رکاب" دی گئی تھی جس میں بالعموم جرمن سپاہی ہوتے۔ اور "پری تورین گارڈ" یا فوج خاصہ کا ایک دستہ برابر اس کے محل پر تعینات رہتا تھا۔ جمہوریت کے زمانے میں سرکاری طور پر جوپیٹر اور اہل رومہ کے قومی اوتاروں پیناتیس کے نام کا حلف لیا جاتا تھا۔ جولیس سیزر نے اس میں اپنی جان کی قسم کا اضافہ کر دیا اور صدارت کے زمانے میں بھی اس کی تقلید کی گئی۔ چنانچہ آیندہ جوپیٹر کے ساتھ ان بادشاہوں کے نام کی جنھیں مرنے کے بعد دیوتاؤں کا درجہ دیا گیا ہو، اور فرماں روائے وقت کی جان کی اور قومی دیوتاؤں کی قسم کھائی جانے لگی۔ صدر کو یہ بھی خصوصیت حاصل تھی کہ ملکی فلاح کی "ووٹا" یا دعا میں، جو ہر سال کے پہلے مہینے میں مانگی جایا کرتی تھی، اس کا نام (دیوتاؤں میں) شامل کیا جائے اور اس کی ان امتیازی خصوصیات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا، یعنی بادشاہ کے سوائے کسی اور کی جان کی قسم یا فلاح و سلامتی کی دعامیں کسی اور کا نام لینا، بغاوت سمجھا جاتا تھا۔ اکتیئم کی جنگ کے بعد سے اغسطس کی سالگرہ کا دن بھی قومی تہواروں میں داخل کر لیا گیا۔ اور اسی سے پھر یہ دستور ہوا کہ ہر فرماں روائے وقت کی سالگرہ اور تخت نشینی کے دن عام خوشی منائی جانے لگی۔

دوسرے صاحب وجاہت اشخاص کی طرح صدر بھی صبح کے وقت لوگوں سے ملاقات کرتا تھا مگر اس کی اور عام لوگوں کی ملاقات میں اتنا فرق تھا کہ اس وقت ہر خواستگار بشرطیکہ وہ کافی اعلیٰ رتبہ رکھتا ہو، صدر کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تھا۔ یہ بھی اغسطس کی ایک حکمت عملی تھی کہ اپنے ہم رتبہ اشخاص کیساتھ برابری کا برتاؤ کرتا اور ملنے جلنے میں اپنے ساتھ کے امرا میں بالکل ایسا جیسے ایک امیر کی شکل رہتا تھا کسی قسم کے درباری آداب بھی مقرر نہ تھے اور پلاتیوم کا شاہی محل محض اس کی ایک ذاتی حویلی تھی۔ لیکن اغسطس کتنا ہی اپنے ہم رتبہ لوگوں میں برابر کا بن کر رہنا چاہے، یہ ممکن نہ تھا کہ اس کے سیاسی اقتدار کا جس نے صدر کو تمام لوگوں سے ممتاز کر دیا تھا، معاشری معاملات میں کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔ چنانچہ وہ لوگ جو اس کی دوستی سے سرفراز ہوئے، اگرچہ سرکاری طور پر کوئی امتیاز نہیں رکھتے تھے لیکن رفتہ رفتہ ان کی "امی سی سیزرلیس"

"Amici Cæsaris." یعنی احباب سیزر" کے نام سے ایک ممتاز جماعت بن گئی
جس میں زیادہ تر طبقۂ اعیان اور صرف چند طبقۂ متوسط کے افراد شامل تھے۔ اس حلقۂ
احباب میں سے اغسطس اپنے "کومی تیس" یعنی رفقا چن لیا کرتا تھا کہ بیرونی صوبوں
کے سفر میں اس کے ہمرکاب رہیں۔ صبح کی ملاقاتوں میں امی سی کا حاضر ہونا ایک مقررہ
سی بات تھی اور اغسطس بوسہ لے کر ان کا خیر مقدم کرتا تھا۔ ان لوگوں کی انگلی میں
ایک انگشتری رہتی جس میں بادشاہ کی تصویر بنی ہوتی تھی۔ ان کی ملاقات میں مقدم و موخر
کی ترتیب بھی ملحوظ رکھی جاتی اور اسی لئے مدارج تقرب کے اعتبار سے رفتہ رفتہ ان
احباب کی بھی چند قسمیں ہوگئیں اور حلقۂ "امی سی" کی شرکت نے ایک باضابطہ داخلے
کی صورت اختیار کرلی۔ اس حلقۂ احباب سے خارج ہونے کے بھی ایسے نتیجے ہوتے
تھے جو جلاوطنی کے قریب قریب تھے۔

بادشاہ کے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت بھی غالباً صرف "امی سی" تک
محدود تھی۔ اور اس طرح صدارت کے بالکل آغاز میں درباری رسوم و آداب کے اس
وسیع نظام کا خاکہ موجود تھا جو چند صدی بعد رومہ میں مرتب ہوگیا۔ کومی تیس کا درجہ
ابتدا سے نسبتاً زیادہ واضح اور متعین تھا۔ انھیں سفر خرچ دیا جاتا اور لشکر میں ان کے
رہنے کی خاص جگہ مقرر ہوتی تھی۔ ان کو صوبہ داروں پر بھی فوقیت حاصل تھی اور
مجموعی طور پر سیزر کا "کومیس" یا رفیق ہونا ایسی عزت تھی کہ اکثر کتبوں میں دیگر سرکاری
اعزاز و مناصب کے ساتھ اس رتبے کا بھی ذکر آتا ہے۔

جمہوریۂ رومہ میں کسی زندہ شخص کی تصویر یا مورت کو کسی عام یا سرکاری مقام
پر نصب کرنے کا حکم نہ تھا۔ لیکن صدر کی مورت ہر جگہ نصب کی جاسکتی تھی۔ اور دو موقعے
تو ایسے تھے جہاں اس کا ہونا لازمی تھا یعنی ایک تو فوج والوں کی عبادت گاہوں میں
جھنڈے اور عقاب کے ساتھ۔ اور ایک سکوں میں۔ بلکہ بعض اوقات خود ان جھنڈوں
پر سیزر کی تصویر بنا دیتے تھے۔ باقی سکوں کے متعلق تو اغسطس اس شاہی حق کو کسی طرح
چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ جو مجلس پہلے جولیس سیزر کو (۴۴ق م میں) دے چکی تھی۔
چنانچہ رائج الوقت سکوں پر نام اور تصویر کا کندہ ہونا خاص بادشاہ کا حق ہوگیا تھا
یا شاہی خاندان کے ان افراد کا جنھیں بادشاہ بطور خاص یہ حق عطا کردے۔

توضیحات و حواشی

ا - حکومتِ ثلاثہ سے دست برداری

اگر خود اغسطس کی تحریر (جسے ہم صفحہ ۱۵ کے حاشیہ پر نقل کرچکے ہیں) موجود نہ ہوتی تو دوسرے مصنفین کے اقوال سے ہمیں خیال ہوتا کہ وہ اپنے غیر معمولی اختیارات سے ۱۳ر جنوری سنہ ۲۷ ق م کو دست بردار ہوا۔ لیکن چونکہ خود اس نے وضاحت کیساتھ اسے اپنی چھٹی اور ساتویں قنصلی کے زمانے سے منسوب کیا ہے لہذا ضرور ہے کہ سنہ ۲۷ ق م سے قبل سنہ ۲۸ ق م میں بھی وہ اپنے بعض اختیارات چھوڑ چکا ہو۔ ہرزوگ کا خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے چھٹی قنصلی کا محض اس نظر سے تذکرہ کیا کہ اس کو (سال مذکور میں) اپنے ہم عہدہ قنصل کے ساتھ عصا بدلنے کا واقعہ یاد رہا۔ یہ بھی قیاس ہوسکتا ہے کہ اسکا مطلب حکومت کے خود مختارانہ احکام کی منسوخی سے ہو۔ ریز جستی کا وہ نسخہ جو موم سن کے اہتمام سے شایع ہوا ہے۔ اس میں موم سن نے اس مسئلے پر بھی بحث کی ہے (صفحہ ۱۴۹) اور ایک سکے کی طرف (ایکل، ۶ - ۸۳) توجہ دلائی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اغسطس نے سنہ ۲۸ ق م میں صوبوں کا انتظام مجلس کے حوالے کرنا شروع کردیا تھا (بلکہ صوبۂ ایشیا کو بالکل دے ہی دیا تھا) پس گمان ہوتا ہے کہ اسی بناپر اس نے اپنی تحریر میں زیر بحث الفاظ استعمال کئے۔ اسی کے ساتھ یہ گمان کرنے کی بھی گنجایش ہے کہ ممکن ہے کہ سنہ ۲۸ ق م میں اغسطس صرف ان مشتملہ اختیارات سے جو حکومت ثلاثہ کے رکن کی حیثیت سے اُسے حاصل تھے، دست بردار ہوگیا ہو۔ (اور عصا بدلنے کی کارروائی اسی دست برداری کی دلیل ہو) باقی سرحدی صوبوں کی امارت اس نے اپنے قبضے میں رہنے دی ہو اور سنہ ۲۷ ق م میں صرف اس آخری عہدے سے علیحدگی اختیار کی ہو۔ کیونکہ اس کی سرکاری تحریر سے صاف صاف دو کارروائیوں کا پتہ چلتا ہے۔

ب - صدارت کی ابتدائی تشکیل (سنہ ۲۷ تا ۲۳ ق م)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابتدائی حالت میں یعنی سنہ ۲۷ سے سنہ ۲۳ ق م تک

عہدۂ صدارت کے اجزائے ترکیبی کیا تھے؟ یہ عام طور پر سب کو تسلیم ہے کہ اس ابتدائی زمانے اور نیز بعد میں صدارت کا سب سے اہم جزو "پرو قنصلی امارت" تھی۔ یہ بھی ہیں معلوم ہے کہ اس زمانے میں اغسطس کو جو کچھ اقتدار حاصل ہوا اس میں بڑا دخل عہدۂ قنصلی کو تھا۔ کیونکہ سال بہ سال اس کے قنصلی حاصل کرنے کے علاوہ اس خیال کی مورخ تاسی توس نے نہایت واضح تصدیق کی ہے (اینلز۔ ۱ و ۲۔ ۰۰) پھر بھی یہ بات صاف نہیں ہوتی کہ آیا غیر مصافی اور عام ملکی معاملات میں وہ صرف قنصلی اختیارات سے کام لیتا تھا یا یہ کہ اس میں تری بیونی قوت کا بھی کچھ دخل تھا؟ کیونکہ یہ بعید از قیاس نہیں کہ اس زمانے میں بھی اس نے تری بیونی کے مقررہ اختیارات سے فائدہ اٹھایا ہو اگرچہ وہ اس پیمانے پر نہ ہو جس پیمانے پر کہ آیندہ چل کر اس نے تری بیونی اختیارات سے کام لیا۔ ایک اور مشکوک بات یہ ہے کہ اغسطس نے اپنے قنصلی اختیارات میں قدیم جمہوری دستور کے مطابق عہدۂ احتساب کے فرائض بھی داخل کئے تھے یا آئین مابعد کے مطابق یہ احتسابی اختیارات اس کے قنصلی فرائض سے خارج تھے؟ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھا جائے تو عہدۂ صدارت کی ابتدا یعنی ۲۷ ق م میں چار صورتیں ہونی ممکن ہیں۔

(۱) وہ پرو قنصلی امارت اور قنصلی کا مجموعہ تھی۔

(۲) اس امارت و قنصلی کے ساتھ احتسابی اختیارات بھی اس میں داخل تھے

(۳) وہ امارت و قنصلی اور نیز تری بیونی اختیارات کا مجموعہ تھی۔

(۴) ان تینوں عہدوں کے ساتھ اس میں احتساب کے اختیارات بھی شامل تھے

اب اگر اغسطس نے ابتدا میں عہدۂ صدارت کی دوسری یا چوتھی شکل اختیار کی تھی تو ضرور ہے کہ اس نے آیندہ چند سال میں (۲۳ ق م تک) یہ بات سمجھ لی ہوگی کہ احتساب کے اختیارات حاصل ہونے سے مجلس اعیان کی ظاہری آزادی محض لایعنی شئے رہجاتی ہے لہٰذا ان اختیارات کو اس نے چھوڑ دیا غرض مجموعی طور پر گمان غالب یہ ہے کہ ان سنین میں اس نے احتسابی اختیارات لینے کا دعویٰ نہیں کیا اور تری بیونی اختیارات کو بھی بالکل پس پشت ڈالے رکھا تھا۔ (دیکھو حاشیۂ باب اول کے اخیر میں)

اس جگہ ایک پرانی غلطی کو بیان کر دینا فائدے سے خالی نہ ہو گا۔ اگرچہ

موم سن اس کی تردید کرچکا ہے اور اب عام طور پر لوگوں نے غلطی سمجھکر اسے چھوڑ دیا ہے۔ وہ یہ کہ اغسطس کو عمر بھر کے واسطے قنصلی عہدہ مل گیا تھا اور یہ قنصلی اختیارات عہدۂ صدارت کا جزو لاینفک تھے، یہ غلط خیال دیون کاسیوس کے بیان سے پیدا ہوا جس نے غالباً مجلس کے ایک فیصلے کے معنی سمجھنے میں دھوکہ کھایا۔ وہ فیصلہ یہ تھا کہ اغسطس کو قنصلی نشانات برتنے کی اجازت دیجائے۔ حالانکہ یہ بالکل ایک دوسری بات ہے۔ یا ممکن ہے کہ "قنصلی اختیارات" سے کاسیوس کا مطلب صرف خاص خاص اختیارات ہوں جو بطور خاص اغسطس کو مل گئے تھے جیسے "جس ادی سندی" مجلس اعیان کو منعقد کرنے کا حق وغیرہ۔ جیسا کہ موم سن نے جتایا ہے اس معاملے میں کتبۂ انکائرہ (موجودہ انگورہ) میں (عہدۂ قنصلی) کوئی تذکرہ نہ ہونا قول فیصل کا حکم رکھتا ہے اور بعد کے کسی بادشاہ نے بھی کبھی اس عہدہ کا دعویٰ نہیں کیا۔

صدارت کی تشکیل کے متعلق اس باب (دوم) میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا سب سے بڑا ماخذ موم سن کی تحریریں ہیں (اسٹاٹ رکٹ۔ جلد دوم) اگر ان میں کہیں کہیں تغیر کر دیا ہے۔ ہرزوگہ کی رائیں بھی (گشکٹ ... اشاٹ ورفشانگ) احتیاط سے مطالعہ کی گئی ہیں۔ مسٹر پل ہام نے صدارت کی جو ابتدائی صورت بیان کی ہے (جرنل آوف فلاسفی، جلد ہفدہم۔ نیز "پرنسپس" کے عنوان سے مضمون مندرجہ "ڈکشنری آوف گریک اینڈ رومن انٹی کوئی ٹیز") وہ کسی قدر مختلف اور بظاہر زیادہ سادہ ہے اور اس بیان کو خود ان کے الفاظ میں نقل کرنا ضروری ہوگا۔

مسٹر پل ہام لکھتے ہیں کہ جنوری ۲۷ قم میں "اس کو (یعنی سیزر کو) مجلس اور عوام کی جانب سے دوبارہ وہ سب اہم اختیارات مل گئے جو اسے پہلے (حکومت ثلاثہ کے زمانے میں) حاصل تھے۔ اس کی حکومت کا دائرہ اور میعاد بے شبہ پہلے کی نسبت کم تھی لیکن پھر بھی اتنی وسیع تھی کہ اور کسی کو اتنی کبھی نہ دی گئی تھی.... اگر اکتاویاں اسی "پروقنصلی امارت" پر اکتفا کر لیتا تو اس کی حیثیت صرف ایک طاقتور پروقنصل کی سی ہوتی.... اور وہ اپنے صوبوں کے علاوہ دوسرے صوبوں کے پروقنصل یا والیوں سے مرتبے میں زیادہ نہ ہوتا بلکہ مساوی ہوتا۔ دوسرے وہ پہلی سی دقتیں بھی لازمی طور پر دوبارہ پیدا ہو جاتیں جو وطن کے سب سے اعلیٰ عہدے

اور صوبوں کی سب سے اعلیٰ سپہ سالاری کو علیحدہ علیحدہ تفویض کئے جانے کا نتیجہ تھیں
پس اکتاویان نے امارت کے ساتھ قنصلی کا عہدہ بھی اپنے پاس رکھا اور اس طرح
ان دقتوں اور خرابی میں پڑنے سے بچ گیا۔۔۔ یہ صورت ایک اعتبار سے گویا
جمہوریت کے قدیم آئین کو بحال کرنا تھا جس میں دونوں قسم کے اعلیٰ جنگی اور ملکی
اختیارات صرف قنصلوں کے ہاتھ میں ہوتے تھے" مذکورہ بالا خیال کے مطابق
صدارت ابتداءً سراسر قنصلی کے عہدے پر مبنی تھی۔ آگے چل کر مسٹر پلہام نے
سنہ ۲۳ ق م کی نئی تنظیم کو اس طرح بیان کیا ہے۔

"لیکن سنہ ۲۳ ق م میں اس قسم کا تغیر عمل میں آیا کہ جس سے عہدۂ صدارت
کی ایک حد تک شکل بدل گئی۔ سنہ مذکور کی ۲۷ رجون کو اغسطس قنصلی سے دست بردار
ہوگیا۔۔۔ اپنی "قنصلی امارت" اور وسیع صوبے کو اس نے ہاتھ سے نہیں دیا لیکن
اب یہ اختیارات اسے محض پرو قنصل کی حیثیت سے حاصل تھے اور اسی لئے
قنصلوں کی حدود و اختیارات یعنی اطالیہ اور رومہ میں ان کا کوئی عمل باقی نہیں
رہا تھا۔ دوسرے قنصل کو جو برتری دوسرے تمام اعلیٰ حکام اور ان کے نائبین پر
حاصل ہوتی تھی یا مجلس ہائے اعیان و عوام کے معاملات میں جو خاص حقوق قنصل
رکھتا تھا۔ یہ سب نیز قنصلی نشانات و اعزاز اغسطس کے ہاتھ سے نکل گئے۔ پس
ان کی تلافی کئی خاص قوانین کے ذریعے کی گئی اور چونکہ اغسطس خاص رومہ میں اپنے
اقتدار کی بنیاد محض پرو قنصلی امارت پر رکھنی نہ چاہتا تھا لہٰذا اس نے تری بیونی
قوت کو سب سے نمایاں جگہ دی اور کم سے کم شہر رومہ میں صدر کی برتری کا
ظاہری نشان اور علامت اسی "تری بیونیکا پوتس تاس" کو قرار دیا گویا وہ اس
حیرت انگیز حقیقت کو چھپانا چاہتا تھا کہ اب سالانہ قنصلوں کے دوش بدوش
رومہ میں ایک پرو قنصلی امارت کا مالک موجود ہے جو وطن میں تو قنصلوں کے برابر
اعزاز و اختیارات رکھتا ہے اور باہر کے علاقوں میں اسے کہیں زیادہ وسیع
اختیارات حاصل ہیں"

ح۔ لقب "صدر" کی ابتدا

پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ بادشاہوں کے القاب میں لفظ "صدر" محض

مجلس کے صدر رکن کے معنی رکھتا ہے۔ لیکن اس خیال کو اب عام طور پر ترک کر دیا گیا مسٹر پل ہام نے اس بات کو بہت وضاحت سے بتایا تھا کہ "پرنسپس" یہاں "پرنسپس سوئی تاتس" (یعنی صدر اہل ملک) کے معنی میں آیا ہے اور یہ وہ لقب ہے جسے سیسرو نے پومپی کے لئے استعمال کیا تھا۔ (جرنل ... جلد ہفتم صفحہ ۳۲۲) صرف "پرنسپس" کے ایک لفظ سے بھی سیسرو نے پومپی اور جولیئس سیزر دونوں کو (دیکھو Ad Att: 8.9.4 and Ad Fam: 6.6.5.

اور سالوسٹ نے پومپی کو خطاب کیا ہے۔ مومسن اور شلر دونوں کی رائے بھی یہی ہے۔ بایں ہمہ ہرزوگ کے نزدیک یہ لفظ ابتدا میں اسی "صدر رکن مجلس" کا مفہوم رکھتا تھا اور بعد میں اس کے معنی وسیع ہو گئے۔ وہ اس کی مثال میں "پرنسپس جوون توتیس" کا لفظ بھی پیش کرتا ہے کہ جس کے معنی پہلے تو سب سے اول "نایت" کے تھے اور پھر بعد میں اس میں ایک دوسرا مفہوم "ولی عہد" کا پیدا ہو گیا (جس کے لئے دیکھو باب چہارم۔ عنوان ع۶)

د۔ "لکس دی امپی ریو"

پیتل کی اس لوح پر جسے کولا ڈی رینزی نے سینٹ جان کے (لترانی) کلیسا میں نصب کرا دیا تھا اب تک ایک قانون کا وہ حصہ محفوظ رہا جس میں دس پارٹیاں کو اس کے پیش رو بادشاہوں کی مثل شاہی حقوق ملنے کا ذکر ہے۔ قانون کے الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے کے مقررہ الفاظ ہیں اور خود یہ قانون یقیناً ان فیصلوں کا مجموعہ ہے جن کے ذریعے ۲۳ء ق م اور بعد کے سنین میں اغسطس کو شاہی حقوق حاصل ہوئے۔ قانون دان حضرات اس قانون کا نام لکس دی امپی ریو یا لکس رجیا تجویز کرتے ہیں۔ مگر مومسن کہتا ہے کہ یہ وہی قانون ہے جس کے ذریعے بادشاہوں کو تری ہوئی اختیارات ملے تھے اور جن کی بعد میں خاص خاص دفعات سے توضیح اور توسیع ہوتی رہی۔ یہ رائے مشکوک معلوم ہوتی ہے اور جیسا کہ ہرزوگ نے لکھا ہے یہ بعید از عقل ہے کہ تری ہوئی اختیارات کے قانون کو اصول قانون کا کوئی عالم "لکس دی امپی ریو" موسوم کرے

کیونکہ "اِمپی ریوم" (امارت) اور "پوتستاس" (قوت اقانونی اعتبار سے بالکل جداگانہ مفہوم رکھتے ہیں۔ پس کہیں زیادہ قرین قیاس یہ امر ہے کہ مذکورہ بالا قانون کی رو سے صدر کو ایسے حقوق حاصل ہوئے جو نہ امارت سے حاصل ہوتے تھے نہ تری بیونی قوت سے۔ (ق: ہرزوگ کی کتاب محولۂ بالا جلد دوم صفحہ ۶۱۷ تا ۶۱۹ اور پلہام کا مضمون۔ ڈکشنری جلد دوم صفحہ ۴۰۵) اس مشہور دستند کتبے کی اصلی (لاطینی) عبارت یہ ہے:-

۵۔ صدر کا انتخاب

پروقنصلی امارت کے متعلق جو میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ یہ عہدہ صرف مجلس اعیان دیتی تھی اور فوج کے لوگوں کا اس میں کوئی دخل نہ ہوسکتا تھا۔ یہ وہ خیال ہے جسے ہرزوگ نے بدلائل ثابت کیا تھا (دیکھو اس کی کتاب محولۂ بالا جلد دوم صفحہ ۶۱۰ وغیرہ) اس کے برخلاف مومسن کی رائے یہ ہے کہ امارت کا عہدہ فوج یا مجلس دونوں کے آئینی اختیارات میں داخل تھا کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کارروائی میں بجز اس کے کچھ نہ ہوتا تھا کہ جو شخص مجلس یا فوج کی طرف سے "امپراطور" بنادیا گیا ہے، وہ رسمی طور پر یہ لقب اختیار کرلے۔ باقی مجلس اور فوج دونوں جمہور کے قائم مقام مان لئے گئے تھے اور انتخاب کرنے میں مجلس کو ترجیح صرف اسی لئے دی جاتی تھی کہ اس میں سہولت بھی تھی اور ملکی مصالح کے اعتبار سے بھی یہ بات زیادہ مفید تھی لیکن ہمارے پاس جو شہادتیں ہیں ان سے مومسن کے مذکورۂ بالا قول کے خلاف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "امپراطور" بنائے جانے کا اعلان اور پھر اس کو باضابطہ اختیار کرنا پروقنصلی اختیارات حاصل کرنے سے بالکل علیحدہ دو کارروائیاں تھیں۔ فوج کے لوگ جب کسی سپہ سالار کے امپراطور ہونے کا اعلان کریں تو وہ بادشاہی کا امیدوار ہو جاتا تھا مگر جب تک مجلس اعیان اسے پروقنصلی امارت نہ دے۔ اس وقت تک نہ تو وہ بادشاہ مانا جاسکتا تھا نہ صدر۔ باقی امارت حاصل ہونے کے بعد پھر تری بیونی اختیارات لازمی طور پر گویا امارت کے ضمن میں اسے حاصل ہو جاتے تھے۔ (دیکھو پلوٹارک کی "سوانحات گالبہ، دیوتن۔ نیز وکٹر کی سوانح سیزر")

باب سوم

صدر و مجلس اعیان کی مشترکہ حکومت

ذیلی عنوان۔ (۱) امارت اور تری بیونی اختیارات (۲) جمہور کے پاس کیا کیا سیاسی حقوق باقی رہے (۳) مجلس کی ترکیب۔ صدر رکن مجلس۔ مجلس اعیان میں اغسطس کا قائم مقام۔ ذیلی مجالس۔ (۴) ثنویت حکومت کی خصوصیات (۵) بادشاہ اور مجلس کے درمیان اختیارات کی تقسیم۔ ۱۔ انتظامی معاملات میں ۲۔ عدالتی معاملات میں ۳۔ عہدہ داروں کے انتخاب میں ۴۔ قانون سازی کے متعلق ۵۔ مالی معاملات میں مجلس اعیان کا ذریعۂ نشر و اشاعت اطلاعات ہو جانا ۶۔ بادشاہ کے ماتحت اعلیٰ عمال ۷۔ اغسطس نے طبقۂ متوسط کی از سر نو تنظیم کیونکر کی؟ (۱) اس طبقے کی ہیئت ترکیبی (۲) داخلے کا طریقہ (۳) تازندگی میعاد (۴) ''اِک وی تم پر و باشیو'' (۵) فوجی تنظیم و ترتیب (۶) نائیٹوں کے اغراض و حقوق (۷) ان کی فوجی حیثیت (۸) ان کے عدالتی عہدے (۹) ان میں اور اعیان میں عہدوں کی تقسیم (۱۰) ان کی مجلس اعیان تک ترقی۔

فصل اول

صدر کا سیاسی مرتبہ۔ جمہور کے حقوق

(۱) گزشتہ باب میں ہم نے اغسطس کے صدارت قائم کرنے کا حال بیان کیا اور ان آئینی اصول سے واقفیت بہم پہنچائی جن کی بنا پر جمہوریت رومہ نے یہ نئی شکل اختیار کی تھی (اگرچہ ظاہر ہے کہ اب جمہوریت کا نام ہی نام باقی تھا اور حقیقت میں وہ درپردہ ایک بادشاہی حکومت بن گئی تھی) اسی باب میں ہم نے

ان القاب و علامات کا حال بھی بیان کیا جو بادشاہ کی مبہم حیثیت کے ظاہری آثار تھے گو وہ اپنے آپ کو معمولی "شہری" دکھانا چاہتا تھا۔ لیکن ابھی تفصیل کے ساتھ اس کے ملکی اختیارات کو جانچنا اور یہ دیکھنا باقی ہے کہ اغسطس کے نئے نظام حکومت کے مطابق صدر و مجلس اعیان میں تقسیم اختیارات کی صورت کیا تھی۔

بادشاہ کے پروقنصلی اختیارات میں معمولی پروقنصلوں کے اختیارات سے تین فرق تھے۔ اول تو یہ کہ تمام فوج براہ راست بادشاہ کے زیر حکم ہوتی تھی۔ دوسرے اُس کی امارت کی (اگرچہ خود اغسطس اس کلیے سے مستثنیٰ ہے) کوئی میعاد نہ تھی بلکہ یہ عہدہ اسے تمام عمر کے واسطے مل جاتا تھا۔ اور تیسرے یہ کہ نہ صرف اس کا صوبہ معمولی پروقنصلوں کے صوبوں سے کہیں بڑا اور کئی کئی بڑے صوبوں کا مجموعہ ہوتا تھا، بلکہ پروقنصلوں میں افضل و اعلیٰ ("ماجوس") ہونے کی وجہ سے بادشاہ اپنے اختیارات دوسرے صوبوں میں بھی استعمال کر سکتا تھا جو مجلس اعیان کے ماتحت ہوتے تھے بہ الفاظ دیگر اس کے دائرۂ اختیارات میں پوری سلطنت آجاتی تھی۔

فوج کے اعلیٰ اور واحد سپہ سالار ہونے کی بنا پر سپاہیوں کی تنخواہ و برطرفی[1] اور فوجی سرداروں کا تقرر وغیرہ تمام فوجی معاملات بادشاہ کو انجام دینے ہوتے تھے۔ سپاہی بھرتی ہوتے وقت اسی کی طاعت و فرماں برداری کا حلف اٹھاتے اور نئی فوج کے بھرتی کرنے کا حق صرف اسی کو حاصل تھا۔ اگر کوئی اور شخص بغیر شاہی اجازت فوج بھرتی کرے تو یہ باغیانہ فعل سمجھا جاتا تھا۔ غنائم فتح اور جلوس فتح کے سوا، ہر قسم کا جنگی اعزاز و ترقی بادشاہ کے اختیار میں تھی۔ پھر یہ کہ دوسرے پروقنصل اپنے صوبوں کی حدود سے باہر کوئی حکومت و اختیار نہ رکھتے تھے اور بادشاہ رومہ میں رہتا تھا اگر اس کے اختیارات بدستور نافذ رہتے اگرچہ خود رومہ اور اطالیہ اس کی حدود حکومت میں داخل نہ تھے۔ بحری افواج کی اعلیٰ حکومت بھی بادشاہ کے ہاتھ میں تھی اور اطالیہ کی فوج مطوعہ سے جو فوج خاصہ (پری تورین گارڈ) مرتب کی جاتی وہ اس کے زیر حکم خاص رومہ میں متعین رہتی تھی۔ اسی امارت کے سلسلہ میں بادشاہ کو جنگ اور صلح کرنے کا

---

[1] اسی بنا پر بعد میں پرانے سپاہیوں کا نام ہی "ویترانی اوگستی" ہو گیا تھا۔

شاہی حق بھی حاصل تھا لیکن غالباً یہ اختیار اغسطس کو ایک علیحدہ قانون کے ذریعے دیا گیا اور بعد میں ان مجموعہ امتیازات میں شامل کرلیا گیا جو "لکس دی ایپی ریو" کے ذریعے بادشاہوں کو دیے جاتے تھے۔

تری بیونی قوت سے صدر کو جو حقوق حاصل ہوے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) جمہور کے وکلا یعنی تری بیونوں کی عدالت میں صدر کو میر مجلس بننے کا حق تھا (۲) وہ احکام و قوانین کا نفاذ روک سکتا تھا اور مجلس اعیان کے فیصلوں کے خلاف اس نے بارہا اس حق سے کام لیا (۳) اسے تری بیونی "کوئرسی شیو" Coircitio کا امتیاز حاصل تھا یعنی کوئی شخص اسے گزند نہ پہنچا سکتا تھا اور گزند ورکنار، قولاً یا فعلاً اس کی توہین بھی قابل سزا جرم تھی (۴) بدعنوانی کے انسداد اور مظلوموں کی حمایت کے لئے وہ (ہر قسم کی) مداخلت کا حق رکھتا تھا (۵) اسی ذیل میں جزوی طور پر وضع قوانین کا حق بھی شامل کر سکتے ہیں

یہ سب حقوق صدر کو تری بیونی "پوتستا" کی بنا پر حاصل تھے باقی "لکس دی ایپی ریو" سے جو خاص حقوق اسے حاصل ہوے، وہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ان کے علاوہ ہیں۔

(۲) ہر چند اب ملک کے اصلی فرماں روا یعنی جمہور کا قائم مقام صدر قرار پا گیا تھا لیکن بعض ملکی فرائض ابھی تک خود جمہور کو انجام دینے پڑتے تھے۔ عوام کی مجلسیں برابر منعقد ہوتیں، عہدہ داروں کا انتخاب کرتیں اور قوانین بناتی تھیں۔ مگر اس ضمن میں ذیل کی چند باتیں بیان کرنے کے لائق ہیں۔

(۱) اغسطس نے عوام کو عدالتی اختیارات سے جو پہلے انھیں حاصل تھے، قانوناً محروم کر دیا

(۲) مجلس عوام (کومیشیا تری بیوتا) وضع قوانین کا کام کرتی رہی اور اس کا حق قانون سازی کبھی باضابطہ طریق پر سلب نہیں کیا گیا۔ لیکن بعض تدبیروں سے جن کی شرح آگے آتی ہے وضع قوانین کا قریب قریب سارا کام بادشاہ کے ہاتھ میں آگیا اور تی۔ بریوس کے بعد کوئی قانون مجلس عوام نے نہیں بنایا۔ بایں ہمہ جلسۂ عوام کی طرف سے تری بیونی اختیارات کے تفویض ہونے کی رسم بہت عرصے تک جاری رہی۔ اس غرض کے واسطے عوام کا جو جلسہ ہوتا اسے "اختیارات تری بیونی کی مجلس" Comitia Tribunicia Potestatis کہتے تھے۔"

(۳) اغسطس کے زمانے میں اعلیٰ عہدہ داروں کا انتخاب کرنا مجلس عوام کا سب سے بڑا اور خاص کام تھا۔ آئین قدیم کے لحاظ سے قنصل و پریتیو ر کا انتخاب "مجلس صدی" Comitia Centuriata کرتی تھی۔ تری بیون، ایدی دائل اور کواس تور "برادریوں کی مجلس" Comitia af the Tribes میں مقرر ہوتے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے سلطنت قائم ہونے کے بعد یہ تفریق غائب ہو گئی اور اس لیے اب ان مجلسوں میں امتیاز رکھنا دشوار ہے۔ بلکہ احتیاط کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان سب کو "مجلس عوام" کے جامع نام سے یاد کیا جائے۔

"مجلس اشراف" Comitia Curiata کا خاص کام یہ تھا کہ اعلیٰ اختیارات دینے کے قواعد بنائے۔ اور پانچ چھ مرتبہ جب اغسطس کو امارت تفویض ہوئی تو اس بات کا موقع تھا کہ یہ مجلس اپنے اختیارات سے کام لے۔ لیکن یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں کہ آیا ان موقعوں پر کوئی عام مجلس خاص کر مجلس اشراف باضابطہ طریقے سے منعقد بھی کی گئی یا کسی جلسۂ عام میں اس امارت کے تفویض کیے جانے کے متعلق سرے سے گفتگو بھی ہوئی یا نہیں۔

بہرحال کہنے کو آئین کچھ ہی کیوں نہ ہو اور اغسطس جمہوریت کی ظاہری رسموں کو احتیاط کے ساتھ قائم رکھنے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے عملاً تو عوام کے سیاسی حقوق صفر رہ گئے تھے۔ اور سچ پوچھیے تو ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ قدیم زمانے میں جبکہ قائم مقام یا نائب منتخب کرنے کا طریقہ جاری نہ ہوا تھا عوام کی مجلسیں کسی بستی اور گرد و نواح کے محدود علاقے کے نظم و نسق کا کام تو بخوبی انجام دے سکتی تھیں لیکن ایک بڑی سلطنت کے معاملات طے کرنے سے انھیں بالکل مناسبت نہ تھی۔ دوسرے جب حقوق رائے دہی کا دائرہ وسیع ہوا تو یہ ممکن نہ تھا کہ ہر شخص جسے رائے دینے کا حق تھا مجلس میں شریک ہو کر اس حق سے کام لے سکے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ جمہوریت کے آخری ایام میں اس قسم کی عام مجلسوں میں اکثر نہایت ناعاقبت اندیش اور نالائق رائے دینے والے جمع ہو جاتے اور ان جلسوں میں بارہا ہنگامے اور کشت و خون کی نوبت پہنچتی تھی۔

فصل دوم

صدر اور مجلس اعیان

(۳) سلطنت کی حکومت کا کام بادشاہ اور مجلس اعیان میں بٹا ہوا تھا

اور مجلس کا رتبہ بہت باوقعت تھا۔ اغسطس نے مجلس کے قواعد میں بعض تبدیلیاں بھی کیں۔ مثلاً جولیس سیزر نے ارکان کی تعداد بڑھا کر نو سو کر دی تھی اغسطس نے پھر اسے گھٹا کر پہلے کی مثل چھ سو کر دیا۔ ارکان کی ذاتی ملکیت کی شرط بھی اس نے دس لاکھ سسترکہ (تقریباً ۱۰ ہزار پونڈ) قرار دی وہ لوگ جنھیں "کواسٹور" (محاسب) کا عہدہ حاصل ہوتا تھا، جمہوریہ کے دستور کے موافق اعیان میں داخل ہو سکتے تھے اور عمر کی حد پچیس سال معین کر دی گئی تھی۔ لیکن اعیان کے مختلف مدارج کا معیار اب بھی سرکاری عہدوں (قنصلی وغیرہ) پر مبنی تھا اور چونکہ ان عہدہ داروں کا انتخاب جمہور کے ہاتھ میں تھا، لہٰذا رسمی طور پر مجلس اعیان کی رکنیت کا مدار جمہور پر تھا بایں ہمہ بادشاہ دو طرح سے اپنا اثر ڈالتا تھا۔ یعنی اول تو عہدہ داروں کے انتخاب کے وقت عام جلسے اس کے زیر اثر ہوتے تھے جس کی تفصیل آگے (زیر عنوان ۵) آتی ہے اور دوسرے اسے "لکٹ شیو سنا توریس" یعنی بہ حیثیت محتسب نااہل اراکین مجلس میں کمی بیشی کرنے کا حق حاصل تھا چنانچہ اغسطس نے کئی مرتبہ اسی طرح مجلس کی اصلاح کی[1]۔ صدارت کے زمانے میں یہ بات محتسب یا احتسابی اختیارات رکھنے والے عہدہ دار کے اختیار میں تھی (۳۱۲ ق م کے بعد سے اگرچہ یہ لازمی نہ رہا تھا لیکن ہمیشہ ان اختیارات سے صدر تنہا یا اپنے ایک ہم عہدہ کے ساتھ مل کر یہ کام کرتا تھا) کہ وہ اپنے اصلاحی حق (ادلکٹ شیو) کے ذریعے کسی غیر شخص کو نہ صرف رکن مجلس بنا سکتا تھا بلکہ سب سے ادنیٰ طبقے سے اوپر والے طبقے میں بھی اسے داخل کرا سکتا تھا اور عملاً یہی ہوتا تھا کہ اس طرح جو غیر اشخاص داخل کئے جاتے وہ کواسٹوروں کی بجائے جو اعیان کا سب سے ادنیٰ طبقہ تھا، بالعموم تری بیونی یا پری توری طبقے میں داخل کئے جاتے تھے۔ جولیس سیزر نے تو اسی حق کی بنا پر غیر اشخاص کو سب سے اعلیٰ طبقہ قنصلی میں بھی داخل کر دیا تھا لیکن اغسطس یا تیسری صدی عیسوی تک اس کے جانشینوں نے ایسا نہیں کیا۔ البتہ جب اغسطس کی وفات سے پہلے یہ دستور ہوا کہ قنصل سال کی بجائے بالعموم شش ماہی پر منتخب ہونے لگے تو پھر بادشاہ کے واسطے یہ دشوار نہ رہا کہ جولیس سیزر کی مثل جس شخص کو چاہے مجلس اعیان کے

---

[1] جیسا کہ گذشتہ باب میں زیر عنوان ۸ بیان ہو چکا ہے۔

سب سے اعلیٰ طبقے میں داخل کرادے کیونکہ خود انتخاب قنصل میں بادشاہ کا دخل مسلّم تھا۔ پھر مجلس اعیان کے اراکین کی فہرست بھی ہر سال نئی تیار کی جانے لگی۔

مجلس اعیان میں بادشاہ کے دخل واقتدار کی ایک اور صورت بھی تھی۔ مجلس میں داخلے کا عام طریقہ یہ تھا کہ کواستور (محاسب) کا عہدہ حاصل کیا جائے اور اس عہدے کا حصول "احکام بست گانی (وی جن تی وی ریت) یا بیس چھوٹے عہدہ دار ہونے پر منحصر تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ صرف طبقۂ اعیان کے افراد بست گانی میں داخل کئے جا سکتے تھے۔ اور ان کی تعداد میں بادشاہ کو کمی بیشی کرنے کی گنجایش نہ تھی۔ لیکن وہ ان لوگوں کو جو طبقۂ اعیان میں داخل نہ تھے "لباس اعیانی" (لاتوس کلاوس) پہنا کر "احکام بست گانی" کا مستحق بنا سکتا تھا۔ اس طرح طبقۂ متوسط کا کوئی نوجوان بھی بادشاہ کی نظر عنایت سے طبقۂ اعیان میں داخل ہو کر مجلس کا رکن بن جاتا تھا۔ اُووِید شاعر کی، جو پیدایش کے اعتبار سے طبقۂ متوسط میں داخل تھا، اس طرح اعیان میں داخل ہونے کی مثال مشہور ہے۔ دوسرے معلوم ہوتا ہے بادشاہ کو اس قسم کے استثناء کا حق بھی حاصل تھا کہ جو لوگ "بست گانی" میں داخل نہ ہوں وہ کواستور بنا دئے جائیں۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مجلس اعیان میں آنے کے واسطے جنگی خدمات (بالعموم ایک سال تک کسی جیش میں رہکر) انجام دینی ضروری تھیں۔ اور سب سے اعلیٰ طبقے تک پہنچنے کے مرحلے عام طور پر یہ تھے (۱) بست گانی کی شرکت، (۲) جنگی تری بیونی[1] (۳) کواستوری (۴) عہدہ اوائل (کوتوالی) یا تری بیونی (۵) عہدہ پری تور (۶) قنصلی، اسی سلسلے کو سامنے رکھکر اوِید نے بست گانی عہدوں کو "عہدوں کے پہلے بچے" لکھا ہے۔[2]

صدر خود مجلس اعیان کا نہ صرف رکن بلکہ صدر رکن یا رکن اول ہوتا تھا۔ یعنی ارکان کی فہرست میں سب سے اول اس کا نام ہوتا اور اس کو سب سے پہلے رائے دینے کا حق حاصل تھا۔ لیکن اس نے "صدر رکن" کے لفظ کو اپنے القاب میں

ع۱ دیکھو آگے عنوان ع۷

ع۲ "تریس شیا" باب پنجم۔ صفحہ ۱۰-۳۳-

داخل نہیں کیا کیونکہ اس کی حکمت عملی اپنے آپ کو اشخاص مجلس میں ملا دینا نہ تھی بلکہ وہ ان سے ممتاز رہنا چاہتا تھا۔ اس اولیت کے علاوہ "لکس وی امپی ریو" کی خاص خاص دفعات کی رُو سے صدر کو مجلس کے معاملات میں اور بھی حقوق دیئے گئے تھے۔ وہ مجلس کا جب چاہے انعقاد کر سکتا تھا (خود تری بیونی اختیارات کی بنا پر بھی اسے یہ حق حاصل تھا) اور خواہ زبانی خواہ (موجود نہ ہونے کی صورت میں) تحریری نئے قوانین کی تجاویز پیش کر سکتا تھا۔ اور یہ تجاویز "خطبۂ مجلسی" کی شکل میں ہوتی تھیں۔ تری بیونی قوت کی بنا پر (جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں) وہ مجلس کے احکام کو منسوخ کر سکتا تھا۔ اغسطس جب خود شریک جلسہ نہ ہوتا تو ایوان مجلس کی کارروائیوں کی روداد اس کے سامنے پیش کی جاتی تھی اور وہ اپنا ایک معتمد علیہ قائم مقام مجلس میں اس بات کی نگرانی کے واسطے مقرر کر دیتا تھا کہ روداد مفصّل ہو اور کوئی ضروری بات اس میں تحریر کرنے سے چھوڑی نہ جائے۔ اس عہدہ دار کو "کیوراتور اک توام سناتوس" کہتے تھے۔ اغسطس ہی نے اعیان کی ایسی ذیلی مجلسوں کا قاعدہ بھی رائج کیا تھا جن میں ان مسائل پر پہلے سے خود اس کے ساتھ گفتگو کر لی جائے جو مجلس کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ ان ذیلی مجلسوں میں حکام کے ہر طبقے (کالج) سے ایک ایک اور قرعہ ڈال کر ۱۵ منتخبہ اراکین، ۶ مہینے کے واسطے شامل کئے جاتے تھے اور یہ ایک قسم کی کابینہ (کیبی نٹ کونسل) بن جاتی تھی۔ زندگی کے آخری سال جب ضعف و پیرانہ سالی کی وجہ سے اغسطس ایوان مجلس میں خود آنے سے معذور ہو گیا تو ایک چھوٹی مجلس اعیان بنا دی گئی تھی کہ وہ اسی کے مکان میں جمع ہو کر پوری مجلس کی جانب سے تجاویز منظور کرے۔ اس جماعت میں اغسطس کا بیٹا، دیو تے دونوں قنصل اور آیندہ سال کے نامزد شدہ قنصل اور بیس ارکان مجلس جو سال بھر کے لئے منتخب ہوئے ہوں، شامل ہوتے تھے اور ان ارکان کو ہر جلسے کے واسطے خود اغسطس منتخب کر لیتا تھا۔ مقررہ آئین میں اس قسم کے ملکی شوریٰ Consilium کا کوئی قانونی جواز نہ تھا اور صرف اغسطس اور اس کے جانشین تی بریوس نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ اس میں اور عدالتی شوریٰ میں جس کا ذکر آگے آتا ہے ابہ احتیاط فرق کرنا چاہیے۔

(۴) ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ بادشاہ اور مجلس اعیان کے ملکر حکومت کرنے کو بعض اوقات "ثنویت" (دای آر کی) سے منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن واضح ہے کہ یہ ثنویت اس قسم کی تھی کہ اس کے چہرے سے کسی وقت میں بھی پردہ اٹھ سکتا تھا اور پھر اس کی اصلی صورت یعنی شخصی حکومت علانیہ نمودار ہو سکتی تھی۔ کیونکہ فوج پر قبضہ ہونے سے حقیقی قوت بادشاہ ہی کے ہاتھ میں تھی اور اگر وہ زبردستی کرنی چاہتا تو مجلس اعیان کی سیاسی ہستی کا جبراً خاتمہ کر سکتا تھا۔ لیکن سلطنت رومہ کی ثنویت نے بہت دن میں رفتہ رفتہ شخصی حکومت کی شکل اختیار کی اور اس کا بھی سبب ایک حد تک خود مجلس اعیان کی نااہلی ہوا۔ جس کی بدولت بادشاہوں کو بار بار اس کے کاموں میں مداخلت کرنی پڑی اور وہ "افضلیت" جو انھیں دوسرے صوبہ داروں پر حاصل تھی بتدریج "حکومت" بنگئی اور بادشاہوں کے اصلی علاقے کے علاوہ دوسرے تمام صوبے بھی براہ راست انکے تحت میں آگئے۔ ورنہ اس میں شک نہیں کہ خود اغسطس مجلس کے سیاسی اقتدار اور بعض اعلیٰ اختیارات کو برقرار رکھنے کا دل سے خواہاں تھا اور ان صوبوں میں جو اس کی اپنی ریوم (یا امارت) کے اندر نہ تھے دخل دینے سے بہ احتیاط احتراز کرتا تھا وہ مصالحت پسند آدمی تھا اور گو جولیس کے وارث ہونے کے اعتبار سے اسے ایک قسم کی جمہوری بادشاہی حاصل ہو گئی تھی لیکن اس نے جو آئین حکومت مرتب کیا اس میں امرائے حقوق حکمرانی کا بھی برابر لحاظ رکھا تھا اور اسے ہر وقت یہ فکر رہتی تھی کہ گذشتہ خانہ جنگی کی یاد فراموش ہو جائے اور امرا اس بات کو بھول جائیں کہ اغسطس عوام کی حمایت میں حکومت اُمرا کے خلاف لڑا تھا۔ بے شبہ وہ اپنے مورث جولیس (دیوتا) کے نام سے دست بردار نہیں ہوا لیکن بظاہر اس مختار اعظم کے دیگر قوانین وضوابط برقرار رکھنے کی اسے چنداں پروا نہ تھی اور اس بات کا لوگوں نے اکثر احساس کیا ہے کہ عہد اغسطس کے شعرا شاذو نادر ہی کبھی جولیس سیزر کی مدح وستائش پر قلم اُٹھاتے ہیں۔

اغسطس کے طریق حکومت میں کئی باتیں ایسی ہیں جن کی آئینی نوعیت صاف اور واضح نہیں۔ لیکن اس کی مجموعی ہیئت بخوبی روشن ہے۔ باقی بادشاہ اور مجلس کے حقوق و فرائض میں نہایت باریک بینی کے ساتھ جو توازن قائم کیا گیا تھا

اس کے واسطے لازمی طور پر بعض ایسی مصنوعی تدبیریں اختیار کرنی پڑیں جو زیادہ عرصے تک نہ چل سکتی تھیں لہذا بہت جلد انھیں خواہ باضابطہ خواہ تجاہل سے ترک کرنا پڑا اور اس قسم کی ہر تبدیلی سے مجلس اعیان ہی خسارے میں رہی۔ بایں ہمہ اغسطس کے بنائے ہوئے نظام کا اصلی اصول، یعنی اعیان کی آزادانہ اور مشترکہ حکومت کا ڈھونگ کسی نہ کسی حد تک تین صدی تک بنا رہا۔

(۵) مجلس اور بادشاہ کے درمیان نظم و نسق کے فرائض اور خاص حقوق کی تقسیم سمجھنے کے لئے پانچ علیحدہ عنوان قائم کئے جا سکتے ہیں۔ انتظامی معاملات۔ عدالتی معاملات۔ حکام کا تقرر۔ وضع قوانین اور مالیات۔

(۱) جمہوریت کے زمانے میں خاص کر آخری ایام میں مجلس اعیان بہت سے ایسے انتظامی کام کرنے لگی تھی جس کا آئین و قوانین کی رو سے اسے حق نہ تھا بلکہ اس نے اعلیٰ حکام (یعنی قنصلوں) سے چھین کر انھیں اپنا بنا لیا تھا۔ ان میں سے بہت سے اختیارات بادشاہی کے زمانے میں بھی اس کے پاس چھوڑ دئے گئے چنانچہ (ا) مذہبی معاملات میں جو اختیارات مجلس نے حاصل کر لئے تھے، جیسے ناپاک اور بدعت کی رسموں کا انسداد وغیرہ بادشاہی کے زمانے میں بھی اس کے پاس رہے۔ (ب) جنگ و صلح کا اختیار اور بیرونی سلطنتوں سے نامہ و پیام کا اختیار مجلس اعیان سے لے لیا گیا تھا پھر بھی کبھی کبھی بادشاہ معمولی قسم کی سفارتوں کو مجلس میں بھیج دیا کرتے تھے (ج) اطالیہ کے اندرونی معاملات میں مجلس کی حکومت بجنسہ قائم رہی۔ (د) شہر رومہ کے معاملات بھی اول اول بالکل مجلس اعیان کے حوالے کر دئے گئے تھے لیکن اس جماعت کے ناقص انتظام کی وجہ سے بہت جلد بادشاہ کو اس میں مداخلت کرنی پڑی (ہ) سلطنت کے صوبوں کی شاہی اور مجلسی کے نام سے دو قسمیں کر دی گئی تھیں اور آخر الذکر کا نظم و نسق مجلس کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن جیسا کہ کسی اگلے باب میں ہم بیان کریں گے ان مجلسی صوبوں میں بھی بادشاہ کو بعض اختیارات حاصل تھے۔ اسکے مقابلے میں شاہی صوبوں کے انتظام میں (بجز مصر کے) مجلس اعیان کا بھی اس حد تک دخل تھا کہ بادشاہ صرف اسی کے اراکین کو ان (شاہی صوبوں) کا صوبہ دار

مقرر کرتا تھا۔

۲۔ اعلیٰ حکام کی جماعت ہونے کے اعتبار سے مجلس اعیان جمہوریت کے زمانے میں کبھی کبھی عدالت کے فرائض بھی انجام دیتی تھی۔ مثلاً ۱۸۶ ق م میں باکوس دیوتا کے تہوار میں ناچ رنگ کا مقدمہ اسی کے سامنے پیش ہوا تھا۔ اس کا اسطرح عدالتی کام کرنا نادرات سے تھا لیکن اب اغسطس نے اس کو ایک مستقل عدالت بنا دیا جس میں قنفصل بہ حیثیت مجلس عدالت کا کام کرتا تھا۔ یہ مجلسی عدالت ہر قسم کی جرائم کی تحقیقات کرسکتی تھی لیکن عملاً صرف بڑے بڑے معاملات جن میں اعلیٰ رتبے کے لوگوں کا تعلق ہو، یا جن کے متعلق کوئی مقررہ قانون موجود نہ ہو، اس کے سامنے آتے تھے۔ اس عدالت کے فیصلوں پر بادشاہ بھی دو طریق سے اپنا اثر ڈال سکتا تھا۔ اول تو خود رکن مجلس ہونے کی حیثیت سے اور دوسرے اپنے حق مداخلت کی بنا پر جو اسے تری بونی اختیارات کی رو سے حاصل تھا، اس عدالت کے علاوہ جس میں قنفصل فیصلہ سناتے اور دیگر اراکین مجلس بحیثیت جوری اسے مشورہ دیتے تھے، خود بادشاہ کی ایک عدالت علیحدہ تھی اور وہ بغیر کسی جوری کے مقدمات کا فیصلہ کرسکتا تھا لیکن عام طور پر وہ بعض اسیسروں سے بھی مدد لیتا جو اس کے "کون سی لیوم" یا اہل شوریٰ کہلاتے تھے لیکن شوریٰ کی اس جماعت کا اس ملکی شوریٰ سے بالکل کوئی تعلق نہ تھا جس کا زیر عنوان ع۳ اوپر ذکر آچکا ہے۔ شاہی عدالت میں مجلس اعیان کی طرح ہر قسم کے مقدمات پیش ہو سکتے تھے لیکن عملاً بادشاہ صرف بڑے بڑے سیاسی یا ایسے مقدمات کی سماعت کرتا تھا جنھیں بلند مرتبہ اشخاص کا تعلق ہو۔

ان دونوں نئی عدالتوں کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ ان میں صرف خاص خاص اور بڑے مقدموں کی تحقیقات ہوتی تھی۔ باقی رومہ اور اطالیہ کے معمولی مقدمے پہلے کی طرح پرتیوروں کی عدالتوں میں فیصل ہوتے تھے اور پرتیوروں کے عدالتی اختیارات میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ لیکن اب جو ویس [1] یا "اراکین عدالت" کے زمرے سے مجلس اعیان کے اراکین کو بالکل خارج کر دیا گیا تھا اور معلوم ہوتا ہے ان عدالت

ع۱ ملاحظہ ہو آئندہ عنوان ع۷

کے حکام کو خود بادشاہ نامزد کرنے لگا تھا۔

بیرونی صوبوں میں صوبہ دار عدالتی مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے لیکن جب تک بادشاہ بطور خاص انھیں اختیار نہ دے رومی شہری صوبہ داروں کی حدود اختیاری سے باہر ہوتے تھے اور ہمیشہ صوبوں کی عدالتوں کے خلاف رومہ کی اعلیٰ عدالتوں میں مرافعہ کر سکتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے صدر کے خلاف مرافعہ کرنا ۳۰ ق م میں ایک قانون بنا کے جائز قرار دے دیا گیا تھا۔ اور اگرچہ اب تقسیم اختیارات کا مقتضی یہ تھا کہ مجلسی صوبوں کے تمام مرافعے صرف مجلس کی عدالت میں پیش ہوں۔ لیکن اپنی "افضل امارت" کی بنا پر بادشاہ اکثر مجلسی صوبوں کے مرافعے بھی شاہی صوبوں کے مرافعوں کی طرح خود سماعت کرتا تھا۔ مرافعے ہمیشہ اس حاکم کے فیصلے کے خلاف کئے جاتے تھے جسے عدالتی اختیارات حاصل ہوں اور براہ راست جوری کے فیصلے کے خلاف مرافعہ نہ ہو سکتا تھا البتہ ایسے حاکم کے جو جوری مقرر کرنے کے خلاف مرافعہ دائر کر سکتے تھے

۳۔ اغسطس کے زمانے میں مجلس اعیان کو اعلیٰ حکام کے انتخاب میں کوئی دخل نہ رہا۔ اور مجلس عوام (کومیشیا) کے اجماعی فیصلے حسب ذیل اسباب سے اغسطس کے زیر اثر آگئے۔ اول تو اسے امیدواروں کی اہلیت و استحقاق جانچنے کا اور انتخاب کی کارروائی اپنے زیر اہتمام رکھنے کا اختیار تھا۔ یہ اختیار اصل میں قنصلوں کو حاصل ہوتا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے جب ۲۳ ق م میں اغسطس نے قنصلی چھوڑ کر تری بیونی اختیارات سے کام لینا شروع کیا تو مذکورۂ بالا اختیار کو کسی خاص دفعہ کی رو سے اپنے قبضے میں رہنے دیا۔ چنانچہ امیدواروں کی فہرست اسی کی طرف سے شایع ہوتی تھی اور اس طرح وہ جس شخص کو منتخب کرانا چاہتا اس کو نامزد کر دیتا تھا اور نام بھی صرف اتنے ہی لکھتا تھا جتنے عہدے خالی ہوں۔ دوسرے اغسطس "سفارش" Commendatio op Suffragatio کا منصب بھی رکھتا تھا یعنی وہ خاص خاص اشخاص کے نام پیش کر سکتا تھا کہ فلاں عہدوں کے واسطے یہ لوگ موزوں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ وہ امیدوار جن کی بادشاہ نے سفارش کی ہو ضرور منتخب ہو جاتے تھے۔ البتہ سب سے اعلیٰ عہدے یعنی قنصلی کے متعلق بادشاہ کو اس قسم کی سفارش کا حق حاصل نہ تھا [1]

[1] کم سے کم پہلے دو بادشاہوں کے زمانے میں تو یہی عمل رہا۔ اور معلوم ہوتا ہے نیرو کے زمانے سے قنصلوں کے نام کی "سفارش" کی رسم جاری ہوئی۔

۴ ۔ وضع قوانین کے معاملے میں مجلس اعیان کی حیثیت اصولاً جمہوریت کے زمانے کی نسبت عہد بادشاہی میں بہتر ہو گئی۔ آئینی جزئیات پر نظر کیجئے تو دراصل ابتدا میں مجلس کو وضع قوانین کا کوئی اختیار ہی نہ تھا۔ اس کے فیصلے سناتوس کونسلتا (یعنی "مجلسی فتاوی") کی صورت میں اس وقت تک قانون نافذہ کا مرتبہ نہ رکھتے تھے جب تک کہ انھیں جمہور یا عوام کے جلسے میں تسلیم اور منظور نہ کر لیا جائے۔ لیکن عملاً یہ فیصلے رفتہ رفتہ بمنزلہ قانون کے سمجھے جانے لگے۔ عوام کی تصدیق اور منظوری محض ایک ضابطہ پُری کی سی بات رہ گئی اور بعض اوقات اس ضابطہ پُری کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا تھا بلکہ ممکن ہے کہ خود اغسطس کو جو امارت مجلس اعیان کے فیصلے کی رُو سے ملی تھی اس کی تصدیق بھی حسب ضابطہ کسی جلسۂ عوام میں نہ ہوئی ہو۔

لیکن اب اغسطس کے عہد حکومت میں مجلس اعیان وضع قوانین کی جماعت اور گویا اس معاملے میں مجلس عوام کی جانشین، ہو گئی۔ چنانچہ جس طرح پہلے جمہوریت کے زمانے میں اعلیٰ حکام کی پیش کردہ تجاویز مجلس عوام کی منظوری سے قانون tissue بنا کرتی تھی، اسی طرح اب بادشاہ جو قوانین نافذ کرنے چاہتا وہ مجلس اعیان کی طرف سے اور اسی کے "سناتوس کونسلتا" کے نام سے بنتے تھے۔

رائج الوقت قوانین کے عمل سے اگر کوئی استثنا کرنا منظور ہوتا تو اس کی ایک نئے قانون کی صورت میں صرف مجلس اعیان ہی منظوری دے سکتی تھی[1] اور چونکہ خود بادشاہ دوسرے باشندوں کی مثل قانون کے دائرے کے اندر تھا لہٰذا اسے اپنے حق میں کوئی استثنا کرانا ہوتا تو اس کام کے لئے بادشاہ کو بھی مجلس اعیان ہی سے استدعا کرنی پڑتی تھی۔ مثلاً ۲۴ ق م میں سن سیانی قانون سے جس کے ذریعے عطیات کی ایک انتہائی حد مقرر کی گئی تھی، اغسطس کو مجلس ہی کے ایک فیصلے نے مستثنیٰ کیا، سرکاری عہدوں کے واسطے کم سے کم عمر کی جو قید از روئے قانون مقرّر تھی اس سے کسی شخص کو خاص خاص صورتوں میں مستثنیٰ کرنا بھی مجلس اعیان کے

[1] یہ ابتدائی زمانے کا ذکر ہے ورنہ پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں ہم بادشاہوں کو بطور خود استثنا کے احکام نافذ کرتے دیکھتے ہیں۔

مخصوص اختیارات میں داخل تھا لیکن صدر نے رفتہ رفتہ اس حق کو غصب کر لیا جلوس فتح مرتب کرنے کی اجازت، صدر کی وفات کے بعد اس کی پرستش یا اہانت کا فیصلہ کرنا اور کولجیا (یعنی ہر قسم کی جماعت بندی) کی باضابطہ اجازت دینا صرف مجلس اعیان کے خاص حقوق میں داخل تھا۔

صدر کو قنصل یا تری بیون سے زیادہ کوئی حق براہِ راست قانون وضع کرنے کا نہ تھا۔ البتہ اِن عہدہ داروں کی طرح وہ بھی اپنے تری بیونی منصب کی بنا پر کومیشیا میں کوئی قانون یا اس کی تجویز پیش کر سکتا تھا کہ لوگ اس کی منظوری دیں۔ مگر وضع قوانین کے طریقے سے بہت کم کام لیا جاتا تھا اور اغسطس کے جانشینوں کے زمانے میں تو وہ بالکل ترک ہو گیا کیونکہ ظاہرا اس طریقے کو اس بادشاہی عنصر سے کوئی مناسبت نہ تھی جو صدارت کی تہ میں مضمر تھا اور اس میں اول تو صدر کا مرتبہ دوسرے عہدہ داروں کے مساوی رہجاتا دوسرے شاید اس سے جمہور کا وہ حق فرماں روائی بہت روشن ہو جاتا جسے دراصل بادشاہ خود غصب کر چکا تھا۔ تاہم، قانونی اعتبار سے صدر خود قانون وضع کرنے کا مجاز نہ تھا اور اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ اغسطس کو بحیثیت صدر، اتنے اختیارات حاصل نہ تھے جتنے کہ حکومت ثلاثہ کے زمانے میں اس کے پاس تھے۔ لیکن اس قید کے بچنے کے بعض حیلے تلاش کر لئے گئے تھے اور بادشاہ ہی واضع قوانین بن گیا تھا۔ خاص قوانین کے ذریعے سے اُسے لوگوں کو اس قسم کے انفرادی یا اجتماعی حقوق عطا کرنے کا اختیار دے دیا گیا تھا جو از روئے ضابطہ صرف کومیشیا ہی عطا کر سکتی تھی۔ نئی آبادیاں بسانا اور آبادکاروں کو روما کے ملکی حقوق دینا بادشاہ کے اختیار میں تھا۔ وہی کسی محکوم قوم کو لاطینی حقوق اور کسی لاطینی بستی کو روما کے پورے شہری یا ملکی حقوق سے سرفراز کرتا تھا۔ اور اصولاً دیکھئے تو یہی ہونا بھی چاہئے تھا کہ اس قسم کے اختیارات صدر کے حوالے کر دئے جائیں جو "امپراطور" کی حیثیت سے بیرونی صوبوں کا حکمراں اور جنگ و صلح یا عہدنامے کرنے کا مختار تھا۔ کسی نئی بستی کی مقامی حیثیت کا تعین کرنا بھی اسی کا کام تھا اور سپاہیوں کو پورے شہری حقوق تو وہ یقیناً دے ہی سکتا تھا گر ممکن ہے کہ اور لوگوں کو بھی یہ حقوق دینے کا مجاز ہو۔

ان "قوانین عطیات" Leges Data کے ماسوا، (جن کا نفاذ

دراصل کونسیلیا کا کام تھا) بادشاہ کے وضع قوانین کا سب سے موثر طریقہ اس کی "تنظیمات" Constitutioni تھیں جن کے لئے کسی مجلس عوام یا اعیان کے مشورے کی ضرورت نہ تھی۔ ان شاہی تنظیمات کی دو صورتیں تھیں۔ (۱) یا تو وہ اس قسم کے فرامین کی صورت میں نافذ ہوتیں جن کے شایع کرنے کا اعلیٰ عہدہ دار کی حیثیت سے صدر کو اختیار تھا۔ (۲) اور یا وہ اکتا (دکرتا یا اپیس تولی) یعنی ایسے شاہی فیصلوں اور ضابطوں کی شکل میں شایع ہوتیں جو اگرچہ ابتداءً صرف خاص معاملات کے متعلق ہوتے لیکن بعد میں ان کا نفاذ عام ہو جاتا اور قانون کی مثل ہر شخص پر ان کی پابندی لازمی ہو جاتی تھی۔ شاہی امتیازات کے خاص قانون (لکس دی امپی ریو) میں ان شاہی اکتا کا موثر ہونا تسلیم کر لیا گیا تھا اور سرکاری عہدہ دار یا اہل مجلس اپنے مقرر ہوتے وقت ان کی بجا آوری کا بھی حلف اٹھاتے تھے۔ مگر صدر کی وفات کیساتھ اس کے اکتا کا زمانہ ختم ہو جاتا تھا اور اس واقعے سے بھی صدارت اور بادشاہی کا آئینی فرق روشن ہے۔

۵ ۔ صدارت و مجلس کے تقسیم اختیارات نے ملکی مالیات کے طریقے میں بھی تغیر پیدا کیا اور اب ایک کی بجائے دو سرکاری خزانے ہو گئے۔ زحل کے مندر کا پرانا بیت المال Erarium Saturni بدستور مجلس اعیان کے تفویض رہا لیکن جمہوریت کے زمانے میں خزانچی کی خدمت کو کواسٹر انجام دیتے تھے، اغسطس نے ۲۳ سنہ ق م میں یہ کام ان سے لیکر دو پری توروں کی تحویل میں دیدیا جو "خزانہ دار پری تور" کے نام سے صرف یہی کام انجام دینے لگے۔ خاص بادشاہی خزانہ "فزکوس"[1] کہلاتا تھا اور اسی سے وہ اپنے صوبوں کے انتظامی مصارف، فوج اور بیڑے کے اخراجات رسد رسانی وغیرہ کا روپیہ ادا کرتا تھا۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اس کی حکومت میں جو صوبے داخل تھے وہ اب ملکی ملکیت کی بجائے بادشاہ کی ذاتی ملکیت سمجھے جانے لگے تھے لہٰذا وہاں کی مالگزاری سے جو کچھ وصول ہوتا وہ براہ راست بادشاہی

عہ[1] یہ لفظ غالباً اغسطس کے زمانے تک اصطلاحی طور پر استعمال نہیں ہوا بلکہ شاید کلودیوس کے زمانے کے قریب رائج ہوا۔ لیکن ہم پہلے سے اسی رواج کے مطابق اس کا نام لیں تو سہولت ہوگی۔

خزانے میں داخل ہو جاتا تھا۔ اور خالص قانونی حیثیت سے دیکھئے تو یہ خزانہ بھی بادشاہ کی ایسی ہی ذاتی ملک تھا جیسی کہ وہ املاک جو اسے ورثے میں پہنچی یا ذاتی طور پر ایک شہری کی حیثیت سے اس نے حاصل کی تھی۔ لیکن اول اول اس کی موروثی اور خانگی املاک کا حساب فزکوس سے علٰحدہ رکھا جاتا تھا اور شاہی خزانہ صرف ملکی حکمرانی کی حیثیت سے اس کی تحویل میں رہتا تھا۔ مگر زیادہ مدّت نہ گزری تھی کہ اس کی ذاتی املاک بھی اگرچہ شاہی خزانے میں تو داخل نہ ہوئی لیکن ایک حد تک "شاہی املاک" (جسے ہم "صرف خاص" کہہ سکتے ہیں) سمجھی جانے لگی اور مسند شاہی کے جانشین کو اس کی وراثت کا حق حاصل ہو گیا۔

پُرانے بیت المال کے خرچ کی خاص خاص مدیں صدارت کے زمانے میں یہ تھیں: (۱) عام معابد کا انتظام (۲) عام تہوار (۳) سرکاری عمارات کی مرمّت (۴) کبھی کبھی نئی عمارتوں کی تعمیر (۵) رومہ اور اطالیہ میں نئے راستے بنوانا۔ مگر اس آخری مد کے مصارف میں شاہی خزانے سے بھی روپیہ دیا جاتا تھا بلکہ سچ پوچھئے تو ان دو خزانوں کے اخراجات میں ٹھیک ٹھیک تفریق و تقسیم کرنا غیر ممکن ہے۔

ابتدا میں مجلسی صوبوں میں وصول مالگزاری کا وہی مستاجری طریقہ جاری رہا جو قدیم جمہوریت کے زمانے سے چلا آتا تھا لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس کو ترک کر دیا گیا اور شاہی اور مجلسی دونوں قسم کے صوبوں میں مالگزاری کا روپیہ سرکاری عہدہ دار وصول کرنے لگے۔ پھر بھی حکومت کا رجحان اسی طرف تھا کہ تحصیل کا کام جہاں تک ہو خود بستی والوں کے ذمّہ ڈال دیا جائے چنانچہ آخر میں ہر جگہ یہی طریقہ رائج ہو گیا[1]۔

ضرب سکّہ کے متعلق بھی اغسطس نے مجلس اعیان اور بادشاہ کے کام میں تقسیم کر دی تھی۔ اوّل اوّل (۱۵ ق م میں) مجلس اور بادشاہ دونوں اپنے اپنے علٰحدہ خزانوں سے سونے اور چاندی کا سکّہ جاری کرنے کے مجاز تھے۔ تانبے کا سکّہ ضرب ہونے کی بہت دن تک نوبت ہی نہیں آئی لیکن کوئی گیارہ بارہ برس کے بعد جو تانبے کا سکّہ پھر ضرب ہوا تو اس وقت یہ انتظام بھی جدید کر دیا گیا کہ آیندہ

[1] محاصل اور آمدنی کے ذرائع کے لئے دیکھو حاشیہ الف باب کے اخیر میں۔

سونے چاندی کا سکہ ضرب کرنے کا اختیار صرف صدر کو ہوگا اور تانبے کا سکہ صرف مجلس اعیان جاری کرے گی۔ اس قرار داد میں مجلس کو فائدہ رہا اور صدر کے اختیارات بے طرح محدود ہو گئے کیونکہ مسی سکے کی قیمت مبادلہ ہمیشہ تانبے کی اصل قیمت سے زیادہ رہتی تھی لہذا مجلس کو اس بات کا اختیار تھا کہ جس قدر چاہے سکے بنائے اور وقت کے وقت اصلی قیمت سے زیادہ روپیہ وصول کرلے جس کے ادا کرنے کی کہیں عرصہ دراز میں نوبت آسکتی تھی۔ صدر کو اس قسم کی سہولت حاصل نہ تھی اور اسی لئے آیندہ ہم پڑھیں گے کہ بعض بادشاہوں نے لالچ میں آکر چاندی کی اصلی قیمت کم کرا دی تھی کہ انھیں بھی اسی قسم کا فائدہ حاصل ہو۔[1]

بادشاہی عہد میں مجلس اعیان کی ایک نہایت اہم خدمت یہ بھی تھی کہ وہ سرکاری خبروں کی لوگوں میں نشر و اشاعت کا واسطہ بن گئی۔ دیس یا پردیس کی ہر ضروری خبر کو بادشاہ مجلس میں بھیج دیتا اور اگرچہ کسی ضابطے کی رُو سے ان خبروں کا عام کرنا ضروری نہ تھا لیکن وہ از خود عام لوگوں تک پہنچ جاتی تھیں۔ یہ بھی دستور ہو گیا تھا کہ جب نیا صدر مسند حکومت پر قدم رکھتا تو وہ اپنے سیاسی منصوبوں کا ایک خاکہ مجلس اعیان میں پیش کرتا اور ظاہر ہے کہ اس کی غرض ہی یہ ہوتی تھی کہ نہ صرف ایوان مجلس کے حاضرین بلکہ ان سے کہیں زیادہ تعداد میں عام اہل ملک نئے حکمران کے ارادوں سے آگاہ ہو جائیں۔

فصل سوم

صدر اور دیگر حکّام

۶ — ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ عہد جمہوریت کے حکّام بادشاہی زمانے میں برابر منتخب ہوتے رہے اور کہنے کو وہ اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری میں آزاد بھی تھے۔ بلکہ جولئس سیزر کی خود مختاری کے زمانے میں تو یہ حکام اس کی "ارشاد فصل"

---

[1] مجلس اعیان کی روداد ("اکتا سنا توس") کی عام اشاعت کا طریقہ جو غالباً ۵۹ ق م سے شروع ہوا تھا اغسطس نے موقوف کر دیا۔ "اکتا دیورنا" کے واسطے دیکھو حاشیہ ب باب کے آخر میں۔

Maius Imperium کے تحت میں بھی تھے لیکن صدارت کے زمانے میں یہ بات نہ تھی اور اگرچہ صدر بیرونی صوبہ داروں سے افضل مانا جاتا تھا مگر دیگر حکام پر اسے یہ "افضلیت" حاصل نہ تھی یعنی صدر حکومت میں ان کا شریک تھا لیکن اپنی جگہ اور اپنے اختیارات سے کام لینے میں وہ آزاد تھے۔

عہدۂ قنصلی کی شان و منزلت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اور اس کے بہت سے آرزومند و جویا موجود تھے بلکہ اس اعتبار سے تو اس عہدے کی چمک دمک اگرچہ مستعار سہی لیکن پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی کہ یہی وہ عہدہ تھا جسے کبھی کبھی خود صدر قبول کرنا پسند کرتے تھے اور بادشاہ کا ہم عہدہ ہونا یقیناً بڑے نام و نمود کی بات تھی، قنصلوں کا یہ امتیاز کہ ان کی قنصلی کا سال انہی کے نام سے موسوم ہو برقرار تھا اور مجالس عوام میں انتظام و نگرانی رکھنا بھی انہی کا حق تھا۔ مجلس اعیان کی ایک نئی عدالت بننے اور اس میں قنصلوں کے میر مجلس ہونے کا حال ہم اوپر پڑھ چکے ہیں اس کے علاوہ ملکی نظم و نسق کے بعض اور اختیارات بھی اغسطس نے قنصلوں کے تفویض کردئے تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ اس نے یہ طریقہ نکالا کہ شروع سال (جنوری) میں جو قنصل مقرر ہوتے وہ چھ مہینے کے ختم پر بدل جاتے اور قنصل سفلتی یعنی منصرم قنصل ان کی جگہ لے لیتے تھے۔ اس رسم کے لئے کوئی باقاعدہ قانون نہیں بنایا گیا تھا اور اس لئے کبھی کبھی اس کے مطابق عمل نہیں ہوتا تھا لیکن آگے چلکر چار چار مہینے کے لئے قنصل مقرر ہونے لگے[1] اور پھر کچھ مدت بعد ان کی میعاد حکومت صرف دو ہی مہینے کی رہ گئی[2]۔

پرتیوروں کی تعداد کو جولیس سیزر نے بڑھا کر سولہ کردیا تھا اغسطس نے انہیں گھٹا کر پہلے آٹھ کیا پھر بیت المال کی تحویل کے لئے دو اور بڑھا دئے (جن کا عنوان نمبر ۵ کے تحت میں ذکر آچکا ہے) پھر اس نے ایک زمانے میں دوبارہ ان کی تعداد سولہ کردی تھی لیکن آخر میں بارہ مقرر ہو گئی۔ ان کے خاص فرائض

---

[1] نیرو کے بعد

[2] یہ طریقہ ہادریان نے جاری کیا۔

پہلے کی طرح اب بھی عدالتی تھے۔ مگر اغسطس نے میلوں میں ان کی شرکت اور بعض ایسی رسوم کا ادا کرنا ان کے سپرد کر دیا جو پہلے قنصل اور آدائل (یا کوتوال) ہی انجام دیا کرتے تھے دس تری بیونوں کی ایک جماعت ہر سال اب بھی منتخب ہوتی تھی لیکن یہ عہدہ کچھ باوقعت نہ رہا اور تری بیونوں کا زیادہ تر شہر کی صفائی وغیرہ کے متعلق کام رہ گیا۔ اِدائلوں کے اختیارات و فرائض میں پہلے کی نسبت بہت کمی ہو گئی۔

اغسطس نے شہر رومہ کو چودہ محلوں یا علاقوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک کا ایک علاقہ دار یا ناظر (پری فکٹ) مقرر کیا۔ یہ ناظر، پرتیور، اوآئل یا تری بیونوں کی جماعت میں سے چن لئے جاتے تھے، کواسٹور کے عہدے کی اہمیت اور کام زیادہ تھا۔ سلا نے ان کی تعداد بیس مقرر کی تھی۔ جولیس سیزر نے اسے دگنا کیا۔ اغسطس نے پھر گھٹا کر بیس کر دیا۔ یہ کواسٹور مجلسی صوبوں میں صوبہ داروں کے ماتحت یا مددگار ہوتے تھے اور صقالیہ کے صوبہ دار کو دو کواسٹور دئے گئے تھے، دو بادشاہ کی ماتحتی میں رہتے اور مجلس اعیان اور بادشاہ کے مابین رسل و رسائل کا واسطہ تھے قنصلوں کے پاس چار کواسٹور ہوتے تھے جنہیں (۱) "کواسٹور اُربانی" یعنی شہری کواسٹور کہا جاتا تھا۔ ان اعلیٰ عہدوں کی ان کے متعلقہ اختیارات کے علاوہ ایک خصوصیت یہ تھی کہ انہی عہدوں سے مجلس اعیان میں داخل ہونے کا استحقاق پیدا ہوتا تھا۔ اس طرح جب تک کواسٹور کومیشیا میں منتخب ہوتے رہے، عوام الناس کو مجلس اعیان کی ساخت میں بلاواسطہ دخل رہا مگر خود بادشاہ "سفارش" کے ذریعے جس کا اوپر ذکر آچکا ہے مجلس کے اراکین مقرر کرانے میں بالواسطہ بہت کچھ دخل رکھتا تھا۔

کواسٹور ہونے سے پہلے "بست گانی" میں داخل ہونا پڑتا تھا۔ ان میں علیحدہ علیحدہ چار جماعتیں تھیں۔ پہلی میں تین عہدہ دار وہ ہوتے جن کا کام تھا کہ سنگین سزاؤں کے فیصلے کی تعمیل کریں اور یہ "ترس ویری کاپی تال" کہلاتے تھے اسی طرح تین کی دوسری جماعت دارالضرب کی نگرانی کرتی تھی اور یہ عہدہ دار

---

(۱) باایں ہمہ بعض قدیم اختیاراتِ امداد و مداخلت ابھی تک اُن کے پاس تھے اور وہ ان سے کبھی کام بھی لے لیتے تھے۔

"ترس ویری مونتال" کے نام سے موسوم ہوتے۔ چار کی ایک اور جماعت کا کام رومہ کے گلی کوچوں کی دیکھ بھال تھا جنھیں[1] "کواتتور ویری وائیس ان اربی پرگان ویس" کہتے۔ باقی دس کے سپرد اب یہ کام کیا گیا کہ وہ "سنتم ویرال" (یعنی سو سو کی پنچایت یا) عدالتوں کی صدارت کریں۔ ان دس کو "دِسم ویری اس تلی تی بوس جودی کاندیس" کہتے تھے۔

جمہوری حکام گویا مجلس اعیان کے ملکی اور انتظامی عہدہ دار ہوتے تھے۔ صدر کو اس طرح ان سے کوئی مدد نہ ملتی تھی کیونکہ خود عہدہ دار ہونے کی حیثیت سے اس کا کام یہ تھا کہ قنصل یا پرتیور کی مثل اپنے فرائض خود انجام دے۔ اور صدر کے عہدے میں اس خیال کا مضمر ہونا بھی ایک نمایاں پہلو ہے جو صدارت اور بادشاہی کا فرق دکھاتا ہے۔ مذکورۂ بالا اصول کا نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہ جن کاموں کا ذمہ دار تھا اور ان کی جزئیات کو دیگر عہدہ دار و عمال انجام دیتے تھے، وہ سرکاری عہدہ دار نہ سمجھے جا سکتے تھے بلکہ ان کی حیثیت بادشاہ کے خانگی ملازمین کی سی رہ گئی تھی۔ لہذا ایک آزاد غلام صدر کے ماتحت وہ کام انجام دیتا تھا کہ اگر ملک میں علانیہ شخصی بادشاہی ہوتی تو وہ کام سلطنت کے معتمدین یا وزرا کرتے۔ بادشاہ کو اصولاً اس بات کا پورا اختیار تھا کہ جو صوبے براہ راست اس کی حکومت میں دئے گئے ہیں، ان کا صوبہ دار کسی مرتبے کے شہری یا آزاد غلام کو بنا دے۔ لیکن یہ اغسطس کی بڑی دُور اندیشی اور حزم و احتیاط تھی کہ اس بارے میں اس نے قطعی طور پر یہ طریقہ مقرر کر دیا تھا جس پر اس کے جانشین بھی عمل کرتے رہے کہ یہ عہدے صرف اعیان یا خاص خاص حالتوں میں طبقۂ متوسطہ کے افراد کو دئے جائیں۔ انہی متوسطین میں سے جو لوگ صوبوں میں اس کی طرف سے مالیات کے اعلیٰ عہدوں پر مقرر کئے جاتے اور "پروکیوراتور اوگستی" کہلاتے ان کی قابلیت کا معیار بھی خود اغسطس نے مقرر کیا تھا لیکن اس متوسط طبقے کے لوگوں کا رتبہ سمجھنے کے واسطے مزید صراحت کی ضرورت ہے۔

---

(۱) دیکھو آئندہ عنوان (۷)، نیز باب ششم عنوان (۳)

فصل چہارم

متوسطین

۷ ۔ طبقہ متوسّطہ کی اغسطس نے از سر نو تنظیم کی اور اس کی ہیئت ترکیبی اور سیاسی حیثیت دونوں میں تبدیلیاں کیں۔

۱ ۔ ہیئت ترکیبی۔ جمہوریت کے ابتدائی زمانے میں متوسطین (اکوئی تیس) صاحبان فرس) ایسے شہریوں کو کہتے تھے جو بوقت ضرورت رسالے کا کام دے سکیں۔ اور جن کی خدمات کے زمانے میں انھیں سرکاری خرچ سے گھوڑے دیئے جاتے تھے۔ لیکن بعد کے جمہوری زمانے میں متوسطین کی تین قسمیں ہو گئیں۔ اول تو وہ جنھیں گھوڑے سرکار کیطرف سے دیئے جاتے Eques Romanus Equo Publico[1] اور دوسرے وہ جو اپنے گھوڑے خود فراہم کرتے اور تیسرے وہ جو اپنی املاک یا دیگر وجوہ سے رسالے میں داخل ہونے کا حق تو رکھتے تھے لیکن جنگی خدمت انجام نہ دیتے تھے۔ ان دونوں قسموں کے افراد رومی محاورے میں صحیح طور پر "نایت" یا "صاحبان فرس" کہلانے کے مستحق نہ تھے لہٰذا ان دونوں آخری قسموں کو اغسطس نے یک قلم متوسطین کے گروہ سے خارج کر دیا اور اس طرح جمہوریت کے بالکل ابتدائی نظام کی طرف عود کیا۔ چنانچہ اب ہر نایت کے مصارف سرکار کے ذمہ ہو گئے اور پورا طبقہ متوسّطہ اسی قسم کے سواروں پر مشتمل ہو گیا۔

۲ ۔ داخلہ۔ سرکار کی طرف سے گھوڑے دے کر لوگوں کو متوسّطین کے طبقے میں داخل کرنے کا کام خود بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کے استحقاق کی یہ وجوہ قرار دیں کہ اس شخص کا نام طبقۂ متوسطہ کی فہرست میں درج ہو۔ آزاد ماں باپ کا بیٹا ہو۔ اور صحت جسمانی اور چال چلن کا اچھا ہو۔ ان میں آزادی کی شرط کی بادشاہی

---

[1] اسے تخفیف کر کے صرف Equo Publico بھی کہتے تھے۔ مگر جمہوریت کے بعد کے زمانے میں جب بعض نایت اپنا ذاتی گھوڑا رکھنے لگے تو "ایکوئیس پبلی کو" اور "ایکوئیس رومانوس" مرادف الفاظ نہیں رہے۔

زمانے میں چنداں سختی سے پابندی نہ کی جاتی تھی اور اکثر موالی یعنی آزاد شدہ غلاموں کو نایت کے رتبہ سے سرفراز کردیا جاتا تھا۔ ارکان مجلس کے بیٹے محض اپنی ولادت کی بنا پر نایت کا رتبہ رکھتے تھے اور اس طرح اعیان کی اولاد کو مجلس اعیان تک پہنچنے سے پہلے لازمی طور پر نایت کی منزل سے گزرنا ہوتا تھا۔ اعیان و نایت "طبقیین" Ordo Uterque کہلاتے تھے اور ان دونوں میں نام درج کرنے کے لئے ایک خاص سرکاری محکمہ Census Equitum Romanorum قائم تھا کہ ان کے استحقاق کی تحقیق و تنقیح کرے۔

۳ - میعاد عمری۔ اغسطس نے ایک جدت یہ بھی کی کہ نایت کے رتبے کے لئے عمر بھر کی میعاد مقرر کی۔ اب بجز اس کے کہ بطور سزا اس کا رتبہ گھٹا دیا جائے یا اس کی آمدنی متوسطین کی مقررہ شرح (۴ لاکھ سسترکے) سے کم رہجائے کوئی نایت اس طبقے سے خارج نہ ہوتا تھا۔ البتہ اگر وہ مجلس اعیان میں منتخب یا پیادہ جیوش میں بھرتی ہو جائے تو وہ دوسری بات ہے۔ شاہی میں پیادہ فوج کی ملازمت میں ایسی دلکشی ہوگئی تھی کہ جا بجا اُن نایتوں کی مثالیں ملتی ہیں جو اپنا درجہ چھوڑ کر کسی جیش میں یوزباشی یا "یک صدی" (سِنتوریاں) ہو جاتے تھے۔

۴ - اِکوِئی توم پروبیشیو، یہ پرانا دستور تھا کہ وہ رومی سوار جنھیں سرکار کی طرف سے گھوڑے ملتے تھے، ہر سال وسطِ جولائی میں پوری طرح آراستہ و پیراستہ ہو کر مارس کے مندر کے دروازے "پورتا کاپینا" سے سوار ہو کر نکلتے اور پہلے بڑے چوک (فورم) پر پہنچ کر اپنے مربی دیوتاؤں کاستور و پولوکس کے نام کی بھینٹ چڑھاتے اور پھر کاپی تول کی طرف جاتے تھے۔ ان کے اس جلوس کا نام "ترانس وِک شیو اکوِی توم" تھا مگر کچھ مدت سے یہ رسم متروک ہو چکی تھی۔ اغسطس نے اسے دوبارہ رواج دیا اور جلوس کے ساتھ "اکوِئی توم پروبیشیو" یعنی ان کے جائزے یا موجودات کا طریقہ جاری کیا۔ ہر نایت ترتیب کے ساتھ اپنے اپنے ترمے یا جوق میں بادشاہ کے سامنے سے گزرتا اور ہر ایک کا نام بہ آواز بلند پکارا جاتا تھا۔ جن لوگوں نے کوئی قابل سرزنش کام کیا ہو اُن کے نام نہ پکارے جاتے تھے اور اس کے معنی یہ تھے کہ وہ اس طبقے سے خارج کردئے گئے۔ اس موقع پر بادشاہ گویا وہ کام انجام دیتا تھا جو پہلا سے قبل محتسبوں کے فرائض میں داخل تھا اور اس میں تین یا دس ارکان مجلس جو خاص اسی غرض سے مقرر کئے جاتے

اسے مدد دیتے تھے۔

۵۔ تنظیم۔ متوسطین چھ ترمیوں میں تقسیم تھے اور ہر ترمی کا سردار سویری کہلاتا تھا۔ ان سرداروں کو بادشاہ خود نامزد کرتا اور وہ دیگر حکام کی مثل ہر سال بدلتے رہتے تھے۔ ہر سال فوجی کرتب Ludi Sevirales کی نمایش کرنا، سویریوں کے فرائض میں داخل تھا۔ مگر یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئیے کہ یہ نایت مجلس اعیان کی مثل کوئی باقاعدہ سیاسی جماعت نہ تھے نہ سمجھے جاتے تھے۔ کسی کام کو خود کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی کارگر ذریعہ یا مشترکہ قوت نہ تھی نہ کوئی مشترکہ خزانہ۔

۶۔ امتیازات۔ فوجی چغہ جسے ترابیا کہتے تھے، اور کرتے پر قرمزی رنگ کا پتلا کنارا (انگستوس کلاوس) رومی متوسطین کا مخصوص لباس تھا۔ ان کے ہاتھ میں سونے کا ایک چھلا ہوتا اور یہ رتبۂ نایت کی ایسی ممتاز نشانی تھی کہ بادشاہ کا طلائی چھلا عطا کرنا ہی نایت بنائے جانے کی علامت ہو گیا۔ اعیان کے بچوں کی مثل نایتوں کے بچے سونے کا طوق Bulla پہننے کے مجاز تھے۔ تماشا گاہ میں اول چودہ قطاریں "نایتوں کے واسطے مخصوص ہوتی تھیں اور کشتیوں کے دنگل اور گھڑ دوڑ کے موقعوں پر سرکس میں بھی اغسطس نے (۵ سنہ ق م میں) ان کی نشست کیلئے خاص مقام مقرر کر دیا تھا۔

۷۔ سرداروں کی خدمات۔ نایتوں کی تنظیم سے اغسطس کا خاص اور جنگی مقصد یہ تھا کہ فوج کے لئے قابل سردار بہم پہنچائے جائیں۔ فوجی عہدوں سے اعیان کو اس نے بالکل خارج کر دیا تھا البتہ اس طبقے کے لوگ مجلس اعیان میں داخل ہونے سے پہلے ابتدائی عمر میں نایت ہوتے تھے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اس وقت وہ "ملیشیا" ہیں باقاعدہ خدمت انجام دیتے تھے، لیکن فوجی عہدوں سے یہاں اعلیٰ سپہ سالاری مراد نہیں بلکہ ماتحت عہدے مراد ہیں جو تین قسم کے ہوتے تھے: (۱) "پری فاک ترا کوہورتیس" یعنی ایک "کوہورت" یا عشر جیش کے سردار۔ (۲) "تری بونا توس ملی توم" یعنی جیش کے تری بیون (۳) "پری فاک ترا الی" یا سواروں کے ایک دستے کے سردار۔ ان "مناصب متوسطین" Militiæ Equestres پر لوگوں کا تقرر بحیثیت اعلیٰ سپہ سالار ہونے کے خود بادشاہ کرتا تھا اور معلوم ہوتا ہے اغسطس نے ان خدمات کو

انجام دینا نایتوں کا ضروری فرض قرار دیا تھا۔ چونکہ یہ عہدے صرف نایت پا سکتے تھے لہٰذا عام سپاہیوں کو ترقی کر کے سرداری کے رُتبے تک پہنچنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ تاہم اکثر ایسا ہوتا کہ جن سپاہیوں نے کارنمایاں انجام دئے اور "یوز باشی" کے اول درجے تک ترقی کر لی، انھیں بادشاہ کی طرف سے طبقۂ متوسطہ میں داخلے کی اجازت ملجاتی اور وہ تری بیون یا پری فکت کے عہدے سے سرفراز ہو سکتے تھے۔ یوز باشی (سنتوریاں) اس زمانے میں ایک حد تک ہمارے ہاں کے "نون کمیشنڈ" (دفعدار، حوالدار وغیرہ) عہدہ داروں کے مثل ہوتے تھے، عام طور پر فوجی سردار کئی کئی سال تک اپنے عہدے پر رہتے اور "شش ماہہ تری بیونی" Tribunates Semestris [ع۱] کا عہدہ حاصل کرنا جس سے چھ ماہ کے بعد دست بردار ہو سکتے تھے، خاص امتیاز سمجھا جاتا تھا۔

۸ - نایتوں کی نوکری، جُوری میں - ۱۲۲ ق م میں کائس گراکوس نے قرار دیا تھا کہ عدالت میں پنچ Judices صرف نایت بنائے جائیں۔ چالیس برس بعد (۸۱ ق م) سلا نے یہ خدمت پھر مجلس اعیان کے تفویض کر دی۔ آخر ۷۰ ق م میں اورلیوس کوتا کے قانون کی رو سے مصالحت کی یہ بین بین صورت اختیار کیگئی کہ پنچوں یا جوری والوں کی ایک فہرست تین گروہوں سے جنھیں "دکوریا" کہتے تھے، تیار کی جائے: ان میں سب سے پہلے خاص اعیان کا گروہ تھا پھر "اکوپیلی کو" قسم کے نایتوں کا اور تیسری خزانہ دار تری بیونوں کی جماعت تھی۔ اور چونکہ یہ تیسرا گروہ اگرچہ "اکوپیلی کو" میں شامل نہ ہوتا تھا لیکن متوسّطین کی فہرست اسی کے پاس ہوتی اور وہ طبقۂ متوسط ہی میں داخل تھا، لہٰذا درحقیقت قانون مذکور کی رو سے جوری میں اکثریت نایتوں ہی کی رہی۔ پنچوں کی کل تعداد نوسو مقرر کی گئی تھی اور ہر ۳ گروہ سے تین تین سو آدمی لے لئے جاتے تھے۔

۴۶ ق م تک مذکورہ بالا قانون پر عمل ہوتا رہا لیکن اس سال سیزر نے خزانہ دار تری بیونوں کے تیسرے گروہ کو خارج کر دیا اور ان کی بجائے بھی خالص نایت (اکوپیلی کو) جوری میں داخل کئے۔ مگر اب اغسطس نے طبقۂ اعیان کو اس حق سے

---

(۱) دیکھو آئندہ باب پنجم عنوان ۷

بالکل محروم کردیا اور پہلے تین "دکوریا" یا گروہ بجنسہ رکھنے کے علاوہ ایک چوتھے گروہ کا اور اضافہ کیا جس میں وہ لوگ شامل تھے جو طبقۂ متوسطہ کی مقررہ آمدنی کے نصف سے کچھ زیادہ آمدنی رکھتے تھے اور ان میں سے جو پنچ مقرر کئے جاتے وہ صرف معمولی قسم کے دیوانی مقدمات میں شریک کئے جا سکتے تھے۔ ان کی عمر بھی کم سے کم تیس برس کی ہونی لازمی تھی اور اغسطس کے زمانے تک یہ حق رومہ اور اطالیہ کے باشندوں کے سوا اور کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔

۹۔ نایتوں کا تقرر سرکاری عہدوں پر۔ اغسطس نے جو فوجی عہدے اور پنچایت کے حقوق متوسطین سے مخصوص کر دئے اور اعیان کو ان سے محروم کر دیا تو یہ گویا گراکوس کے اس منصوبے کی تکمیل تھی کہ متوسطین کا رتبہ بڑھا کر انھیں بھی اعیان کی شرکت میں سلطنت کا ایک رکن بنا دیا جائے۔ لیکن اغسطس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ نظم و نسق کے بڑے بڑے عہدوں اور سرکاری خدمات کو بھی متوسطین و اعیان میں تقسیم کر دیا۔ اس تقسیم میں عام اصول یہ مدنظر رکھا تھا کہ وہ انتظامی کام جن کا زیادہ تر بادشاہ کی ذات سے تعلق تھا، متوسطین کے حوالے کر دئے تھے۔ لیکن جنگی جیوش کی نیابت (سپہ سالاری) اراکین مجلس ہی کو مل سکتی تھی اور اسی طرح اُن صوبوں کی ولایت، جو جمہوریت کے زمانے میں مفتوح و ملحق ہوئے تھے۔ البتہ جن صوبوں کا جمہوریت کے بعد الحاق کیا گیا تھا جیسے مصر، نوری کم اور ریتیہ وہ نایتوں کے تفویض کر دئے جاتے تھے اور اسی طرح ایسے نئے محکمے جیسے بیڑا، امدادی افواج وغیرہ۔ مالیات کے عہدے، وصول مالگزاری کی خدمات اور اطالیہ اور رومہ کے وہ عہدے جو بادشاہ نے اپنی تحویل میں لے لئے تھے اور جن کا حال آیندہ پانچویں باب میں بیان ہوگا، صرف نایتوں کو دئے جاتے تھے۔ جمہوریت کے زمانے میں مستاجری Publicani کا کام عام طور پر متوسطین ہی کرتے تھے اور اس میں انھیں بہت نفع تھا لیکن چونکہ اب شاہی صوبوں میں مالگزاری براہِ راست زمینداروں سے وصول کی جاتی تھی لہذا نایتوں کی وساطت، جس کے طفیل وہ بہت کچھ روپیہ کماتے اور سیاسی اقتدار حاصل کرتے تھے، باقی نہیں رہی البتہ اس نقصان کی ایک حد تک تلافی اس طرح ہو جاتی تھی کہ اب صوبوں میں وصول مالگزاری کی خدمت سرکاری طور پر صرف نایتوں کو دی جاتی تھی

یہ عہدہ دار "پروکیوراتوراوگستی" کہلاتے اور صدارت کے زمانے میں مستاجروں کی بجائے سرکاری ملازمین کی ایک جماعت بن گئے تھے۔ ان میں جو بادشاہ کی سرکار میں زیادہ معزز عہدوں پر فائز ہوتے انھیں "اکوتی اس تری" (یعنی عمائد متوسطین) کہا جاتا تھا

۱۰۔ نائیتوں کی رکنیت مجلس تک ترقی، اراکین مجلس کی اولاد میں جو لوگ طبقۂ اعیان سے ہوتے، اُن کا رکن مجلس ہونے سے قبل متوسطین یا نائیتوں ہی میں شمار ہوتا[1] لیکن ان کا گروہ تمام متوسطین سے علیحدہ اور ممتاز تھا اور وہ صرف عارضی طور پر نائیت رہتے ورنہ ان کا لباس وہی ہوتا جو خاص طبقۂ اعیان کی نشانی تھا اور وہ معمولاً پچیس برس کی عُمر میں مجلس اعیان کی رکنیت حاصل کرلیتے تھے۔ دیگر متوسطین کیلئے جو ازروئے نسب طبقۂ اعیان سے تعلق نہ رکھتے، مجلس اعیان تک پہنچنے کا کوئی مقررہ قاعدہ نہ تھا۔ البتہ بادشاہ احتسابی اختیارات سے کام لے کر نائیتوں کو اپنے حق "انتخاب" (اولک شیو) کی بنا پر مجلس میں داخل کرسکتا تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے یہ بھی دستور مقرر ہوگیا تھا کہ فوج خاصہ (پری تورین گارد) کا اعلیٰ سردار جب وہ اپنے عہدے سے علیحدہ ہوتا تو مجلس اعیان میں داخل کرلیا جاتا تھا۔

توضیحات وحواشی

۱۔ زمانۂ بادشاہی کے محاصل و مداخل

خاص خاص محاصل اور آمدنی کے ذرایع کی فہرست ذیل میں درج ہے:۔

(ملاحظہ ہو مسٹر ڈبلیو آرنلڈ کی کتاب "رومن پراونشل اڈمنس ٹریشن" نیز مضامیں بعنوان "تری بیوتوم" و "وکتی گالیہ")۔

(۱) صوبوں کا سرکاری لگان (۲) "انونا" Annona یعنی غلّے کی سالانہ رسد رسانی خواہ صرف ان افواج کے واسطے جو صوبوں میں متعین تھیں خواہ "اتوناسوی کا" جو مصر پر عائد کیا گیا تھا کہ شہر روما کی ضروریات پوری کریں۔ (۳) محصول تجارت بہ حساب فی تاجر (۴) اطالیہ اور بیرونی صوبوں کی سرکاری اراضی کی آمدنی (۵) شاہی املاک زمین کی

[1] "اولاد" میں بیٹے، پوتے اور پرپوتے بھی داخل ہوتے تھے لیکن تیسری پشت کے آگے یہ حق زائل ہوجاتا تھا۔

جن میں پورا ملک مصر داخل ہے، آمدنی۔ یہ شاہی اراضی تین قسم کی ہوتی تھیں۔ قابل کاشت، چراگاہ۔ اور معادن۔ (۶) "وی کیسی ماہری وی تاتوم" یعنی میراث پر محصول جو اغسطس نے اطالیہ میں لگایا تھا گروہ بیرونی صوبوں میں نہیں لیا جاتا تھا۔ (۷) محصول کرور گیری (پورتوریا) (۸) "کن تسی ماریر ومم ونالیوم" یا اغسطس کا جاری کردہ یک فیصدی محصول اشیائے فروختنی پر۔ (۹) غلاموں کی خرید پر محصول چہار فیصدی Quintaet Manicipiorum Venalim Vicesima جسے سب سے اول اغسطس نے جاری کیا۔ (۱۰) مجرمین کی املاک ضبط شدہ (۱۱) املاک لاوارث (۱۲) "اوروم کورونار یوم" وہ محصول یا نذرانہ جو ہر بادشاہ کی تخت نشینی پر اطالیہ اور بیرونی صوبوں کی طرف سے پیش ہوتا۔ کہنے کو یہ نذرانہ اختیاری تھا لیکن حقیقت میں مجبوراً ادا کرنا پڑتا تھا۔

ب۔ "اکتا دیورنا"

آج کل کے اخبارات یا سرکاری جرائد اعلامیہ سے مماثل کوئی چیز قدیم رومہ میں تھی تو وہ یہی "اکتادیورنا" تھے۔ انھیں سرکاری نگرانی میں شایع کیا جاتا تھا اور ان میں (۱) شہر رومہ کی اموات و ولادات کے اعداد۔ غلّے کی رسد رسانی کی تفصیلی اطلاع اور صوبوں سے مالگزاری کی موصولہ رقوم کا حساب ہوتا۔ (۲) "اکتا فورن شیا" یعنی حکّام کے احکام اور مقدمات عدالت وغیرہ کا خلاصہ درج ہوتا (۳) مجلس اعیان کے احکام اور فیصلوں کا لبّ لباب (اکتا سناتوس) (۴) صفحے کا ایک خانہ درباری حالات کے متعلق تھا جس میں خاندان شاہی کے افراد کا حال تحریر ہوتا۔ اور (۵) عجیب عجیب واقعات آتش زدگی کھیل تماشوں کی فہرست اور مختلف گپ شپ بھی درج ہوتی تھی، (دیکھو ولکنس کا مضمون "اکتا" ڈکشنری اوف گریک اینڈ رومن انٹی کوی ٹیز پیس)

باب چہارم
اغسطس کے اہل وعیال
بادشاہی کو موروثی کرنے کی تدابیر

ذیلی عنوانات (۱) حل طلب مسائل (۲) اغسطس کی شادیاں - لی ویہ - شاہی خاندان کی سیاسی وقعت (۳) جانشینی کا مسئلہ "کون سو رام پر یائی"۔ اگری پا کا مرتبہ (۴) اغسطس کا پہلا منصوبہ - مارسلوس اور جولیہ - اغسطس کی علالت - مارسلوس کی وفات (۵) اغسطس کا دوسرا منصوبہ - اگری پا کی شادی جولیہ کے ساتھ - اگری پا کی وفات (۶) تی بریوس کی شادی جولیہ کے ساتھ - تی بریوس کا مرتبہ - گایوس ولوسیوس سیزر - (۷) جولیہ کی بدأطواری اور جلا وطنی - اغسطس کا تیسرا منصوبہ - تی بریوس کا شریک بادشاہ بنایا جانا اور آیندہ اس کی جانشینی کا یقین ؛

(۱) جس وقت اغسطس سلطنت کا نیا آئین تیار کر رہا تھا، اس وقت بہت سے انتظامی، جنگی اور خارجی مسائل بھی حل طلب در پیش تھے - مشرق میں ہمسایہ سلطنتوں سے رومی سلطنت کے سیاسی تعلقات کو درست و باقاعدہ بنانا تھا، شمال میں رہائن و دین یوب پر حدود سلطنت کو جرمن وحشیوں سے حفاظت اور نیز اس کام کی تکمیل کرنی تھی جسے اس کے باپ سیزر نے شروع کیا تھا - داخلی معاملات میں اُسے روما اور اطالیہ کے نظم و نسق کی اصلاح مدنظر تھی اور اگر مجلس اعیان اپنے فرائض مفوّضہ کی انجام دہی سے قاصر رہے، تو اس کی بجائے یہ کام بھی اپنے ہاتھ میں لینا تھا۔ اسی طرح رومی صوبوں کے نظم و نسق میں جو ابتری جمہوریت کے زمانے میں مجلس اعیان کی شرمناک نالائقی سے پیدا ہو گئی تھی، اسے رفع کرنا تھا۔ ان سب باتوں کے ساتھ اُسے لوگوں کو اس طرح خوش رکھنا ضروری تھا کہ خود اس کا رتبہ و اقتدار محفوظ رہے۔ بہ الفاظ دیگر، اسے یہ خیال رکھنا تھا کہ عوام و امرا کے شغل اور سیر و تفریح کا سامان مہیا رہے - آخر میں اسے مستقبل پر نظر رکھنی اور ایسی پیش بندیاں کرنی تھیں کہ وہ نظام

حکومت پائیدار و مستقل ہو جائے جسے اُس نے ایجاد کیا تھا۔ اغسطس کا یہی آخری عقدہ اور اس کے حل کرنے کی تدبیریں نیز اپنی حکومت کے آئندہ وارث کے انتخاب میں اسکی ناکامیاں اس باب کا موضوع ہے لہذا مناسب ہوگا کہ سب سے پہلے اس کے اہل و عیال اور خاندان کے ٹھیک ٹھیک حالات ہمارے پیش نظر ہوں۔

(۲) اغسطس کی تین شادیاں ہوئیں:۔ ۱۔ اول وہ پی سروی لیوس ای سوری کوس کی بیٹی سے منسوب تھا لیکن سیاسی اغراض کی بنا پر اسے چھوڑ کر کلودیہ بنت فل ویہ سے شادی کرنے پر آمادہ ہو گیا تاکہ اس کے سوتیلے باپ ام انتونی سے مصالحت کی توثیق ہو جائے مگر اس کی ماں (فلویہ) سے اغسطس کا کچھ جھگڑا ہو گیا اور اسی وجہ سے اس نے شادی کی تکمیل سے پہلے کلودیہ سے بھی قطع تعلق کر لیا۔ ۲۔ اس کی دوسری بیوی اس کری بونیہ پہلے دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھی۔ اغسطس نے اس کے ساتھ بھی ملکی مصالح کی بنا پر شادی کی کہ سکستوس پومپیئوس کو رضامند کر لے جو اس کری بونیہ کے بھائی لیبو کا داماد تھا۔ اس بیوی سے اغسطس کے ۳۹ سنہ ق م میں ایک اولاد اور وہ بھی بیٹی پیدا ہوئی جسے اس بنا پر اغسطس کی بدنصیبی کہہ سکتے ہیں کہ اگر بیٹا ہوتا تو غالباً اسے اس درجہ تشویش و آلام برداشت نہ کرنے پڑتے۔ اغسطس کی اس بیٹی کا نام جولیہ تھا، تی بریوس کلودیوس نیرو کی مطلقہ بیوی لی ویہ سے شادی کرنے کے لئے اغسطس نے ۳۸ سنہ ق م کیس اسکری بونیہ کو طلاق دے دی۔ لی ویہ خود بھی اسی کلودی خاندان کی بیٹی تھی اور جیسا کہ اس کے باپ "لی ویوس دروسس کلودیانوسس" کے نام سے ظاہر ہے وہ اصل میں کلودی خاندان کا آدمی تھا اور صرف متبنی کی حیثیت سے لی ویائی کنبے میں داخل ہوا۔ اغسطس کی یہ بیوی صاحب جمال اور عمدہ صفات سے متصف تھی وہ دل سے اُسے چاہتا تھا اور اس سے اپنی اولاد نہ ہونے کا ہمیشہ اغسطس کو سخت قلق رہا البتہ لی ویہ کے پہلے شوہر سے دو بیٹے تھے، تی بریوس کلودیوس نیرو (ولادت ۴۲ سنہ ق م) اور نیرو کلودیوس دروسوس جو ۳۸ سنہ ق م میں اغسطس سے شادی کر لینے کے بعد پیدا

ہوا اور لوگ شبہ کرتے تھے کہ وہ دراصل اغسطس ہی کا بیٹا ہے ۔

اپنی بیٹی جولیہ اور بیوی لی ویہ کے علاوہ ایک عورت اور بھی تھی جسے بادشاہ کے مزاج میں بہت درخور اور اس زمانے کے معاملات میں بہت کچھ دخل حاصل تھا۔ یہ اغسطس کی بہن اکتاویہ تھی۔ وہ دو دفعہ بیاہی گئی یعنی اس کی پہلی شادی سجی کلودیوس مارسلوس کے ساتھ ہوی اور پھر سیاسی وجوہ سے ام انتونی سے عقد کیا گیا۔ پہلے شوہر سے اس کے تین بچے ہوے تھے۔ ایک بیٹا ام کلودیوس مارسلوس اور دو بیٹیاں کہ اُن دونوں کا ایک ہی یعنی "مارسلہ" نام تھا۔

اس مقام پر مختصر طور سے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ بادشاہ کے خاندان والوں کا ملکی مرتبہ کیا تھا۔ واضح رہے کہ بادشاہ کے خاندان یا اہل وعیال ہیں بادشاہ کے بیٹا بیٹی اور صرف اولاد نرینہ کی اولاد اور بادشاہ کی بیوی نیز اولاد نرینہ کی بیویاں داخل تھیں۔ اس حساب سے لی ویہ اور جولیہ شاہی خاندان میں شامل تھیں لیکن اکتاویہ اور نیز جولیہ کی اولاد اس میں داخل نہ تھی البتہ جب اغسطس نے جولیہ کے بچوں کو گود لے لیا تو وہ اس کے خاندان میں داخل سمجھے جانے لگے، ان شاہی خاندان والوں کو تری بیونوں کی مثل برگزیدہ اور آزار وگزند سے ماوریٰ مانا جاتا تھا اور چونکہ اس امتیازی خصوصیت کی بنا حکومت ثلاثہ کے زمانے میں پڑی تھی لہٰذا یہی وجہ ہوئی کہ اکتاویہ بھی شاہی اہل وعیال میں داخل نہ ہونے کے باوجود اس تری بیونی فضیلت سے بہرہ مند ہوگئی۔ لیکن یہ حق اسے اغسطس کی بہن ہونے کی وجہ سے نہیں حاصل ہوا بلکہ انتونی کی زوجہ ہونے کے باعث ملا تھا۔ کچھ عرصے بعد رسم ہوگئی تھی کہ سپاہی "بادشاہ کے پورے خاندان کی" وفاداری کا حلف اٹھاتے تھے مگر خود اغسطس کے زمانے میں اس کا سراغ ملنا دشوار ہے[1]۔ یوں بھی ابتدائی بادشاہوں کے دور میں اُن کے خاندان والے شاہانِ مابعد کے اعزا کی نسبت بہت کم اعزاز و امتیاز رکھتے تھے۔

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ نیرو کے زمانے میں یہ رسم موجود تھی ۔

(۳) ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آئینی طور پر بادشاہ صدارت کے لئے آیندہ جانشین مقرر کرنے کا مجاز نہ تھا۔ کیونکہ اس عہدے پر نامزد ہونے یا اسے وراثتاً پانے کے حق کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا تھا۔ نظر بر ایں اغسطس کو ایک اور چارۂ کار تلاش کرنا پڑا کہ آئین کی خلاف ورزی بھی نہ ہو اور اسے ایک لایق جانشین بھی مل جائے کہ جس نظام حکومت کی اس نے بنیاد رکھی تھی وہ اس کی آنکھ بند ہوتے ہی برباد نہ ہو جائے اس غرض کے لئے اغسطس نے ایک نیا عہدہ تجویز کیا جس کا کوئی اصطلاحی نام نہ تھا لیکن ہم اسے "شریک حکومت" کے مرادف سمجھ سکتے ہیں۔ یہ اختیارات شاہی میں ایک شریک یا رفیق (کون سورس) کا تقرر تھا جس میں کوئی آئینی دقت پیش نہیں آئی کیونکہ رومی قانون اور نظم ونسق میں اشتراکی حکومت کوئی نئی چیز نہ تھی اور شاہی کے دو جز یعنی صوبوں کی امارت اور تری بیونی میں ایک سے زیادہ اشخاص شریک ہو سکتے ہی تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ بادشاہ کا یہ شریک رہتے میں اس کے مساوی نہ تھا۔ اسکی حیثیت محض ایک معاون کی تھی ورنہ صدر اور اغسطس صرف ایک ہی شخص ہو سکتا تھا بلکہ درحقیقت اغسطس کے مقابلے میں اس کا شریک قریب قریب وہی درجہ رکھتا تھا جو قنصل کے مقابلے میں ایک پری تور کا ہوتا تھا۔

اس طرح عملاً ایک جانشین تیار کرنے کی تدبیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ صوبہ داری اور تری بیونی کے چند نئے اور غیر معمولی عہدوں کی بنا پڑ گئی جو معمولی عہدہ داروں اور صدر کے بین بین مرتبے رکھتے تھے۔ صدر کی وفات کے بعد اس کے شریک کا اگرچہ کوئی قانونی استحقاق نہ تھا لیکن عملاً وہی جانشینی کا حق دار ہو جاتا تھا اور کسی بڑے ہنگامے یا ملکی انقلاب کے سوا، بالعموم اور کوئی سبب ملک میں سب سے بڑا مرتبہ حاصل کرنے میں اس کے مانع نہ آتا تھا۔

شریک بادشاہی کو اول اول صوبہ داری کے اختیارات دئے گئے تھے بعد میں تری بیونی قوت بھی مل گئی۔ اغسطس کے زمانے تک یہ دونوں عہدے چند سال کی اسی مقررہ میعاد کے واسطے (جو ایک سال سے ہمیشہ زیادہ ہوتی تھی) عطا ہوتے جو عام عہدہ داروں کے واسطے مقرر تھی۔ افواج کی سپہ سالاری بادشاہ کی طرح، شریک کے ہاتھ میں نہ تھی لیکن عام طور پر اسے کسی خاص حصہ

فوج کی سرداری مل جاتی تھی - اس کا لقب "امپراطور" نہ ہوتا نہ وہ لورل کا تاج نما حلقہ پہنتا اور نہ سالانہ منت و دعا میں اس کا نام بادشاہ کے ساتھ لیا جاتا تھا البتہ اسے اپنی مورت نصب کرانے کا حق تھا اور اس کی تصویر سکوں پر بھی کندہ ہوتی تھی -

بادشاہ کا کوئی شخص بھی شریک مقرر ہو سکتا تھا لیکن یہ قدرتی بات تھی کہ بادشاہ اس اعزاز کے لئے اپنے فرزند کو انتخاب کرے چنانچہ آگے چلکر یہ ایک مسلمہ دستور ہو گیا کہ بادشاہ کا بیٹا اس کا شریک ہو - اس طریقے میں معمولی رعایا کے تخت شاہی کے قریب تک پہنچنے کا اندیشہ نہ تھا اور بادشاہ کی یہ تمنا بھی پوری ہو جاتی تھی کہ بادشاہی آیندہ اسی کے خاندان میں رہے - لاولد ہونے کی صورت میں بادشاہ اپنے کنبے کے جس شخص کو چاہتا آیندہ جانشینی کے لئے اپنا متبنیٰ کر لیتا اور چونکہ ایسے متبنیٰ بیٹے پر بھی اسے کامل حقوق پدری حاصل ہوتے تھے لہذا متبنیٰ بنانے میں جو خرابیاں ہوتی ہیں ان کا زیادہ اندیشہ نہ تھا -

لیکن یہ دستور کچھ عرصے کے بعد رومی بادشاہی کا لازمی جزو بنا ورنہ اغسطس کا سب سے پہلا شریک اگریپا تھا جو اس کی بھانجی مارسلہ سے بیاہا تھا ۲۲ء سے قدام سے کچھ دن پہلے اگریپا کو "پروقنصلی امارت" بھی عطا ہو گئی تھی اور گو یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اغسطس اسے اپنا آیندہ وارث بنانا نہ چاہتا تھا بلکہ اپنے اس جاہ طلب اور بے نظیر رفیق کو خوش دل رکھکر کام لینے کے لئے اسے یہ اعزاز و مناصب اگریپا کو دینے پڑے تھے - لیکن اتفاقی واقعات کچھ ایسے پیش آئے کہ اگریپا اگر اغسطس کا یقینی وارث نہیں تو قریب قریب وارث ہی سمجھا جانے لگا -

(۴) جب لی و یہ سے اغسطس کو اولاد کی امید نہ رہی تو اسے اپنی وراثت کا کچھ اور فکر کرنا پڑا - خود اپنے کنبے میں کسی کو بیٹا بنا لینے کی تین صورتیں ممکن تھیں - اول تو یہ کہ گو اس کے بیٹا نہ تھا لیکن جولیہ کے بطن سے نواسہ ہونے کی امید تھی - دوسرے وہ اپنی بہن کے بیٹے کو گود لے سکتا تھا اور یا یہ کہ

ملہ اکتاویہ کے انتونی سے بھی اولاد تھی مگر معلوم ہوتا ہے اس معاملے میں اس سے بالکل قطع نظر کر لی گئی تھی -

اپنے ربائب (یعنی پہلے شوہر سے لی ویہ کے بیٹوں) میں سے کسی کو متبنیٰ کرسکتا تھا۔
اغسطس کا پہلا منصوبہ یہ تھا کہ جولیہ کی شادی اپنے بھانجے مارسلوس کے ساتھ کردی جائے۔ کہ مذکورۂ بالا صورتوں میں سے دوایک جگہ جمع ہو جائیں اور بھانجے کے توسط سے بادشاہی اس کے نواسے کو پہنچ جائے۔ مارسلوس سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ نہایت ہر دلعزیز نوجوان تھا اور ماموں کا بہت چہیتا بھانجا تھا۔ جولیہ سے اس کی شادی کی رسم ۲۵ ق م میں منائی گئی۔ خود اغسطس ان دنوں ہسپانیہ جاکے سخت علیل ہوگیا تھا لہٰذا اس کی طرف سے پدر وکیل کا فرض اگریپا نے (جو دولھا کا بہنوئی بھی تھا) ادا کیا۔ سال آیندہ مارسلوس کیوریول اوائل کے عہدے پر سرفراز ہوا اور مجلس اعیان کی ایک قرارداد نے اسے مقررہ قانونی عمر سے دس برس پہلے قنصلی کے لئے اپنا نام پیش کرنے کی اجازت دے دی۔ اسی کے ساتھ اغسطس کے ربیبی فرزند تی بریوس کو کواستور بنائے جانے کی منظوری دی حالانکہ وہ مارسلوس سے بھی چھوٹا تھا۔ گر عجب نہیں کہ اس رعایت سے لی ویہ کو خوش کرنا مقصود ہو جیسے ممکن ہے کہ اکتاویہ کے بیٹے (مارسلوس) اور اپنی سوتیلی بیٹی (جولیہ) کا اعزاز واکرام دیکھکر حسد ہوا ہو۔

لیکن لی ویہ کو تو حسد ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، البتہ ایک اور شخص ایسا تھا جسے مارسلوس کے ساتھ یہ رعایت ومہربانی یقیناً بہت ناگوار گزری اور وہ مارسلوس کو اپنا ناگہانی رقیب سمجھنے لگا۔ ہماری مراد اگریپا سے ہے۔ جس کی شاہی خاندان میں مارسلہ سے شادی کا حال ہم پہلے بیان کرچکے ہیں دوسال تک متواتر وہ اغسطس کے ساتھ قنصل منتخب ہوا تھا اور اگر اغسطس صدر تھا تو اگریپا عام طور پر اس کے بعد باقی سب سے افضل سمجھا جانے لگا تھا۔ خاص کر مشرقی علاقوں میں، جہاں لوگ اکثر اصل واقعات کو کچھ کا کچھ سمجھ جاتے تھے، اگریپا بادشاہ کے ساتھ برابر کا شریک حکومت مانا جاتا تھا۔ وہ اپنے نوجوان سالے کی طرح ہر دلعزیز نہ تھا لیکن سب اس کا ادب کرتے تھے۔ اس کے گذشتہ کارنمایاں اور اعلیٰ قابلیت کا ہر شخص معترف تھا اور اس کا اپنے مستقبل کے متعلق بڑی بڑی امیدیں قائم کرنا کچھ بیجا بات نہ تھی۔ ۲۷ ق م میں جب اغسطس رومہ سے باہر گیا کہ غالیہ اور ہسپانیہ کے نظم ونسق پر پورے اطمینان سے توجہ کرے تو اس کی کئی سال (یعنی ۲۴ ق م تک) عدم موجودگی میں رومہ میں کوئی فتنہ وفساد برپا نہ ہوا حالانکہ اغسطس باضابطہ طریق پر اپنا کوئی نائب بھی کام کرنے کے لئے رومہ میں مقرر نہیں کرگیا تھا۔ اور بے شبہ یہ امن وسکون ایک حد تک اگریپا کے ذاتی رسوخ واثر کی بدولت

قائم رہا۔ کیونکہ گو اسے کوئی سرکاری عہدہ اس وقت حاصل نہ تھا[۱] مگر ان سنین میں وہ رومہ ہی میں مقیم تھا۔

[۲۳] سنہ ق م یعنی اپنی گیارھویں قنصلی کے زمانے میں اغسطس کو دوبارہ مرض صعب لاحق ہوا اور معلوم ہوتا ہے اس کو بادشاہی حکومت سے دست بردار ہونے کا بھی کچھ خیال پیدا ہوا کہ اس نے اپنے ہم عہدہ قنصل پی زو کو بستر علالت کے قریب بلا کر ایک تحریر دی جس میں سلطنت کی افواج کی فہرست اور مالیات کا حساب درج تھا۔ اغسطس کا یہ فعل اس آئینی اصول کا پتہ دیتا ہے کہ بادشاہ کی وفات کے ساتھ سارے بادشاہی اختیارات مجلس اعیان اور اعلیٰ حکام وقت کے ہاتھ میں منتقل ہو جاتے تھے۔ لیکن گو اغسطس اپنے جانشین مقرر کرنے کا مجاز نہ تھا تاہم وہ اپنی طرف سے کسی کی سفارش کر سکتا تھا اور یہ واقعہ اس کی شرافت و خلوص کی شہادت ہے کہ اس نے ملکی فلاح و بہبود سے قطع نظر کر کے اپنے خاندان کے فائدہ کی فکر نہیں کی بلکہ یہ دیکھ کر کہ مارسلوس ابھی تک کمسن ہے اور اس کی صلاحیت پوری طرح ظاہر نہیں ہوئی ہے، اغسطس نے اپنی مہر کی انگوٹھی اگریپا کو دے دی اور اس فعل سے صاف صاف ظاہر ہو گیا کہ وہ سلطنت بھر میں صرف اگریپا کو اس کام کے جاری رکھنے کے لائق سمجھتا ہے جس کو خود اغسطس نے شروع کیا تھا، لیکن اغسطس کی تقدیر میں ابھی مرنا نہ تھا اور وہ اس زمانے کے نامور طبیب انتونیوس مسا کی حاذقانہ تدبیر سے تندرست ہو گیا، صحت بحال ہونے کے بعد اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی علالت کے ایام میں اگریپا اور مارسلوس کے درمیان کئی دفعہ لڑائی کی نوبت پہنچی۔ جولیہ سے شادی ہونے کی بنا پر مارسلوس کو قدرتاً بڑی بڑی امیدیں بندھ گئی تھیں اور ادھر اگریپا بادشاہ کے ایسے نازک وقت میں اس درجہ اعتماد ظاہر کرنے کے باعث بہت پھول گیا تھا۔ غرض اغسطس کو بہتری اسی میں نظر آئی کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا جائے چنانچہ اس نے ارمینیہ کے سلسلے میں بہت سے اہم معاملات کا تصفیہ کرنے کی غرض سے اگریپا کو شرقی صوبوں کی ایک معزز خدمت تفویض کر دی اور قرینہ کہتا ہے کہ پروقنصلی امارت بھی اسی زمانے میں اگریپا کو عطا ہوئی۔ بایں ہمہ اگریپا جزیرہ لس بوس کے آگے نہیں گیا اور وہیں رہکر

---

[۱] اگر موسن کے نزدیک پروقنصلی امارت اگریپا کو ۲۷ سنہ ق م میں مل گئی تھی۔

اُس نے ضروری ہدایات و احکام اجرا کرنے شروع کئے۔ اس کے طرفدار کہتے تھے کہ اگرپیا کے لس بوس میں رہجانے کی وجہ کسر نفسی ہے لیکن دوسروں کا قول تھا کہ وہ اکڑا ہوا ہے اور اس میں تو شبہ نہیں کہ اگرپیا اس مہم پر بھیجے جانے کا اصلی مفہوم خوب سمجھتا تھا۔

مگر جانشینی کے متعلق اغسطس کے منصوبے کو ایک ناگہانی واقعے نے خاک میں ملا دیا اور اگرپیا کے حسد کا سبب دفع کر دیا۔ یعنی اسی سال کے اواخر میں باآئی کے مقام پر مارسلوس تپ وبائی میں گرفتار رہا اور وہ حذاقت جس نے اس کے خسر کو بچایا تھا اس کے کام نہ آئی وفات کے بعد وہ اس مقبرے میں دفن کیا گیا جسے اغسطس نے "کامپوس مارتیوس" میں چند سال پہلے اپنے خاندان کے واسطے تعمیر کیا تھا۔ اس کی یادگار قائم رکھنے کے لئے چاہنے والے اموں نے اس کے نام پر ایک عالی شان تھیٹر بھی بنوایا لیکن ای نیڈ میں ورجل کے چند مصرعے اس عمارت سے زیادہ دیرپا یادگار ثابت ہوئے[1]۔ کہتے ہیں جب یہ شعر اُکتاویہ کے سامنے گائے گئے تو وہ بیہوش ہوگئی اور حسب روایت شاعر کو ہر مصرعے کے صلے میں دس ہزار سسترکہ (تقریباً ۸۰ پونڈ) ملے :

(۵) اب اغسطس کو جانشینی کے متعلق کوئی اور تجویز سوچنی پڑی۔ اور قرینہ چاہتا ہے کہ لی ویہ کے اثر سے وہ اس کے کسی بیٹے کو اختیار کرنے پر آمادہ ہوا ہوگا۔ لیکن ابھی تک اغسطس کی امیدیں جولیہ سے وابستہ تھیں اور اب اس نے مارسلوس کی بیوہ کا دوسرا شوہر اگرپیا کو منتخب کیا۔ یہ واقعہ کہ اگرپیا کو متوفی مارسلوس کی بہن بیاہی ہوئی تھی اور اس سے اگرپیا کے اولاد بھی موجود تھی، ایسے شخص کی نظر میں کوئی رکاوٹ نہ ہوسکتی تھی جو خود بلا کسی معقول وجہ کے اسکری بونیہ کو طلاق دے چکا تھا۔ ادھر اگرپیا اپنی پہلی بیوی پومپونیہ کو محض اغسطس کی بھانجی سے شادی کرنے کے واسطے چھوڑ چکا تھا اور اب بھانجی چھوڑ کر بیٹی لینے میں اسے چنداں عذر نہ ہوسکتا تھا! ۲۲ سنہ ق م میں اغسطس مشرقی صوبوں کے معائنے کے واسطے رومہ سے روانہ ہوا اور موسم سرما میں صقالیہ میں ٹھیرا ہوا تھا کہ رومہ میں ایک فساد برپا ہوا جس کی علت کیوپلی دوس اور امِ سیلانوس کی باہمی کشمکش تھی جو عہدہ قنصلی کے

[1] مقالہ ششم صفحہ ۸۶۰؛ نیز دیکھو پروپرشیوس۔ باب دوم صفحہ ۱۶ جہاں باآئی کا حال بیان کیا ہے۔

امیدوار تھے۔ معلوم ہوتا ہے اس فساد کی اطلاع نے اغسطس کا یہ ارادہ اور بھی پختہ کر دیا کہ اگریپا کی شادی بلا تاخیر جولیہ سے کر دی جائے۔ نظر بریں اس نے اگریپا کو مشرق سے واپس طلب کیا اور شادی کی رسم ادا کر کے، اپنی عدم موجودگی کے زمانے میں شہر روما اور مغربی علاقوں کا انتظام اگریپا کے سپرد کر دیا۔ (اوائل سنہ ۲۱ ق م) کہتے ہیں میسیناس نے اپنے آقا کو سمجھایا تھا کہ اگریپا کو اگر بلند تر مرتبہ نہ دیا گیا تو اس کا موجودہ مرتبہ بھی خالی از خدشہ نہیں ہے اور اب سلامتی کی دو ہی صورتیں ہیں یا اگریپا کی شادی جولیہ سے۔ یا اگریپا کی زندگی کا خاتمہ!

اکتوبر سنہ ۱۹ ق م میں اغسطس روما واپس آگیا اور سال آیندہ اس کی امارت کی اور پانچ برس کے واسطے تجدید ہوئی۔ اسی کے ساتھ اس نے پانچ سال کے لئے تری بیونی اختیارات بھی اگریپا کو دلوائے اور اس منصب نے اُسے صدر کے قریب تر کر دیا۔ ادھر جولیہ کے اس شادی سے اولاد بھی ہوئی یعنی دو بیٹے اور دو بیٹیاں تو اگریپا کی زندگی میں پیدا ہوئیں اور ایک بیٹا اس کی وفات کے بعد ہوا۔ اپنے پہلے دونوں نواسوں گئایوس اور لوسیوس کو اغسطس نے گود لے کے اپنے جدّی کنبے میں بھی داخل کر لیا اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ انہی بچوں کو اپنا آیندہ وارث اور اگریپا کو صرف ان کا اتالیق سمجھنے لگا۔ لیکن اگر یہ بات تھی تو بھی اتالیق کی قوت مضبوط کرنی ضروری تھی چنانچہ پہلی میعاد ختم ہونے کے بعد پھر پانچ سال کے واسطے تری بیونی اختیارات اگریپا کو دے دئے گئے!

مگر اغسطس کی قسمت میں اپنے دوسرے داماد سے بھی زیادہ زندہ رہنا لکھا تھا۔ اور پہلے داماد کی طرح اگریپا نے بھی اس کے سامنے سنہ ۱۲ ق م میں ۵۱ سال کی عمر پاکر کمپانیہ میں وفات پائی اور مارسلوس کی طرح وہ بھی اغسطس کے مقبرے میں دفن ہوا۔ سال آیندہ بادشاہ کی بہن اکتاویہ نے عالم آخرت کی راہ لی!

(۹) اس شریک بادشاہی (اگریپا) کی وفات سے جانشینی کے منصوبے میں تو خلل نہیں پڑا لیکن اغسطس کے واسطے یہ موت سخت نقصان دہ تھی کیونکہ اس کی کمزور صحت نے اسے تنہا سلطنت کے بار اٹھانے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔ ادھر گئایوس و لوسیوس ابھی

۱؎ "کون سولا شیو اد اوی ویام" کا ایک مصرع (صفحہ ۶۷) یہ ہے "کون دی دیت اگریپام کوتہ مارسیل سکرو"

چھوٹے بچے تھے اور اگر سنِ بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ان کے ناناپر کوئی حادثہ پیش آجائے تو ان کی حفاظت اور نگرانی کے لئے کسی شخص کا ہونا ضروری تھا۔ نظر براین، اغسطس نے اپنے ایک ربیب تی بریوس کا جولیہ سے عقد کر دیا۔ اور اس طرح اپنے کمسن نواسوں کے واسطے ایک قدرتی محافظ مہیا کر لیا۔ اس شادی کے لئے تی بریوس کو اس کے منشا کے سراسر خلاف مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی پہلی بیوی ویپ سانیہ اگری پینہ کو طلاق دے جس سے اس کے ایک بیٹا دروسوس بھی موجود تھا۔ یہ اگری پینہ، پومپونیہ سے اگریپا کی بیٹی تھی (اور پومپونیہ سیسرو کے دوست پومپونیوس اتی کوس کی بیٹی تھی) بہ الفاظ دیگر تی بریوس نے اگریپا کی بیوہ سے شادی کرنے کے لئے اگریپا کی بیٹی کو چھوڑ دیا۔ خاندان شاہی کی اغراض کی خاطر طلاق دلوانے اور شادیاں کرا دینے میں اغسطس نے بے مہری کی ایسی حد کر دی تھی کہ شاید تاریخ میں کوئی امیروزیر اس حد سے آگے نہ بڑھا ہوگا۔ اپنے دوسرے ربیبی بیٹے دروسوس کو بھی اغسطس نے اپنی ایک بھانجی (یعنی اکتاویہ اور انتونی کی بیٹی) انتونیہ سے بیاہ کر خاندان شاہی کے قریبی اقربا میں شامل کر لیا۔

تی بریوس اور دروسوس ان شادیوں سے بھی پہلے بڑی بڑی ملکی خدمات انجام دے چکے تھے اور ۱۵ سنہ ق م میں ریتیہ اور وندلیشیہ کی تسخیر سے انھوں نے بہت جنگی شہرت حاصل کر لی تھی[1]۔ ۱۲ سنہ ق م اور آیندہ سنین میں انھیں پھر اپنی غیر معمولی قابلیت دکھانے کا موقع ملا۔ یعنی تی بریوس نے پانونیہ کے سرکشوں کی بغاوت فرو کی اور دروسوس رہائن پار کے جرمنوں سے جنگ و جدال کرتا رہا۔ ۹ سنہ ق م میں دروسوس کے وفات پانے سے اغسطس کو نہایت صدمہ ہوا کیونکہ اسے دروسوس کے ساتھ واقعی "پدرانہ محبت" تھی اور تی بریوس کا کبھی خیال بھی نہ کرتا تھا۔ لیکن سچ پوچھئے تو سلطنت کے کاروبار میں اپنے ربیب اکبر سے بہتر مددگار اغسطس کو مل نہ سکتا تھا۔ تی بریوس کے مزاج میں متانت و خودداری تھی اور بچپن سے محتاط و مکمل شناس تھا۔ وہ لوگوں سے ربط ضبط بڑھانے کا میلان نہ رکھتا تھا اور جن خاص حالات میں اس کی بسر ہوئی تھی ان کی وجہ سے اسے خواہ مخواہ ریاکاری

---

[1] ہوریس نے جس قطعے میں (اوڈز، باب چہارم صفحہ ۴) اس کارنمایاں کا ذکر کیا ہے اس میں اغسطس کی مدح کی ہے کہ اسی نے ان دونوں کو فن جنگ کی تعلیم دلائی۔

وتصنع کرنا پڑتا تھا۔ معاملے کا وہ بہت ہوشیار تھا فوج کی سرداری میں سپاہی اس پر پورا بھروسا رکھتے تھے اور جنگ میں اس نے ہمیشہ کامیابی پائی۔ ۱۳ سنہ ق م میں وہ ۲۹ سال کی عمر میں قنصل مقرر ہوا۔ پھر اغسطس نے اُسے وہی مرتبہ عنایت کیا جو اگرپیا کو دیا تھا۔ یعنی اول ۹ سنہ ق م کے قریب) پروقنصلی امارت اور پھر تین سال بعد تری بیونی اختیارات اس کے تفویض ہوئے۔ بے شبہ، تی بریوس کے اوصاف کے علاوہ اغسطس کے اس فیاضانہ طرز عمل کا ایک سبب لی ویہ کا رسوخ واثر بھی تھا جسے ۹ سنہ ق م میں اغسطس نے "جس تریوم لی بوروم" ع۱ کا مستحق تسلیم کیا

تری بیونی اختیارات ملنے کے ساتھ ہی تی بریوس کو ایک خاص مہم پر ایشیا روانہ کیا گیا کہ ارمنیہ میں جو بغاوت ہوئی ہے اسے فرو کرے۔ تی بریوس کو امید تھی کہ اس کا سوتیلا باپ اسے متبنیٰ کرلے گا۔ لیکن اب اسے نظر آگیا کہ اغسطس آیندہ بادشاہ بنانے کی بجائے مجھے محض آیندہ بادشاہوں کا اتالیق رکھنا چاہتا ہے اور گو مجھ کو صدر کا شریک بنا لیا گیا ہے لیکن اس سے اغسطس کی یہ نیت نہیں ہے کہ مجھے آیندہ جانشین بھی بنایا جائے' پس تی بریوس کی خودداری اپنے ربیبی بیٹوں کے مقابلہ میں اپنی اس ناقدری کی برداشت نہ لائی اور کار مفوضہ کو انجام دینے کی بجائے وہ ترکِ وطن کرکے جزیرہ رودس میں گوشہ نشین ہوگیا' اس واقعے کے ایک سال بعد گایوس سیزر نے بالغ مردوں کا چغہ زیب تن کیا اور قنصلی کے واسطے نامزد ہوا۔ چار سال بعد اسے پروقنصلی امارت ملی اور مہم خاص پر ارمنیہ بھیجا گیا۔ اس کی قنصلی کا زمانہ ولادت مسیح کا پہلا سال تھا۔

اب جانشینی کا مسئلہ طے شدہ نظر آتا تھا۔ ۲ سنہ ق م میں لوسیوس سیزر بھی سن بلوغ کو پہنچ گیا اور اس طرح خاندان جولیہ کے دو رکن ہوگئے۔ رومی ناتتوں نے گایوس ولوسیوس کے لیئے "پرنسپس جوون توتیس" (یعنی نوجوان صدر) کے لقب کا اعلان کیا اور معلوم ہوتا ہے اس شان افزائی میں یہ نکتہ بھی مضمر تھا کہ آیندہ وہ زیادہ وسیع معنی میں سلطنت کے صدر ہوں گے۔ اسی وقت سے "نوجوان صدر" کا یہ لقب باضابطہ طور پر "ولی عہد" کے مرادف سمجھا جانے لگا جو صدر کے آیندہ جانشین کو اس زمانے میں دیا جاتا تھا جب کہ بوجہ کم سنی وہ مجلس اعیان میں داخل نہ ہوسکتا ہو۔

ع۱ اس قانون کے متعلق ملاحظہ ہو آیندہ باب پنجم زیر عنوان ۲۔

لیکن تقدیر اغسطس کے منصوبوں کے خلاف تھی۔ سنہ ۲ء میں لوسیوس نے ماسیلیا میں وفات پائی اور دو سال بعد گایوس نے ارتاجیر کے محاصرے میں زخم کھایا اور لی سیہ میں فوت ہوگیا (سنہ ۴ء) اس طرح اغسطس کی گذشتہ بیس برس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں؛

(۷) لیکن اغسطس کے نصیب میں صرف نواسوں کی جوان موت ہی کا غم نہ تھا بلکہ اس سے بھی بڑھکر صدمہ بیٹی کی بداطواری کا برداشت کرنا پڑا۔ اس سے پہلے کہ باپ کے کان تک خبر پہنچے جولیہ کی شرمناک بدعنوانیوں کا سارے شہر میں چرچا اور ہر شخص ان سے آگاہ تھا۔ اپنے شوہر تی بریوس سے وہ بہت دن بے وفائی کرتی رہی اور گو تی بریوس کی رودس میں گوشہ نشینی کی اصلی وجہ اپنے سوتیلے بیٹوں کے ساتھ رقابت تھی لیکن ممکن ہے کہ اس ترکِ وطن کا ایک سبب یہ بھی ہو کہ جولیہ سے اس کا دل بگڑ گیا تھا۔ آخر میں جولیہ ایسی کھُل کھیلی کہ اس کی بدچلنی کا بادشاہ سے چھپنا محال ہوگیا۔ کہتے ہیں رات کے وقت وہ گلی کوچوں تک میں اس طرح باہر نکل آتی کہ اوباشوں کا مجمع غل وشور کرتا اس کے ساتھ ہوتا اور عین چوک یا بازار کے چبوتروں پر اُس کا جلسۂ عیش جمتا تھا۔ مختصر یہ کہ (ایک ہمعصر مصنّف کے الفاظ میں) "عیش وہوس رانی کا کوئی شرمناک فعل جو کوئی عورت کرسکتی یا کراسکتی ہے ایسا نہ تھا کہ جولیہ سے چھوٹ رہا ہو۔ گویا اس کے نزدیک بدکاری کرنے میں جتنی زیادہ آزادی اسے حاصل تھی وہ اس کی اتنی ہی زیادہ ثروت واقتدار کا ثبوت تھا" اغسطس کو جب بیٹی کے اس رویئے کی اطلاع ہوئی تو نہایت برافروختہ ہوا اور جولیہ کے سب کوتاک لکھکر باضابطہ مجلس اعیان کو ان کی اطلاع دی پھر اسے جلاوطن کرکے ساحل کمپانیہ کے سامنے ایک ویران جزیرے (پانداتریا) میں بھیجدیا (سنہ ۲ ق م) اسکری بونیہ از خود اپنی بیٹی کے ساتھ وہیں چلی گئی لیکن خطا معاف کرنے کے متعلق لوگوں کی کسی سفارش کا اغسطس پر اثر نہ ہوا اور جولیہ کے چاہنے والے (یعنی کلودیائی، اس کی پیونیز، سمپرونیائی، اور کونستیائی) بھی خارج البلد کردیئے گئے البتہ ان میں سے ایک شخص جولیس انتونیوس کو (جو انتونی اور فلویہ کا بیٹا تھا) موت کی سزا دی گئی۔ اس شخص کی جنگ اکتیئم کے بعد اغسطس نے جان بخشی کی اور ہمیشہ مہربانی سے پیش آتا رہا تھا۔ اب اس الزام پر کہ اس نے

اغسطس کے خلاف سازش کرنے کے لئے جولیہ کو خراب کیا، اسے جان سے مروا دیا گیا، ان تمام واقعات کے بارے میں ایک افواہ یہ تھی کہ لی ویہ نے بھی اپنے اور تی بریوس کے فائدے کی خاطر، اغسطس کے خاندان کو اس طرح خراب و رسوا کرانے میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا ہے۔ لیکن تاریخی شواہد سے اس افواہ کی کوئی تصدیق نہیں ہوتی۔

جولیہ اور اگریپا کی باقی اولاد گایوس اور لوسیوس کی جگہ نہ لے سکی۔ اگریپا کی وفات کے بعد جو بیٹا اگری پا پوستوموس ہوا تھا وہ ایسا بدمزاج اور بے باک تھا کہ اغسطس کو اس سے کوئی اچھی امید نہ ہو سکتی تھی۔ اس کی بہن جولیہ (خورد) اپنی ماں کی طرح بدچلن نکلی البتہ دوسری بہن اگری پینہ نے، جس کی شادی شاہی خاندان ہی میں ہوئی، اپنے خاندان کو ذلیل و بدنام نہیں کیا۔ اس کے پیوند کے لئے اغسطس نے جرمانی کوس کو منتخب کیا جو تی بریوس کے بھائی دروسوس (متوفی) اور اس انتونیہ کا بیٹا تھا جو اکتاویہ اور انتونی کی شادی سے پیدا ہوئی تھی۔ اس طرح اغسطس نے اپنی نواسی کی، بہن کے نواسے سے شادی کر دی جس طرح پہلے اپنی بیٹی کو بہن کے بیٹے سے بیاہ دیا تھا۔

جانشینی کا فیصلہ کرنے میں اغسطس کو چار و ناچار تی بریوس کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ لیکن اس طرح کہ جرمانی کوس بلکہ اگریپا (خورد) تک کے حقوق بالکل ہی نظر انداز نہ ہو جائیں، تی بریوس نے جولیہ کی جلاوطنی کے بعد ہی رومہ آنا چاہا تھا لیکن اجازت نہ ملی۔ کہتے ہیں روڈس میں وہ اپنا وقت علم نجوم کی تحصیل میں صرف کرتا تھا۔ آخر ۲ سنہ ء میں اسے اپنا زاویۂ عزلت چھوڑنے کی اجازت ملی اور آیندہ دو سال تک وہ رومہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ مگر جب گایوس نے وفات پائی تو اسے پھر سلطنت کے کاروبار میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی۔ ۲۷ جون ۴ سنہ ق م میں اغسطس نے تی بریوس اور اگری پا پوستوموس دونوں کو متبنیٰ بنا لیا اور تی بریوس کو دس برس کے لئے تری بیونی اختیارات دیکر بلا تاخیر جرمانیہ کی جنگی مہم پر بھیجدیا۔ اسی کے ساتھ تی بریوس کو آمادہ کیا گیا کہ وہ متبنیٰ اور وارث جرمانی کوس کو بنالے۔ باقی اگریپا (خورد) کی طرف سے رقابت کا اندیشہ تھا بھی تو جلد زائل ہو گیا۔ اس کا طرز عمل ایسا تھا کہ اغسطس کو مجبوراً اسے جزیرہ پلاناسیا میں جلاوطن کرنا پڑا۔

الغرض بہت سے منصوبے بگڑنے کے بعد انجام کار اغسطس کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ اسی امیدوار بادشاہی کو اپنا بیٹا اور وارث تسلیم کرے جسے وہ سب سے کم چاہتا تھا حالانکہ غالباً حکمرانی کرنے کا سب سے زیادہ اہل وہی (تی بریوس) تھا تی بریوس کو متبنیٰ کرتے وقت اغسطس نے بھی اپنے دلی خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ Hoc reipublicæ causa facid یعنی "میں ملک (جمہوریت) کی خاطر یہ کام کرتا ہوں"

نو سال کے بعد (سنہ ۱۳ء[1]) میں تی بریوس کو وہ رتبہ ملا جو اس سے پہلے کسی شریک بادشاہی کو نہ ملا تھا یعنی قنصلوں کی تحریک سے ایک خاص قانون (Lex) مرتب و نافذ ہوا کہ آیندہ اپنے "باپ" کی شرکت میں تی بریوس کو تمام صوبوں میں اور افواج پر پرو قنصلی اختیارات حاصل ہوں گے اور اغسطس کے ساتھ مل کر وہ احتساب کے فرایض بھی انجام دے گا۔ خاص طور پر جتانے کے قابل بات یہ ہے کہ یہ پرو قنصلی اختیارات بذریعۂ قانون تی بریوس کو دئے گئے حالانکہ پہلے خود اغسطس اپنی پرو قنصلی امارت کی بنا پر یہ حقوق دے دیا کرتا تھا۔ اور اس کے معنی یہ تھے کہ اب صوبوں میں تی بریوس کی حکومت ماتحتانہ نہیں بلکہ مساویانہ اور خود اغسطس کے اختیارات میں برابر کی حصہ دار ہے اور اغسطس کی وفات سے اس حکومت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ ایک خاص اور علیحدہ قانون کے ذریعے حاصل ہوئی ہے، مزید براں تی بریوس کے ترقی یافتہ اختیارات کی بھی اس موقع پر جو تجدید ہوئی وہ کسی میعاد سے محدود نہ تھی بلکہ عمر بھر کے واسطے یہ اختیارات اسے تفویض ہوگئے دوسرے جب اغسطس کی استدعا پر مجلس اعیان کی ایک چھوٹی مجلس مرتب ہوئی[2] تو اس میں سب سے اول جگہ پانے کے لئے مجلس نے تی بریوس ہی کو منتخب کیا۔

---

[1] موم سن کے نزدیک سنہ ۱۱ء قائم ہیں۔
[2] ملاحظہ ہو۔ گذشتہ باب سوم۔ زیر عنوان (۳)

نقشہ ۱ - اغسطس کی اولاد

سی جولیس سیزر — جولیہ (زوجہ بالبوس)

آتیہ (زوجہ سی اکتاویوس)

سی اکتاویوس = اغسطس سیزر + اسکری بونیہ

جولیا (ولادت سنہ ۳۹ ق م - وفات سنہ ۱۴ء)

(پہلی شادی مارسلوس سے - دوسری اگریپا سے - تیسری تی بریوس سے)

دوسری شادی کی اولاد :-

اکتاویہ

متوفیہ سنہ ۱۱ ق م

گایوس (ولادت سنہ ۲۰ ق م - وفات سنہ ۴ء)

لوسیوس (ولادت سنہ ۱۷ ق م وفات سنہ ۲ء)

جولیہ (خورد زوجہ امی لیوس پولوس) (متوفیہ سنہ ۲۸ء)

اگری پینہ (زوجہ جرمانی کوس) (ولادت تخمیناً سنہ ۱۴ ق م وفات سنہ ۳۳ ق م)

اگریپا پستوموس (ولادت سنہ ۱۲ ق م وفات سنہ ۱۴ء)

نیرو (ولادت سنہ ۶ء وفات سنہ ۳۱ء)

دروسوس + امی لیہ لپی دہ (ولادت سنہ ۷ء وفات سنہ ۳۳ء)

سی سیزر (کالی گلا) (ولادت سنہ ۱۲ء وفات سنہ ۴۱ء)

اگری پینہ خورد (دیکھو نقشہ ۲ و ۳) (ولادت سنہ ۱۵ء وفات سنہ ۵۹ء)

دروسیلہ (سنہ ۱۶ء تا سنہ ۳۸ء)

جولیہ (لی ویلہ) (سنہ ۱۸ء تا سنہ ۴۱ء)

ام امی لیوس لپی دوس + دروسیلہ بنت جرانی کوس

امی لیہ لپی دہ (زوجہ جولیوس سیلانوس)

ام سیلانوس (ولادت سنہ ۱۴ء وفات سنہ ۵۴ء)

ال سیلانوس (متوفی سنہ ۴۹ء)

ڈی سیلانوس (متوفی سنہ ۶۴ء)

جونیہ کالونیہ

جونیہ لپی دہ

ال سیلانوس (متوفی سنہ ۶۵ء)

نقشہ ۲ - اغسطس کی بہن اکتاویہ کی اولاد

پہلے شوہر سی مارسلوس سے :-

اکتاویہ

ام مارسلوس + جولیہ بنت اغسطس — مارسلہ (کلاں) — مارسلہ (خورد) زوجہ یولوس انتونیوس

ال انتونیوس

(پہلے شوہر بارباتوس اپیانوس سے) — (دوسرے شوہر سکن اپولیوس سے)

مسالا بارباتوس + دومیشیہ لپی ور — کلودیہ پول کرہ — اپولیہ واریلہ

اکتاویہ

دوسرے شوہر ام انتونی سے :-

انتونیہ کلاں (زوجہ دومی شیوس اہنوباربوس) — انتونیہ خورد (زوجہ دروسوس) اس کی اولاد کے واسطے دیکھو نقشہ ۳

اہنوباربوس + اگری پینہ (ثانیہ) — دومیشیہ — دومیشیہ لپی دہ (زوجہ مسالا بارباتوس)

ال دومی شیوس اہنوباربوس (نیرو) + پوپیہ سابینہ (زوجۂ دوم) — والریہ مسالیہ (زوجۂ کلادیوس) اس کی اولاد کے لئے دیکھو نقشہ ۳

کلودیہ

ولادت و وفات سنہ ۶۳ع

نقشہ ۳ خاندان کلودیوس

- تی بریوس کلودیوس نیرو + لیویہ دروسیلہ
  (متوفی ۳۳ سنہ ق م) ولادت ۵۸ سنہ ق م (؟) وفات سنہ ۲۹ ع
  - تی بریوس کلودیوس نیرو + (۱) ویپسانیہ اگری پینہ و (۲) جولیہ
    ولادت ۴۲ سنہ ق م وفات سنہ ۳۷ ع
    پہلی زوجہ سے :-
    - دروسوس سیزر + لی ویلہ
      (ولادت ۱۳ سنہ ق م وفات سنہ ۲۳ ع)
      - جولیہ
        (دوسرے شوہر روبیلیوس بلاندس سے -)
        - روبیلیوس پلوتوس
      - تی بریوس سیزر جملوس
        (ولادت سنہ ۱۹ ع وفات سنہ ۳۷ ع)
      - جرمانی کوس سیزر
        (ولادت سنہ ۱۹ ع وفات)
  - نیرو کلودیوس دروسوس + انتونیہ خورد
    - جرمانی کوس + اگری پینہ
      (ولادت ۱۵ سنہ ق م وفات سنہ ۱۹ ع)
    - لی ویلہ یا لیویہ
      (متوفیہ سنہ ۳۱ ع)
      زوجہ دروسوس ابن تی بریوس
    - تی بریوس کلودیوس دروسوس نیرو جرمانی کوس
      (ولادت ۱۰ سنہ ق م وفات سنہ ۵۴ ع)
      تیسری زوجہ مسالینہ سے ۔
      - اکتاویہ (زوجہ نیرو)
        متوفیہ سنہ ۶۲ ع
      - تی بریوس کلودیوس برتنیانی کوس
        (ولادت سنہ ۴۱ ع (؟) وفات سنہ ۵۵ ع)

باب پنجم

اغسطس کا انتظام رومہ اور اطالیہ میں۔ اور تنظیم سپاہ

ذیلی عنوان: (۱) میسناس۔ اغسطس کے خلاف سازشیں۔ عام آسودگی۔ (۲) قومی مذہب کا احیا اور خبرگیری۔ مناور۔ بداطواری روکنے کے لئے نئے قوانین۔ ازدواج کی تشویق و ترغیب "لکس جولیہ دی اول ترائیس" مذہبی کھیل۔ موالی کے متعلق اس کا طرز عمل۔ (۳) "رومہ میں بعض نئے عہدے" "کیورا انونی۔ پرفکتوس وجی لوم۔ کیورا اوپرُوم پبلی کورُوم۔ کیورا اکواروم۔ (۴) "پرفکتوس اُربی (۵) اطالیہ۔ کیورادیاروم۔ گیارہ علاقے۔ شاہی ڈاک۔ (۶) اوگستالہ اطالیہ کے آزاد شدہ غلام یا موالی۔ (۷) سپاہ کی تنظیم و ترتیب۔ جیوش اور کومک (۸) فوج خاصہ۔ شاہی بیڑا"

فصل اول۔ اغسطس کی اصلاحات مذہب و معاشرت

(۱) اپنی حکومت قائم رکھنے کے لئے اغسطس کی کوشش یہ تھی کہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی دلجوئی کرے اور عوام الناس کو بہلائے رکھے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان مقاصد میں اسے کامیابی ہوئی۔ یعنی مجموعی طور پر اس کی حکومت کو لوگ پسند کرتے تھے اور اپنی جگہ پر قانع اور خوش تھے۔ اغسطس کا طرز عمل؛ جس میں میسناس بار بار اس کی رہنمائی کرتا رہا؛ نرم و فیاضانہ تھا۔ اور اس وزیر (میسناس) کو ایسی تدبیریں آتی تھیں کہ جاسوس و گوئندے کی امداد کے بغیر اس کے آقا کی حفاظت و نگہبانی ہو جاتی تھی۔ رومی لوگ میسناس کو وزارت کا بہترین نمونہ سمجھتے تھے اور ۸ ق م میں جب اس نے وفات پائی تو بادشاہ کو اس باتدبیر اور صاحب فراست مشیر کی موت سے ایسا نقصان پہنچا جس کی تلافی آسانی سے ممکن نہ تھی۔ کہتے ہیں اغسطس آبدیدہ ہو گئے کہا کرتا تھا کہ اگر صرف اگری پا یا میسی ناس زندہ رہتے

تو اُسے وہ خانگی آلام و مصائب کبھی نہ برداشت کرنے پڑتے جن سے اس کی زندگی کا آخری زمانہ پُرغبار ہو گیا تھا!!

عوام الناس کو خوش کرنے کی نسبت امرا کو رضامند رکھنا زیادہ دشوار تھا اور ہر چند اغسطس ذاتی طور پر نہایت ہردلعزیز تھا اور مجلس اعیان ہر بات میں گرمجوشی سے اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار، اُس کی رہنمائی قبول کرنے پر آمادہ رہتی تھی، بایں ہمہ اغسطس یہ اندازہ کئے بغیر نہ رہ سکا کہ طبقۂ اعلیٰ میں عام طور پر جمہوریت کے مٹنے کا تاسف ضرور ہے۔ اسی لئے گمانِ غالب ہے کہ اغسطس کو یہ فکر بھی تھی کہ اگر موت نے اس کا ذاتی رسوخ ہٹا دیا تو پھر صدارت کے نئے آئین کا خدا جانے کیا حشر ہوگا؟ کیونکہ وہ ایسا بھولا نہ تھا کہ اپنی تعظیم و تکریم بلکہ اپنی ذات کے ساتھ لوگوں کے خلوص و وداد کو دیکھکر غلطی سے یہ نتیجہ نکال لیتا کہ لوگ حکومت کے نئے آئین سے خوش ہیں۔ ہردلعزیزی کے باوصف، کبھی کبھی اغسطس کے خلاف سازشیں بھی ہوئیں جن سے اس کی سلامتی کی طرف سے خدشہ پیدا ہو گیا۔ لیکن ہمیں ان سازشوں کے پورے حالات معلوم نہیں اور ظاہرا وہ زیادہ سنگین و خطرناک نہ تھیں۔ ان میں سے صرف **فانیوس کپیئو** اور **سن، کورنلیوس سینا** کی سازشوں کا (واقعہ ۲۳ ق م و ۴ ء) ذکر کرنا کافی ہوگا۔ ان میں سے پہلی کا ایک نمایاں واقعہ یہ ہے کہ اس میں **اے، ترن تیوس وارو مرنا** کا بھی تعلق تھا جو خود اغسطس کے ساتھ عہدۂ قنصلی رکھتا تھا۔ دوسرے وہ بادشاہ کے ایک گہرے دوست **پروکلیوس**[1] نیز **ترن شید** کا بھائی تھا جو مسی ناس کی زوجہ اور اغسطس کی آشنا مشہور تھی۔ اسی لئے اغسطس نے معاملے کو بہت سنگین تصور کیا لیکن معلوم ہوتا ہے لوگوں کو مُرنا کے جرم کا پورا یقین نہ تھا۔ بہرحال، کپیو اور مُرنا دونوں نے سزائے موت پائی۔

دوسری سازش میں سینا اور اس کے ساتھیوں کا قصور لی ویہ کی صلاح سے معاف کر دیا گیا اور شاید لی ویہ اس بارے میں میسناس (متوفی) کے نرم طرزِ عمل کی تقلید کرنی چاہتی تھی۔ مگر اغسطس کو پہلی سازش کے سال میں ایک بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی

[1] اسی کی نسبت ہوریس نے لکھا ہے کہ وہ
(Notus in fratres Animi Paterni)

(یہ وہی سنہ تھا جس میں وہ سخت بیمار ہوا نیز جس میں عہدہ صدارت کی آخری تشکیل عمل میں آئی) کہ وہ نہایت مشہور شخص جو جمہوریت کے دلدادہ تھے اغسطس کیساتھ ہو گئے۔ یہ سِن، کال پرنیوس پیزو اور اَل، سٹیوس کوُری نولس تھے جنھیں اغسطس نے یہاں تک آمادہ کر لیا کہ آیندہ جُون میں جب وہ عہدۂ قنصلی سے دستبردار ہوا تو سال کے باقی ایام میں یہی دونوں اس عہدے پر فائز رہے۔ بایں ہمہ ابھی تک ایک تعداد ایسے مخالفین کی موجود تھی جن پر مصالحت کا کوئی منتر کارگر نہ ہوا اور جو اس بات پر تیار تھے کہ اگر کوئی اچھا موقع مل جائے تو پھر جمہوریت کو بحال کرنے کی کوشش کریں۔

لیکن اس عام قناعت و خوش دلی کے، جو عہد اغسطس کا امتیاز ہے اصلی اور قوی اسباب اس امن کا پھل تھے جو عرصے تک ملک میں قائم رہا۔ یعنی اسی امن کے طفیل ساہوکاری کی حالت دوبارہ درست ہوئی اور صنعت و تجارت کو پھر فروغ نصیب ہوا۔ دوسرے سرکاری روپیہ اغراض عامہ میں صرف ہونے لگا اور لوگوں کی راحت و حفاظت کے اسباب میں اضافہ ہوا۔ لیکن اغسطس کے وطن میں نظم و نسق کی جزئیات بیان کرتے وقت مناسب ہوگا کہ ہم ان مساعی اور تدابیر کے حالات سے ابتدا کریں جو اغسطس نے اپنے قومی مذہب کے احیا اور دیوتاؤں کی پرستش برقرار رکھنے کے متعلق اختیار کیں۔

(۲) مندروں میں پوجا پاٹ کے انتظام رکھنے کا مذہبی فرض حقیقت میں تو رومہ کے اعیان یا خاندانی امیروں سے متعلق تھا لیکن گذشتہ خانہ جنگی میں ان کے بعض خاندان برباد و بے نشان ہو گئے اور بعض کو افلاس و پریشان حالی نے کسی قابل نہ رکھا۔ ادھر خود مذہب سے لوگوں میں برگشتگی پھیل گئی تھی۔ اور ان اسباب کا یہ نتیجہ ہوا کہ بت خانے ویران و بے چراغ رہنے لگے۔ ہوریش (شاعر) جو اغسطس کے احیائے مذہب کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ تمام گذشتہ مصائب جنگ کا سبب ہی اہل رومہ کی عام بے دینی کو قرار دیتا ہے:

" ولیکتا ماجورم امرّی توس لوئیس
رومانہ۔ دونک تمپلا رفکریس،" ؏۱

؏۱ قطعات فصل سوم ؏۶

ہم بیان کر چکے ہیں کہ فتح مصر کے بعد ہی اغسطس نے ایک جدید قانون (قانون سنیا) کے ذریعے بعض خاندانوں کو ترقی دے کر طبقۂ اعیان میں شامل کر لیا تھا اور[1] صحیح یہ ہے کہ اعلیٰ طبقے کی شان و حیثیت برقرار رکھنے کی ایک قوی وجہ یہ تھی کہ اغسطس کو اپنے مذہبی معابد کی نگہداشت کا بہت فکر ہو گیا تھا۔ پرانے بتکدوں کو دوبارہ آباد کرنے اور نئے مندر بنانے کی خود اس نے مثال بھی قائم کی۔ اپنے بتوں میں اغسطس کو سب سے زیادہ اپولو دیوتا عزیز تھا۔ کیونکہ اکشیم کے قریب اسی دیوتا کا مندر تھا اور یوں بھی اگر اغسطس کے حاشیہ نشین رمز و کنایہ میں کہتے کہ وہ اسی روشنی کے دیوتا (اپولو) سے براہ راست اخذ فیض کرتا ہے یا کبھی اغسطس کے سامنے اپنی آنکھیں اس طرح نیچی کر لیتے کہ گویا اس کے چہرے کی ربانی چمک دمک کی تاب نہیں لا سکے، تو اغسطس بہت خوش ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی دیوتا کا اس نے ایک عالی شان مندر پلاٹین کی پہاڑی پر تعمیر کرایا۔ بزرگوں کی روحوں کی پرستش کا بھی اغسطس کو بہت خیال تھا اور اس نے رومہ کے مختلف محلّوں میں ان کے واسطے متعدد معابد تیار کرائے۔ نیز مذہبی تیج تہوار اور عام پسند سانگ تماشوں کو از سرِ نو رواج دیا۔

اغسطس کی اصلاحات نے رومہ کے قومی یا ملکی مذہب کو عہدۂ صدارت سے اس طرح متعلق کیا تھا کہ وہ صدارت کی خاص تقویت کا باعث بن جائے۔ اس کے باپ جولیس سیزر کو تو دیوتاؤں کی فہرست میں داخل ہی کر لیا گیا تھا لیکن خود اغسطس اور خاندان شاہی کی سلامتی کے واسطے "برادرانِ اروال" (پروہت) قربانیاں کرتے۔ ہفت و پانزدہ پروہتوں کی جماعتیں دعائیں مانگتیں اور جنتری میں ایسے نئے تہواروں کا اضافہ کر لیا گیا تھا جن کی بنا جدید آئین حکومت پر تھی۔ دوسرے ہم باب دوم (زیر عنوان ۲[2]) میں بیان کر چکے ہیں کہ اغسطس مہاپروہت کا سرکاری عہدہ رکھتا تھا اور علمائے مذہب کی دیگر جماعتوں میں خود وہ نیز علی العموم اس کے خاندان کے دیگر افراد شریک کر لئے جاتے تھے۔

---

[1] دیکھو باب اوّل زیر عنوان ۵

[2] اس کی تعریف میں دیکھو اوید کا قول: فاستی فصل دوم صفحہ ۶۳

پرانے مذہب کی قوت اور ترقی پذیری کے ثبوت میں اس واقعے کو بھی پیش کرتے ہیں کہ اس میں نئے دیوی دیوتا شامل کر لئے گئے تھے جیسے انونا دیوی جو رومی عقائد کے مطابق اس بیرونی غلّے کی رسد کی کار فرما تھی جس پر اہل رومہ کی بسر اوقات منحصر ہو گئی تھی جونو دیوی کی پرستش کا احیا اغسطس کی بیوی لی وِیہ کے سپرد کیا گیا تھا جو رومی بیویوں کی سرگروہ یا نائبہ مان لی گئی تھی۔ اس دیوی کے رومہ میں نہ صرف مندر ویران ہو گئے تھے بلکہ خود وہ آئین ہی تقویم پارینہ ہوا جاتا تھا جس سے جونو دیوی کی سرپرستی کا بالخصوص تعلق تھا۔ یعنی عیاشی و بداطواری کی ترقی کے ساتھ لوگ تاہل و ازدواج ہی سے رُوگرداں ہونے لگے تھے اور بہتوں نے تجرد اختیار کر لیا جس کی وجہ سے رومی باشندوں کی تعداد میں کمی ہو گئی۔ محکمۂ احتساب کے عہدہ داروں نے لوگوں کو شادی پر مائل بلکہ مجبور کرنے کی بارہا قانونی تدبیریں کیں لیکن اس خرابی کا تدارک نہ ہو سکا تھا۔ اب اغسطس نے اپنے ہموطنوں کی اس خودرائی کو پہلے جرمانے سے (سنہ ۱۸ ق م) اور پھر انعامات کے ذریعے چھڑوانے کی کوشش کی۔ ایک "لکس دماری تاندس اور دی نی بوس (Lex de Maritandis Ordinibus)" کا نفاذ ہوا جن میں شادی اور طلاق کے ضوابط بنائے گئے اور شادی نہ کرنے والوں پر نیز ان پر جنھوں نے شادی کی مگر اولاد نہ ہوئی ہو، طرح طرح کے تاوان اور جرمانے مقرر کئے گئے۔ غیر شادی شدہ اشخاص کو ترکہ پانے سے بالکل محروم اور بے اولادوں کو صرف نصف ترکے کا حقدار قرار دیا گیا۔ اور سرکاری عہدے اور مناصب کے انتخاب میں بھی ان بدقسمتوں کے حقوق کم کر دئے گئے۔ پھر تقریباً تیس برس بعد (سنہ ۹ ع) ایک اور قانون "لکس پاپیا پوپیا" کے ذریعے شادی کے متعلق انعامات کا طریقہ بھی جاری ہوا۔ یعنی رومہ میں جو شخص تین بچوں کا باپ ہو اس کے سرکاری محاصل میں تخفیف کر دی گئی۔ وہ پنچایت یا نگہبانی کے قانونی فرائض سے مستثنیٰ ہو گیا اور عہدوں میں اس کا حق مرجح قرار دیا گیا۔ اس امتیاز کو "جس تریوم لی بر ورم" کہتے تھے اور یہی حقوق و مراعات رومہ کے باہر اطالیہ میں چار اور بیرون اطالیہ پانچ بچوں کے باپ کے ساتھ مرعی رکھی جاتی تھیں۔ بدچلنی کی انسدادی تدابیر کے ذریعے بھی اغسطس نے کوشش کی کہ لوگوں کو بالواسطہ تاہل پر مجبور کرے۔ رومہ میں زناکاری کو پہلے محض فریقین کا ذاتی معاملہ سمجھا جاتا تھا قانون جولیہ کے ذریعے اغسطس نے اس کو ایک قومی جرم قرار دیا۔ ان

قوانین کی وجہ سے اغسطس اپنے ہم وطنوں میں جس قدر مطعون ہوا اور کسی طرز عمل پر اتنا مطعون نہ ہوا تھا۔ اہل رومہ کے ہر طبقے نے ان قوانین کی سخت مخالفت کی اور جہاں تک ممکن ہوا ان سے بچنے کی تدبیریں کرتے رہے پھر بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان قوانین کا کچھ نہ کچھ اثر ہوا۔ یہ تو مسلم ہے ۲۸؁[1] اور ۸؁ ق م کے درمیان رومی شہریوں کی تعداد میں کافی بیشی ہوئی۔ ۱۴؁ء تک یعنی آیندہ بائیس برس میں یہ بیشی اور بھی زیادہ نمایاں اور قابل تعجب تھی۔ لیکن کہہ سکتے ہیں کہ بیشی کا سبب اس عہد کی عام خوش حالی تھا۔ اور مصنوعی سعی و تدبیر کا اس میں کچھ دخل نہ تھا۔

قیام صدارت کے دسویں سال، یعنی ۱۷؁ ق م میں، اغسطس نے وہ "مذہبی جشن" (Ludi Sæ culares) برپا کیا جو عام خیال کی بموجب ہر صدی یا صد و دہ سال کے بعد منعقد ہوا کرتا تھا۔ بہ الفاظ دیگر، یہ ایسی رسم تھی جسے رومہ کے لوگ عمر بھر میں صرف ایک ہی مرتبہ دیکھ سکتے تھے۔ لیکن اغسطس کے جشن میں جو لوگ شریک ہوے ان کے نصیب میں دوبارہ بھی اس رسم کو اس کے ایک قریبی جانشین کے زمانے میں ادا ہوتے دیکھنا لکھا تھا۔[2] قرینہ کہتا ہے کہ اغسطس کا منشا تھا کہ اس جشن کو ایک سیاسی اہمیت دی جائے اور اس سے ایک تو گذشتہ سال کے مذہبی اور مدنی قوانین کو دینی نوعیت کی تصدیق حاصل ہو جائے اور دوسرے یہ جشن ایک نئے دَور کا پُر اثر سرآغاز بھی ہو۔ اور بے شبہ اس نئے دَور شاہی کے قیام و دوام میں کوئی شبہ نظر نہ آتا تھا کیونکہ بادشاہ نے اپنے نواسوں کو اسی زمانے میں متبنٰی بنایا۔ جشن کے اہتمام کی خدمت "پانزدہ پیشوا" سے متعلق تھی مگر انھوں نے اپنے دو ارکین یعنی خود اغسطس و اگرپا کو جشن کی صدارت کے لئے منتخب کیا۔ تین دن تک اس جشن کے جلسے ہوتے رہے۔ شہر کے مختلف مقامات پر روشن مشعلیں، رال، اور گندھک، نیز گیہوں جو اور دال تقسیم کرنے کی رسم ادا ہوی۔ لیکن دیس پاتر دیوتا

۱۔ ۲۸؁ ق م میں رومی شہریوں یا ملکیوں کی تعداد چالیس لاکھ تریسٹھ ہزار تھی اور ۸؁ ق م میں بڑھکر بیالیس لاکھ تینتیس ہزار اور ۱۴؁ء میں انچاس لاکھ سینتیس ہزار ہوگئی۔ یہ اعداد کتابہ انکائرہ (انقرہ = انگورہ) کی بادشاہی تحریر سے نقل کیے گئے ہیں۔

۲۔ یعنی کلودیوس کے زمانے میں۔

اور پروسرپائن کا نام لے کر جو دعا مانگی جاتی تھی اس موقع پر ان کی بجائے اپولو اور دیانہ کا نام لیا گیا پھر آخری دن اپولو کے پلاتینی مندر کے پیش دالان میں "کارمن سکولار" یعنی ترانۂ حمد ملکر گانے کی رسم ادا ہوئی۔ گانے والوں کے گروہ میں صرف وہ عالی خاندان لڑکے اور لڑکیاں شامل ہوئے جن کے ماں باپ دونوں زندہ تھے۔ اس ترانہ کو ہوریس نے لکھا تھا اور وہ اب تک محفوظ ہے۔

اغسطس نے اسراف زر کو روکنے کے بھی قانون بنائے کہ لوگوں کی عیاشی نیز اُس بداخلاقی کا سدّ باب ہو جو میلے تماشوں میں بہت عام ہو گئی تھی۔ مردانہ ورزشوں کی نمائش میں عورتوں کو آنے سے اس نے بالکل روک دیا اور کشتیوں کے دنگل میں بھی زنانہ تماشائیوں کے واسطے مردوں سے علیحدہ جائے مقرر کی۔ ان عام کھیل تماشوں کے مقامات پر اُس نے جس طرح مختلف رُتبے کے لوگوں کی علیحدہ جگہ مقرر کی اسی طرح ذکور واناث کو بھی الگ کر دیا۔ مردوں میں ارکین مجلس، نائت، سپاہی اور موالی ہر درجے کے اشخاص کے واسطے ایک خاص جگہ مقرر تھی اور شادی شدہ لوگوں کو مجرّدوں پر فوقیت دی جاتی تھی۔

اغسطس کی اصلاح معاشرت کے سلسلے میں اس کی حکمت عملی کا جو موالی یا آزاد شدہ غلاموں کے متعلق اس نے اختیار کی ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ رومہ کی آبادی میں ان کی بڑی تعداد تھی۔ اس نے تین طریقوں سے اس تعداد کو کم کرنے کی کوشش کی (۱) موالی اور احرار میں (بجز طبقۂ اعیان کے) باہم ازدواج کی سہولتیں پیدا کیں تاکہ موالی، آزاد باشندوں میں زیادہ شیر وشکر ہو جائیں۔ (۲) جیسا کہ آگے آتا ہے (زیر عنوان ۶) اُس نے ایک نئی جماعت اوگستال" (Augustales) کی تیار کی جس سے ان آزاد غلاموں کو خاص رومہ میں جوق جوق آنے کی بجائے اطالیہ کے دوسرے شہروں میں رہنے کی ترغیب ہوتی تھی۔ (۳) پھر غلاموں کو آزاد کرنے کے متعلق بھی بعض شرائط وقیود نافذ کی گئیں۔ سنہ ۴ء کے قانون ایلیا سنشیا نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ کوئی غلام جس کی عمر تیس برس سے کم ہو یا جس کا چلن خراب ہو" وین دیکتا" کی باضابطہ کارروائی کے بغیر آزاد نہیں کیا جا سکتا۔ پھر چار سال کے بعد لکس فو فیا کے نینیا کے ذریعہ بحساب فی صد ایک حد مقرر کر دی گئی کہ کوئی شخص بروئے وصیت اس تناسب سے زیادہ غلام آزاد نہیں کر سکتا۔

فصل دوم - رومہ اور اطالیہ کا نظم ونسق

۳۹ اغسطس کی حکومت کا وہ حصہ جس سے اس کے طریق ملک داری نیز عہد صدارت کی عام خصوصیات کا سب سے اچھا اندازہ ہوتا ہے، رومہ اور اطالیہ میں اس کے نظم ونسق سے متعلق ہے۔ ابتدا میں اس انتظام کو اس نے بالکل مجلس اعیان کے ہاتھ میں چھوڑے رکھا اور کبھی علانیہ مجلسی حقوق میں دست اندازی نہیں کی لیکن پھر اس نے ایسی تدبیریں کیں کہ آہستہ آہستہ نظم ونسق کے اکثر بڑے بڑے شعبے مجلس کی نگرانی سے نکل کر صدر کے تحت میں آگئے۔ خود مجلس اور قنصل بار بار اپنی بے بسی ظاہر کرتے اور صدر سے مداخلت کی درخواست کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض کاروبار تو قطعی طور پر اغسطس کے اختیارات میں آگئے اور دیگر معاملات میں، جن کا تعلق ہنوز مجلس اور جمہوری حکام سے باقی تھا، یہ دستور ہو گیا کہ جب کوئی دقت پیش آتی تو وہ امداد و رہنمائی کے لئے صدر ہی کی جانب جھکتے۔ گویا بادشاہی نے دست درازی کی صورت یہ نکالی تھی کہ وہ جمہوری آئین کو جواب دہی میں سامنے رکھکر اُن کا قصور و کوتاہی ثابت کرتی رہتی تھی۔ یہی "رموز بادشاہی" میں سے وہ "رمز" تھا جسے اغسطس نے دریافت کیا اور پھر نہایت مشاق شاطر کی طرح اس سے کام لیا۔ یہ اس کی صدارت کے آخری زمانے کا ذکر ہے جب کہ صوبوں کا انتظام کرنے کے بعد اس نے رومہ اور اطالیہ کے نظم ونسق میں خاص اہتمام کے ساتھ مداخلت شروع کی۔ اس سلسلے میں یہ جتا دینا ضروری ہے کہ گو بادشاہی کے قیام سے بیرونی صوبوں میں حسن انتظام اور آسودہ حالی کا ایک نیا دور شروع ہوا جس کی بدولت وہ رفتہ رفتہ مرتبے میں اطالیہ کے برابر تک ترقی کر گئے۔ لیکن خود اغسطس کو اس بات کا خاص طور پر خیال تھا کہ شاہی شہر کی حیثیت سے رومہ کی قدر و منزلت اور نیز اطالیہ کی سیاسی برتری میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ اور واقعی اس فرق کے پوری طرح دور ہونے میں تین صدی سے کم زمانہ صرف نہ ہوا۔

رومہ میں غلے کی رسد کے واسطے ایک نئے انتظام کی ضرورت تھی۔ قبضۂ مصر کی بدولت اغسطس کے لئے یہ انتظام کرنا سہل ہو گیا۔ ۲۲ سنہ ق م میں جب رومہ میں

سخت گرانی ہوئی تو لوگوں نے زور دیا کہ مجلس اغسطس کو امیر سلطنت اور تازلیست منتخب مقرر کر دے۔ اغسطس نے اس تجویز کو مسترد کر دیا لیکن کیورا انونی یعنی غلّہ منڈی کے انتظام کی خدمت قبول کر لی اور چند ہی روز میں گرانی کی مشکلات کو دفع کر دیا۔ خاص شہر کے متعلق یہ پہلا عہدہ تھا جو اُس نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ ایک عرصے کے بعد سنہ ۶ء میں اور پھر چند سال میں اجناس خوردنی کا دوبارہ سخت قحط پڑا تو اُس وقت اغسطس کو رومہ کی رسد رسانی کا مستقل انتظام کرنا پڑا اور اس نے منڈی کے ایک شحنہ یا منتظم (Prefectus) کا عہدہ بنایا جس کا تقرر خود بادشاہ کرتا تھا اور اس عہدہ دار کا فرض یہ ہوتا تھا کہ مصر سے غلّے کی درآمد اور اس بات کا انتظام رکھے کہ رومی منڈی میں غلّہ ارزاں قیمت میں برابر پہنچتا رہے۔ اس محکمے کے مصارف اگر سب نہیں تو زیادہ تر خزانۂ شاہی سے لئے جاتے تھے حالانکہ شہر رومہ کا انتظام مجلس اعیان کے حدود اختیارات میں تھا اور اس لئے اصولاً اس خرچ کا بار خزانۂ عامرہ پر ہونا چاہیے تھا، علاوہ ازیں محتاج و مساکین کی امداد بھی بادشاہ کو اپنے پاس سے کرنی ہوتی تھی اور ایسے لوگوں کی تعداد جو بلاقیمت غلّہ پانے کے مستحق قرار دیئے گئے آخر میں دو لاکھ مقرر کر دی گئی تھی۔ انھی میں موالی شامل تھے۔ باقی طبقۂ عوام کے واسطے عطیاتِ عامہ کی صورت میں جو بیحساب روپیہ اغسطس نے صرف کیا وہ مزید برآں تھا۔

سنہ ۲۱ ق م اور بعد کے سنین میں جب اغسطس ایشیا کو جاتے وقت اگریپا کو رومہ میں اپنا نائب بنا گیا تھا، اگری پا نے بڑی تن دہی سے ذرایع آب رسانی کی اصلاح کا کام شروع کیا۔ پرانے بند درست کرائے اور نئے بند یا تالاب بنوائے جن میں اکوا ویرگو سب سے بڑا تھا اور سنہ ۱۹ ق م میں تیار ہوا۔ اس نے سرکاری ملازمین کی ایک جماعت بھی خاص اس کام کے واسطے مقرر کی کہ پانی کے نلوں کی درستی کرتے رہیں [۱۰] لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اس محکمۂ آب رسانی کی باقاعدہ تنظیم اگری پا کی وفات کے بعد سنہ ۱۱ ق م میں عمل میں آئی۔

اغسطس نے جہاں نئی عمارات سے رومہ کی زیب و زینت بڑھائی وہیں

[۱۰] رومی تالابوں کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو اس کتاب کا باب سی ویکم۔ عنوان [۱۶]

انھیں بربادی سے بچانے کا بھی اسے انتظام کرنا پڑا۔ پائے تخت میں آئے دن آتش زدگی کی واردات ہوتی رہتی تھی اور آگ بجھانے کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ یہ دیکھکر کہ ادائل (میر عمارت) جن کے ذمہ یہ کام ڈالا گیا تھا، اسے خاطر خواہ انجام نہیں دے سکتے اغسطس کو مجبوراً ۶ئ میں پاسبانوں کے سات فوجی دستے مرتب کرنے پڑے۔ ہر دستے میں ہزار تا بارہ سو آدمی ہوتے تھے اور نائٹ کے رتبہ کا ایک مہتمم ان کا سردار ہوتا تھا۔ اسے پرفکتوس وی جی لوم (یعنی مہتمم پاسباناں) کہتے اور خود بادشاہ اس کا تقرر کرتا تھا ان دستوں میں بیشتر آزاد غلام نوکر تھے۔ دستے علیحدہ علیحدہ شہر کے سات مقامات میں متعین رہتے اور چونکہ شہر کی تقسیم چودہ حصوں میں کردی گئی تھی اس لئے ہر دستہ شہر کے دو حصوں پر مامور ہوتا تھا ؎۱

شہر کی آسایش کے داسطے اغسطس نے اور بھی چند نئے عہدے قائم کئے تھے۔ مثلاً "کیوراتور اوپرو ڈم پبلی کو روم" (جنھیں پری توری رتبے کے اعیان میں سے منتخب کیا جاتا تھا) اس کام پر مقرر تھے کہ سرکاری عمارات واراضی کی دیکھ بھال کریں۔

(ھ) پری فکتوس اُربی۔ اصل میں "پری فکتوس اربی" (یا مہتمم شہری) اُس قائم مقام کو کہتے تھے جسے قنفصل (اگر شہر سے مجبوراً کہیں باہر جاتے تو) اپنی بجائے رومہ میں مقرر کرنے کا حق رکھتے تھے۔ جب پریتور کا عہدہ قائم ہوا تو ان کا یہ حق لے لیا گیا تھا لیکن قیام صدارت کے چند روز بعد ؎۲ جب کہ اغسطس کی حکومت قنفصلی اور پروقنفصلی اختیارات پر مبنی تھی اور اسے رومہ سے باہر جانے کی ضرورت پیش آئی (۲۷ئ تا ۲۴ئ ق م) تو اُس نے اس قدیم عہدے کی تجدید کی اور اپنی بجائے ایک "مہتمم شہری" مقرر کر گیا۔ اس

؎۱ رومہ کی یہ تقسیم ۸ئ ق م میں کی گئی تھی (دیکھو باب سوم۔ عنوان ۶) نیز شہر کے ۲۶۵ کوچے (دوی سی) بھی قرار دئے گئے تھے اور ہر کوچے کا ایک عہدہ دار ہوتا تھا کہ بزرگوں کی ارواح اور اغسطس کی جان کے نام کی بھینٹ چڑھائے۔

؎۲ لیکن سچ پوچھئے تو اسی زمانے میں جب اغسطس انتونی سے مصروف جنگ تھا۔ میناس کی حیثیت عملاً "پرفکتوس اُربی" کی سی تھی۔

عہدے پر اغسطس نے مسالا کوردی نوس کو مقرر کیا تھا (۲۵ سنہ ق م) جس نے بادشاہ کی بہت کچھ خدمات شایستہ انجام دی تھیں اور جس کا عام طور پر لوگ بہت ادب کرتے تھے لیکن وہ چھ ہی دن میں اس عہدے سے دست بردار ہو گیا کہ مجھ میں اُس کے فرائض خاطر خواہ انجام دینے کی قابلیت نہیں ہے۔ حالانکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایسے عہدے ہی کو ایک غیر آئینی بدعت سمجھتا تھا۔ اس کے بعد اغسطس کے ایشیائی دورے کے زمانے میں، یعنی ۲۱ سنہ ق م اور آیندہ چند سال میں رومہ کا نظم و نسق اس کے شریک عہدہ اگرپیا کے ہاتھ میں رہا اور کسی دوسرے قائم مقام کو مقرر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ لیکن جب ۱۶ سنہ تا ۱۳ سنہ ق م میں اغسطس غالیہ گیا اور اگری پا بھی مشرقی ممالک کی طرف چلا گیا تو استاتی لیوس توروس بادشاہ کا شہری قائم مقام مقرر ہوا اور اُس نے اپنے فرائض بخیر و خوبی انجام دئے یہاں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس آخری موقع پر اغسطس قنصلی کا عہدہ نہ رکھتا تھا اور وہ اب صدارت قنصلی اختیارات پر مبنی تھی۔ لہذا قنصل نہ ہونے کے باوجود اس کا توروس کو "پر فکتوس اربی" مقرر کرنا آئین قدیم کی رو سے بالکل نئی بات تھی۔ تاہم اغسطس کے زمانے تک یہ عہدہ کبھی مستقل نہیں ہوا اور صرف بادشاہ کے اطالیہ سے باہر جانے کی صورت میں ایک ہنگامی عہدہ دار مقرر ہوتا رہا۔ البتہ اغسطس کے جانشین تی بریوس کے عہد حکومت میں اس کی نوعیت بدل گئی اور "قائم مقام شہری" کا ایک مستقل عہدہ قائم ہو گیا۔

(۵۱) رومہ کی طرح ملک اطالیہ میں بھی مجلس اعیان فرائض حکمرانی سے پوری طرح عہدہ برآ نہ ہو سکی اور اس میں بھی بادشاہ کو دخل دینا ضروری ہوا۔ ۲۰ سنہ ق م میں "انتظام شوارع" (Cura viarum) کا ایک نیا سررشتہ قائم ہوا کہ شوارع عام کی مرمت و نگہداشت کرے۔ ہر سڑک کا ایک مہتمم علیحدہ مقرر ہوا۔ بڑی بڑی شاہراہوں پر جو پایۂ تخت سے اطالیہ کی سرحدوں تک جاتی تھیں، ان عہدوں کے واسطے پری توری اعیان چُنے گئے اور چھوٹی سڑکوں کے اہتمام کے لئے نائٹ کے مرتبے کے لوگوں کا تقرر ہوا۔ شہر رومہ کی مثل ملک اطالیہ کی بھی گیارہ[1] حصص یا اضلاع میں تقسیم کی گئی۔ اور

[1] اضلاع کے نام یہ ہیں: کمپانیہ۔ اپولیہ و کلابریہ۔ بروتیہ و لوکانیہ۔ سام نیئم۔ پی سنم۔ اومبریہ۔

بارھواں ضلع خاص شہر رومہ کو قرار دیا گیا۔ اس تقسیم کی اغراض پوری طرح معلوم نہیں مگر ممکن ہے کہ اس سے وصول محاصل کی سہولت مدنظر ہو۔ بہرصورت یہ انتظامی اضلاع نہ تھے کیونکہ اغسطس نے ان بستیوں کی جو قومی یا برادری کے اصول پر اپنے اندرونی معاملات خود طے کرتی تھیں، آزادی میں رخنہ اندازی نہیں کی اور نہ شاہ تراجن تک اس کے کسی جانشین نے ایسا کیا۔[2]

اس موقع پر شاہی ڈاک کا ذکر کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا اگرچہ اس محکمے کا تعلق تمام ممالکِ سلطنت سے تھا۔ اس محکمے کی بنا اغسطس نے ڈالی تھی اور اسی نے فوجی شاہراہوں پر جابجا ڈاک کی گاڑیاں مقرر کر دی تھیں کہ اسے یا اس کے قاصدوں کو بلاتاخیر منزل مقصود تک پہنچا دیں اور پائے تخت اور بیرونی صوبوں میں آمد و رفت جلد ہو سکے۔ ڈاک کے اس انتظام سے صرف شاہی عہدہ دار یا قاصد اور یا وہ لوگ کام لے سکتے تھے جنھیں بادشاہ بطور خاص پروانۂ راہ داری لکھدے جسے "دی پلومہ" کہتے تھے۔ گاڑی گھوڑوں کا خرچ اور دیگر مصارف انھی بستیوں کے ذمے کر دئے جاتے جہاں اُن کے رہنے کے مقام مقرر تھے لیکن اس طریق میں خرابیاں پیدا ہوئیں اور کچھ زمانے کے بعد یہ مصارف خزانۂ شاہی سے ادا ہونے لگے۔ مگر واضح رہے کہ اس ڈاک کے محکمے کو اغسطس کے عہد میں اس ترقی اور وسعت کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہوا تھا جو اس نے ایک صدی بعد "کرسوس پبلی کوس" کے نام سے حاصل کی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۳ - اتروریہ - امبریہ - پی لوریہ - ونیشیہ - وایس تریہ - ترانس پادانہ -

[2] بلاد کی اندرونی خود مختاری کے وہ حقوق جو اطالیہ کی مختلف اقوام یا بستیوں کو حاصل تھے، جولیس قیصر نے لکس رُوبریہ اور لکس جولیہ میونی سپی پالیس (مجریہ ۴۹ و ۴۵ قم) میں بیان کئے ہیں ۱۵ ہزار سسترس کے سے زیادہ مالیت کے دیوانی مقدمات رومی پری تورون کی حدود اختیارات میں داخل تھے، یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مالگزاری کے معاملات میں یہ بستیاں بالکل آزاد تھیں - یعنی ان کے باشندے جو شاہی محاصل ادا کرتے تھے وہ انفرادی طور پر خاص شہر رومہ کے "شہری" ہونے کی حیثیت سے دیتے تھے ورنہ بذات خود ان بستیوں پر کوئی شاہی محصول عائد نہ ہوتا تھا۔

(۶) عہدہ اوگستال: تمام سلطنت میں انتظامی یا مذہبی عہدے پانے اور بلدیات یا مجالس شہری میں شرکت کرنے سے موالی کو مطلقاً محروم کر دیا گیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ جولیس سیزر نے بیرون اطالیہ اس قانون میں بعض اوقات ان کے واسطے نرمی کی لیکن اغسطس اس قانون کا شدید حامی تھا اور اس نے موالی کو نظم ونسق میں حصہ لینے سے بالکل خارج رکھا۔ اقتصادی اعتبار سے یہ اخراج موجب نقصان تھا کیونکہ قصبات کی آمدنی کا بڑا ذریعہ وہ محاصل تھے جو مذہبی یا انتظامی عہدہ داروں سے وصول ہوتے اور اس کی صورت یہ تھی کہ یا تو وہ نقد روپیہ ادا کرتے اور یا سرکاری میلے تماشوں کا خرچ اپنے ذمے لے لیتے تھے۔ چونکہ موالی ان عہدوں سے محروم تھے اس لئے ایسا کوئی بار ان پر نہ پڑتا تھا حالانکہ وہ اسے اٹھانے پر خوشی سے آمادہ تھے۔ پس اغسطس نے ان کے ارمان نکلنے اور ان کی دولت سے کام لینے کے لئے، غالباً صدارت کے ابتدائی سنین میں "اوگستال" (Augustales) بنانے کا نیا دستور نکالا۔ (۱) اوّل اوّل یہ دستور صرف اطالیہ اور مغرب کے لاطینی صوبوں میں جاری ہوا۔ افریقہ میں اس کی مثالیں کم اور سلطنت کے مشرقی حصے میں بالکل ہی مفقود ہیں۔ (۲) دوسرے یہ نیا عہدہ اغسطس کے کسی قانون کے ذریعے وجود میں نہیں آیا بلکہ محض اس کے مشورے پر بعض شہروں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا جس میں ان شہروں کا ہر طرح نفع تھا۔ (۳) اس دستور کی صورت یہ تھی کہ ہر سال قصبات کے اعلیٰ حکام چھ نئے اشخاص کو "شش گانی اوگستالی" کے نام سے نامزد کرتے (۴) یہ نئے عہدہ دار کوئی مذہبی رتبہ نہ رکھتے تھے اور ان کی عہدہ داری یا حکومت بھی محض رسمی ہوتی تھی کیونکہ نظم ونسق کا کوئی کام اُن کے تفویض نہ کیا جاتا تھا (۵)، البتہ اصلی حکام کی مثل وہ اغراض عامہ کے واسطے روپیہ دینے میں برابر کے شریک ہوتے تھے اور عہدہ حاصل کرنے کے وقت سرکاری خزانے میں ایک رقم داخل کرتے اور بیچ تہوار کے مصارف برداشت کرتے تھے۔

(۶) یہ چھ آدمی قریب قریب ہمیشہ طبقۂ موالی سے منتخب کئے جاتے تھے اور جنوبی اطالیہ میں تو کبھی اس کے خلاف عمل نہ ہوتا تھا۔ (۷) عہدہ کی ہر ایک سال کی میعاد ختم کرنے کے بعد بھی اس شش گانی کارکن "اوگستال" کے لقب سے ملقب رہتا جس طرح ایک مرتبہ قنصلی پانے کے بعد قنصلوں کو پھر ہمیشہ اسی عہدے سے منسوب کرتے تھے، اس طرح کچھ عرصے میں "اوگستال" کی ایک ممتاز جماعت مرتب ہو گئی اور ہر آزاد غلام

اس جماعت میں داخل ہونے کی تمنا رکھتا تھا۔ (۸) اس نئے دستور کے متعلق سب سے زیادہ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسے بہت کچھ نائتوں کی جماعت بندی کے اصول پر بنایا گیا تھا۔ اوگستال کی جماعت کو "شش گانی" کا لقب دینا ظاہرا اسی طبقۂ اکوئیت (Equites) کی نقل تھی اور غالباً یہ طریقہ بھی اسی زمانے میں رائج کیا گیا جب کہ طبقۂ متوسطہ کی نئی تنظیم عمل میں آئی۔ مزید برآں ملک اطالیہ اور دوسرے صوبوں میں اوگستال کی حیثیت قریب قریب اسی قسم کی تھی جیسی کہ پائے تخت روما میں نائتوں کی تھی۔ بہ الفاظ دیگر وہ روما کے باہر دوسرے شہروں میں رومی نائتوں کا نمونہ تھے اور طبقۂ امرا اور جاگیرداروں کے مقابلے میں وہ سرمایہ دار و تاجر پیشہ طبقے کے نائب سمجھے جاتے تھے۔ مجالس بلاد و اضلاع کے ساتھ ان کا تعلق اور معاہدہ ٹھیک اسی قسم کا تھا جیسا کہ رومی نائتوں کا مجلس اعیان کے ساتھ۔

فصل سوم۔ فوج اور بیڑے کی تنظیم

(۱) روما کے فوجی نظام میں اغسطس نے بعض اصولی تبدیلیاں کیں۔ اول تو اس نے ایک مستقل فوج مقرر کی اور حق یہ ہے کہ ایک مستقل یا دوامی امپراطور کی حیثیت سے اصولاً اس کی ماتحت فوج بھی دوامی ہونی چاہیئے تھی۔ چنانچہ تمام صوبوں میں جہاں فوجی تحفظ کی ضرورت تھی اور فوجی جیوش رہتے تھے، اب ان کی مستقل چھاؤنیاں بنا دی گئیں، دوسرے اغسطس نے فوج کو ملکی ڈاؤک زری لیا، مرتب کی اور اسے افواج سلطنت کا ایک ضروری جزو بنا دیا، تیسرے اس نے بیڑے کو بری فوج سے علیحدہ کر دیا اور چوتھے یہ کہ اسی نے ایک فوج خاصہ یا "پری تورین گارڈ" کی جمعیت مرتب کی، فوج کی تنظیم میں اغسطس نے بہت دردسری اٹھائی لیکن اس بات پر اہل الرائے کا اتفاق ہے کہ خانہ جنگی کے بعد اس کا جیوش کی تعداد کو کم کر دینا دور اندیشی کے خلاف تھا۔[۱]

یہ تخفیف زیادہ تر اقتصادی مصالح کی بنا پر کی گئی تھی کہ سرکاری مصارف میں

---

[۱] دیکھو باب کے اخیر میں حاشیہ ج

کمی ہو جائے۔ لیکن اغسطس نے تقریباً ڈھائی لاکھ آدمی کی جو مستقل فوج رکھی وہ دیگر مقامات کے معمولی خطرات کو چھوڑ کر رہائن ڈین یوبیہ اور فرات کے دشمنوں ہی کے مقابلے میں اتنی بڑی سلطنت کی حفاظت کے واسطے کافی نہ تھی۔

اغسطس کی وفات کے وقت رومی جیوش کی تعداد ۲۵ تھی۔ ہر جیش میں ۱۲۰ سوار ہوتے اور ۶ ہزار سے زیادہ اور ۵ ہزار سے کم پیادہ سپاہی نہ رہتے تھے ہر جیش میں پیادوں کے دس اعشار (کوہورت) اور ہر عشر جیش میں چھ صدہ (سنچوری) ہوتے۔ ہر صدہ اپنا پرچم علیحدہ رکھتا تھا۔ اور سواروں کی بھی چار ترمی یا جوق میں تقسیم کر دی گئی تھی۔ جیوش میں فوجی خدمت کے اہل صرف وہ لوگ مانے جاتے تھے جو شہر کی کسی برادری کے آزاد فرد ہوں۔

جیوش کے ساتھ کومکی فوج بھی ہوتی اور اس کے لئے یہ شرط نہ تھی کہ شہری برادریوں کے افراد سے مرتب ہو بلکہ یہ بیرونی صوبوں ہی سے بھرتی کی جاتی تھی اور اس میں بھی پیادہ وسوار کے علیحدہ علیحدہ، خواہ مرکب دستے ہوتے۔ بعض پیادہ دستوں میں سپاہیوں کا شمار پانچسو کے قریب ہوتا تھا اور اُن کے چھ صدہ بنا دئے گئے تھے ان کے سپاہی "کوہن جناری" یا فوج پنج صدہ کے سپاہی کہلاتے تھے۔ دیگر پیادہ دستوں میں سپاہیوں کی تعداد زیادہ یعنی ایک ہزار ہوتی اور اس کو دس صدہ میں تقسیم کر دیا جاتا۔ یہ سب "ملیاری" یا ہزاری فوج کے سپاہی کہلاتے تھے۔ پیادہ وسوار کے مخلوط دستوں کو "اکوئی تاتت" کہتے اور صرف سواروں کا دستہ آلی کہلاتا اور اس میں مختلف قدوقامت کے سوار لے لئے جاتے تھے، جب کومکی افواج کسی جیش کے ساتھ لگا دی جاتیں تو وہ بھی اس جیش کے سپہ سالار کے ماتحت ہوتی تھیں۔ لیکن علیحدہ بطور خود بھی ان فوجوں سے کام لیا جا سکتا تھا اور بعض صوبوں میں صرف اسی قسم کی کومکی فوج کے سپاہی متعین تھے۔

جیوش میں باہمدگر تعداد سپاہ اور علیحدہ ناموں سے امتیاز کیا جاتا تھا۔ جیسے، "جیش دہم۔ جمینا بست ویکم۔ راپاکس، یا شش ویک تریکس"، عا

ان فوجوں کے ماسوا، اطالی مطوعین کے بھی دستے تھے۔ جن کا بہت کم

عا دیکھو حاشیہ الف۔ باب کے اخیر میں۔

حال پڑھنے میں آتا ہے ۔ اور بعض صوبوں میں مقامی جمعیت (میلیشیا) رکھی جاتی تھی۔ ابتدا میں اغسطس نے اپنی ذاتی حفاظت کے واسطے جرمن سپاہیوں کی ایک فوج رکاب بھی مرتب کی تھی لیکن ۹ سنہ ء میں اسے موقوف کر دیا[1]

مصر کے جیوش یا بعض چھوٹے صوبوں کی کوکی افواج کے سوا سپاہ باقاعدہ کی سرداری مجلس اعیان کے ارکان کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں ہمیں اغسطس کا رواج دادہ "لگاتوس لجیانوس" (یعنی جیش سالار) کا عہدہ یاد آتا ہے جو طبقۂ اعیان کے بالعموم پری توری مرتبے کے اشخاص کو دیا جاتا تھا کہ جیش اور متعلقہ افواج کوکی کی قیادت کرے۔ اس طرح قدیم جنگی تری بیون کا عہدہ گویا لگاتوس کا ماتحت ہو گیا۔ اب جنگی تری بیون محض ایک فوجی حاکم اور مرتبے میں افواج کوکی کے مہتمم کے مساوی اور کوکی صد سالہ (یا آلی) کے سردار سے کچھ کمتر مانا جانے لگا۔ یہ تینوں عہدے جن کا ہم نے ذکر کیا ناہتوں کے عہدے تھے اور اعیان کی اولاد میں جو لوگ ملکی خدمت کے شایق ہوتے، وہ ان پر مامور کئے جا سکتے تھے۔ چھاؤنی یا پڑاؤ کا مہتمم، اعیانی رتبے کا شخص نہ ہوتا تھا اور علی العموم پریمی پیلی یعنی اعلےٰ درجے کے سرداران صدرہ کے سب سے اول گروہ سے چن لیا جاتا تھا۔ یہ عہدہ دار لگاتوس کے زیر دست نہ ہوتا بلکہ حاکم صوبہ کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ اور اسے سنگین سزا دینے کا اختیار نہ ہوتا تھا۔ مصر میں یہی پڑاؤ کا مہتمم لگاتوس یا سالار جیش کی خدمت انجام دیتا تھا کیونکہ وہاں اعیان کے جانے کی ممانعت تھی!

جیش کے سپاہی کی میعاد ملازمت بیس اور کوکی افواج کے سپاہیوں کی پچیس سال قرار دی گئی تھی (۵ سنہ ء) اور ان کی علحدگی کے وقت حکومت کا فرض تھا کہ اراضی یا نقد روپے کی صورت میں ان کی وجہ معاش کا انتظام کرے۔ لیکن بعد میں یہ بھی دستور ہو گیا تھا کہ بعض سپاہی اپنی میعاد ملازمت ختم کرکے پھر خاص خاص دستوں میں جو انھی کے واسطے مرتب کئے گئے تھے، ملازمت اختیار کر لیتے اور ان کے ساتھ خاص رعایتیں کی جاتیں تھیں۔ یہ دستے وک زیلا و ترانوروم[2] کہلاتے اور ان سے صرف جنگ

ح[1] دیکھو حاشیہ نمبر ۹۵ باب کے اخیر میں۔

ح[2] انھیں "وک زی لاری" بھی کہتے تھے لیکن مذکورۂ بالا نام اس واسطے دیا گیا تھا کہ

کے وقت کام لیا جاتا تھا۔

اس فوجی نظام کا خرچ بہت کثیر تھا اور دلمیشیا کی بغاوت یعنی ۶ سنہ میں اغسطس معمولی ذرائع سے سپاہیوں کے مطالبات پورے نہ کر سکا اور اسے چار و ناچار ۱۷ کرور سسترکہ (تقریباً تیرہ لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ) کا ایک "فوجی سرمایہ" Aerarium Militare. جمع کرنا پڑا۔ اس کا انتظام تین سال تک پری توری اعیان میں سے تین مہتمموں کے سپرد کیا گیا جو قرعہ ڈال کے منتخب کئے گئے تھے۔ اس فوجی سرمائے کی بہم رسانی کا اصلی ذریعہ ایک تو یہ محصول تھا کہ ہر ترکے پر پانچ فی صدی رقم لے لی جاتی اور دوسرے نیلام (یا ہراج) پر ایک فی صدی محصول سرکار وصول کر لیتی تھی۔

(۸) شہر رومہ اور ملک اطالیہ، امپراطور کی فوجی حکومت سے مستثنیٰ تھے اور اس کی ماتحت فوجیں بیرونی صوبوں اور سرحدوں پر رہتی تھیں۔ لیکن اس میں دو مستثنیات بھی تھے۔ ایک تو "پری تورین گارد" یا **فوج خاصہ** (اسی میں شہر کے محافظ و پاسبان بھی داخل کر لینے چاہئیں) اور دوسرے بیڑا جو خاص رومہ میں امپراطور کے ماتحت موجود رہتے تھے۔

امپراطور کے پاس حفاظتِ ذاتی کے لئے ایک فوجی دستہ جمہوریت کے زمانے میں بھی رہا کرتا تھا اور حکومت ثلاثہ میں اس دستور کو اور تقویت پہنچی۔ اب اغسطس نے اس کو از سر نو مرتب کیا۔ فتح اکشیئم کے بعد اس کے شکست خوردہ حریف انتونی کے ذاتی ملازمین بھی اس کی سرکار میں داخل ہو گئے۔ انھیں اور اپنے ذاتی سپاہیوں کو ملا کر اغسطس نے ایک مستقل فوج خاصہ تیار کی جن میں ہزار ہزار سپاہیوں کے نو دستے تھے، اس طرح، جمہوریت کے زمانے میں حفاظت ذاتی کے واسطے جو "کوہورس پری توریا" امپراطور کو دئے جاتے تھے اب عہد بادشاہی میں اسی کام کے واسطے ایک مستقل **فوج خاصہ** تیار ہو گئی، اس فوج کے سپاہیوں کی تنخواہ معمولی جیش کے سپاہی کی تنخواہ سے دوگنی قرار پائی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹ - ان میں اور ان عام "وکہ زی لاری" میں امتیاز رہے جن سے فوج کے چھوٹے دستے "جو وکزیلوم یعنی ایک جھنڈی دے کے ہنگامی طور پر جمیعت اصلیہ سے علیحدہ کر لئے جائیں" مراد ہوتے تھے۔ یہ وکزیلوم یا چھوٹی جھنڈی صرف وقتی ضرورتوں کے وقت اور چھوٹے دستوں کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ اور سگنوم یعنی بڑا جھنڈا مستقل جمیعت کے واسطے مخصوص تھا۔

اور ۵ئہ میں اس کی میعاد ملازمت بھی سولہ سال کر دی گئی۔ ابتدائی ردوبدل کے بعد آخر (۲ ق م) اس فوج خاصہ کی سرداری پر دو ناظمان خاصہ (پری تورین پریفکیت) مقرر ہوئے جو نایتوں کے مرتبے کے اشخاص ہوتے تھے۔ آگے چلکر یہ عہدہ سلطنت میں سب سے بادقعت و اہم ہو گیا تھا لیکن شروع میں بھی ناظم خاصہ کا بہت کچھ رسوخ ہوتا تھا۔ بادشاہ کی ذاتی سلامتی اسی عہدہ دار کی وفاداری پر منحصر تھی اور اغسطس کا ایک کے بجائے دو ناظم مقرر کرنا بھی غالبًا اسی حکمت سے تھا کہ فریب و دغا کا موقع کم رہجائے۔ فوج خاصہ کے صرف ایک چھوٹے دستے کو شہر رومہ کے اندر مقیم رہنے کی اجازت تھی اور باقی سب سپاہی مضافات شہر میں رکھے جاتے تھے۔ اس طرح اطالیہ میں ایک مستقل فوج کا رکھنا بے ضابطہ تو ضرور تھا لیکن اس کی ناگواری کو ایک حد تک اس قاعدے نے کم کر دیا کہ فوج خاصہ میں اہل اطالیہ کے سوا اور کوئی شخص بھرتی نہ ہو سکتا تھا[۱] اور اطالیہ کی حدود میں اُن دنوں مفہوم قدیم کے بموجب "این روئے الپس غالیہ" کا علاقہ بھی داخل نہ تھا۔

فوج خاصہ کے دستوں کے علاوہ تین شہری دستے بھی رومہ میں متعین تھے اور بادشاہ کی عدم موجودگی کے زمانے میں اُن کا انتظام قائم مقام شہری کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ باقی پاسبانوں کے دستوں کا ہم اس سے پہلے حال بیان کر چکے ہیں[۲]

اغسطس نے ایک نیا شاہی بیڑا بھی بنایا اگرچہ اس کا نام "کلاسیس پری توریا" غالبًا عہد اغسطس کے بعد رائج ہوا۔ جمہوریت کے زمانے میں بحری فوج کی سرداری ہمیشہ بری جیوش کے سپہ سالار کے تفویض کر دی جاتی تھی اور چونکہ اطالیہ فوجی حکومت (امپی ریوم) سے مستثنیٰ تھا لہذا اطالیہ کی بندرگاہوں میں کوئی جنگی جہاز نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ بحر ادریاتیک و تسکان میں بحری قزاقوں کا زور رہتا تھا۔ سکنتوس پومپی کی

---

[۱] دیکھو تاسی توس "وقائع" حصۂ چہارم صفحہ ۵ جس میں پاڈوس کے اوپر شمالی اطالیہ کو اور جنوب کے یونانی شہروں کو "اطالیہ" کی حدود سے خارج کر دیا ہے۔

[۲] ایک اور شہری دستہ لگودونم میں متعین تھا۔ ایک اور گمنام سی فوجی جمعیت "استاتور اوگستی" بھی تھی جس کی حیثیت شہری دستوں اور پاسبانوں کے بین بین سمجھنی چاہیئے۔

لڑائیوں نے اغسطس کو بحری فوج کی طرف خاص طور سے متوجہ کر دیا اور بالآخر اُسے نظر آگیا کہ بیڑے کو بری فوج سے علیحدہ کر دینا چاہیے۔ پھر اطالیہ میں مستقل طور پر دو بیڑے رکھے جانے لگے۔ ایک تو مشرقی سواحل کی حفاظت کے واسطے راونا میں رہتا اور دوسرے کا بحری مستقر میزنم قرار پایا کہ وہاں سے وہ جنوبی سمندر کی نگہبانی کرتا رہے۔ یہ دونوں بیڑے بادشاہ کی فوج خاصہ میں داخل تھے اور اوّل اوّل ان بیڑوں میں اسی کے غلام بحری خدمت انجام دیتے تھے۔ بادشاہی کے ابتدائی زمانے میں ان بیڑوں کے سردار "مہتمم" کہلاتے اور بعض اوقات موالی کے طبقے میں سے لے لئے جاتے تھے۔ قوت و تعداد میں کم درجے کا ایک بحری دستہ اغسطس نے فورم جولئم میں بھی متعین کر دیا تھا لیکن جب صوبہ ناربونن سس کی حکومت مجلس اعیان کے تفویض ہوئی (سنہ ۲۲ ق م) تو اس کو وہاں سے ہٹا دیا گیا، ان بیڑوں میں ایک تو سہ طبقہ جنگی جہاز ہوتے جس میں چپو چلانے والوں کے واسطے اوپر نیچے تین تین قطاریں تختوں کی بنی ہوتی تھیں اور دوسرے لی برنیہ کے دو طبقہ جہاز جو نسبتاً ہلکے ہوتے تھے چنانچہ بعد میں اُن بھاری اور بڑے جہازوں کا رواج جاتا رہا اور لی برنی کے عام معنی ہی جنگی جہاز کے ہو گئے۔

توضیحات و حواشی

۱۔ اغسطس کی وفات (سنہ ۱۴ء) کے وقت جیوش کی تقسیم مختلف صوبوں میں:

ہسپانیہ ... وہم جمینا - ۳ جیش - یعنی جیش چہارم - ماسی دونیکا ششم "وک ترکیس" (یا فاتح)

جرمانیہ (زیریں) ... ۴ جیش - اول و پنجم "الاودا" بستم "ولریا وک ترکیس" بست و یکم (راپاکس یعنی جنگجو)

جرمانیہ (بالائی) - ۴ جیش - دوم "اوگستا" سیزدہم "جمینا" چہاردہم "جمینا" شانزدہم

پانونیہ ... ۳ جیش - ہشتم "اوگستا" نہم و پانزدہم "اپولی ناریس"

دلمیشیہ ... ۲ جیش - ہفتم و یازدہم

میسیہ ... ۲ جیش - چہارم "سیدیکا" پنجم "ماسی دونی کا"

شام ۔۔۔۳۔ جیش ۔ سوم "گالیکا" ششم "فراتا" دہم "فرتن سیس"
مصر ۔۔۔۲۔ جیش ۔ سوم "سای رنیکا" دوازدہم "فلمی ناتا" بست و دوم "دیئوتاریانا"
افریقہ ۔۔۔۱۔ جیش ۔ سوم "اوگستا"

میزان جیوشش ۔ ۲۵

صدارت کے آغاز یعنی ۲۷ء ق م میں جیوش کی تعداد ۲۳ تھی ششم "فراتا" اور دہم "فرتن سیس" اغسطس نے بعد میں بڑھائے اس کے علاوہ تین جیش جو ۲۷ء ق م میں موجود تھے ۱۳ ء میں باقی نہیں رہے ۔ یعنی واروس کی ہزیمت میں ان کے سپاہی ہلاک ہو گئے ۔ یہ جیش ہفدہم، ہجدہم، و نوزدہم تھے ۔ لہذا ان کی بجائے تین نئے جیش مرتب کئے گئے یعنی اول ۔ بست ویکم ("راپاکس") اور بست و دوم "دیئوتاریانا"

مذکورۂ بالا جیوش میں بعض کا نشان یکساں نظر آتا ہے ۔ قیاس غالب یہ ہے کہ اس کا سبب یہ ہوا کہ حکومت ثلاثہ کے ارکان نے اپنے جیوش کے بطور خود نام مقرر کر دئے تھے اور وہ دوسری فوجوں سے نشان علیحدہ رکھنے کا خیال نہیں کیا تھا ۔ اور پھر انتونی ۔ اور لپی دوس کے بعض پورے جیش کے جیش اغسطس کی فوج میں شامل ہو گئے اور ان کا نشان وہی رہا جو انھیں پہلے سے مل چکا تھا ۔ اس بارے میں کم سے کم ایک جیش سوم "گالیکا" کے متعلق تو ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ انتونی کے ماتحت ممالک مشرقی میں پہلے بھی لڑتا رہا تھا ۔ غرض اسی طرح کئی کئی جیوش کے ایک ہی نشان مشہور ہو جانے کی صورت میں یہ ضروری ہو گیا کہ ان کے نام کے ساتھ کسی امتیازی لقب کا اضافہ کر دیا جائے

یہ امتیازی لقب مختلف وجوہ سے دئے جاتے تھے ۔ مثلاً ایک جیش کا لقب اس کی "توقیع" کی بنا پر ہوتا (جیسے "فلمی ناتا" اور شاید "الااودا" کی بھی وجہ یہی ہو) کسی جیش کو اس قوم کے نام سے منسوب کر دیتے جس سے وہ لڑا ہو (جیسے "سیدیکا") یا اس مقام سے جہاں لڑائی ہوئی ہو (جیسے "فرتن سیس") اور باقی کے ساتھ عام القاب (جیسے وک تریکس، راپاکس) شامل کر دئے گئے تھے ۔ لفظ جمینا کی تحقیقات پہلے ہماری

نظر سے گزر چکی ہے۔ (باب اول۔عنوان م۔(۳))
کمکی افواج کی مختلف جمعیتیں اُن قومی ناموں سے باہم دگر ممتاز ہوتی تھیں جن قوموں کے آدمی ان میں بھرتی ہوئے ہوں۔ لیکن رسالہ اور کبھی کبھی پیادہ دستے بھی خاص خاص ناموں سے مشہور ہو جاتے تھے (جیسے رسالہ "بت ریانا")

ب۔جیش و فوج خاصہ کے سپاہیوں کی تنخواہ اور مدت ملازمت۔

اغسطس کے زمانے میں جیش کے سپاہی کی تنخواہ ۲۲۵ "دناریائی" (یعنی تقریباً ۹ پونڈ) سالانہ تھی۔ اور شاہ ڈومی شیئن کے زمانہ تک یہی دستور جاری رہا۔ البتہ ڈومی شیئن نے اس میں ایک ثلث کا اضافہ کر دیا کہ پھر یہ تنخواہ سالانہ ۳۰۰ "دناریائی" ہو گئی ۲۷ ق م میں جب فوج خاصہ مرتب ہوئی تو اس کے سپاہیوں کی تنخواہ عام جیش والوں سے دُگنی یعنی ۴۵۰ "دناریائی" سالانہ قرار پائی۔ لیکن بعد میں اس کو بڑھا کر ۷۲۰ دناریائی (تقریباً ۲۵½ پونڈ) سالانہ کر دیا گیا۔ (ملاحظہ ہو تاسی توس۔ "وقائع" حصہ اول صفحہ ۱۷) "شہری دستے" کے سپاہیوں کی تنخواہ غالباً ۳۶۰ "دناریائی" تھی۔

ابتداءً اغسطس نے جیش کے سپاہیوں کی میعاد ملازمت سولہ سال اور فوج خاصہ والوں کی ۱۲ سال مقرر کی تھی۔ لیکن ۵ ق م میں پہلی میعاد ۲۰ اور دوسری ۱۶ سال کر دی گئی۔ شہری دستے کی سپاہ کے واسطے بھی ۲۰ سال کی میعاد تھی۔ مگر افواج کمکی کے سپاہی کے واسطے ۲۵ سال کی میعاد رکھی گئی۔

اغسطس کے زمانے میں فوج کی جو قلب ماہیت ہوئی اس کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ لیکن قرائن کہتے ہیں کہ یہ تغیر ایک ہی مرتبہ نہیں ہوا بلکہ بتدریج ہوا تھا۔ موم سن اس بات کا قائل ہے کہ جیوش کی تعداد کو بنائے صدارت کے بعد ہی پچاس سے گھٹا کر ۱۸ کر دیا گیا اور ۶ء تک یہی تعداد رہی۔ مگر اس کا گمان ہے کہ ۶ء میں نئے جیوش کا اضافہ کیا گیا اور اس وقت کل تعداد جیوش ۲۶ ہو گئی پھر جب وار دس کے تین جیوش برباد ہوئے اور ان کی بجائے دو نئے جیش مرتب کئے گئے تو یہ کل تعداد پچیس ہو گئی۔ کیونکہ یہ ہمیں معلوم ہے کہ اغسطس کی وفات کے وقت جیوش کی تعداد یہی (۲۵) تھی۔ لیکن موم سن نئے جیوش کی ترتیب میں جو دلیلیں پیش کرتا ہے

اُن سے تو اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ غالباً جو جیوش پہلے موجود تھے انھی میں کچھ اضافہ کر دیا گیا تھا۔ ہم مانتے ہیں کہ گو مالی مصلحتیں ایسی تخفیف کی مقتضی ہوں مگر یہ بات کہ اغسطس نے ۲۷ ق م میں جیوش کی تعداد کو گھٹا کر صرف ایک لاکھ سپاہی رہنے دئے نہایت بعید از قیاس نظر آتی ہے۔ جیسا کہ ہرزوگ نے نہایت عمدہ پہلو یہ جتایا ہے کہ مذکورہ بالا مسئلے پر غور کرتے وقت ہمیں کوکی افواج کی ترتیب کا تعلق پیش نظر رکھنا چاہیئے جن کی بنا اغسطس ہی کے زمانے میں پڑی اور جن کی ترتیب و تنظیم میں ضرور کچھ مدّت لگی ہوگی۔ ہرزوگ کا یہ قیاس کہ جیوش کی تخفیف بتدریج اور کوکی افواج کی ترکیب کے ساتھ ساتھ عمل میں آئی، بہت معقول نظر آتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تغیر ۱۳ ق م میں قریب قریب تکمیل پا چکا تھا کیونکہ یہی سال ہے جس میں مجلس اعیان کے فیصلے کے مطابق محکمۂ فوج میں بہت سے اہم انتظامات عمل میں آئے (جیسا کہ اوپر کے حاشیہ ب میں ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق ملاحظہ ہو۔ ریز جستی مدّونہ مومسن صفحات ۶۸ وغیرہ ہرزوگ۔ اا گشٹ ... " جلد دوم صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶۔

د۔ صوبوں کی فوجی جمعیت (می لیشیا)

بعض صوبوں میں (جیسے ری تیہ، کپا دوسیہ وغیرہ) اکثر خطرے کے وقت وہاں کے مقامی لوگ بھرتی کر لئے جاتے تھے (ان میں اور باقاعدہ کوکی افواج میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیئے) بلکہ معلوم ہوتا ہے ناراکون سیس میں ان مقامی سپاہیوں کی ایک باقاعدہ جمعیت مرتب کی گئی تھی کیونکہ وہاں ہم ایک عہدہ دار کو جسے "پر فکتوس اوری ماری تیمی" کہتے تھے، فوج کے دو دستوں کا سردار پاتے ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں کسی کسی شہر میں بھی خاص خاص ضرورتوں کے واسطے ایک فوجی جمعیت شہر میں رکھی جاتی ہو۔

ہ۔ فوج خاصہ کے جرمن سپاہی

وارُوس کی شکست سے ۹ء میں جو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اس کی بنا پر اغسطس نے جرمن سپاہیان خاصہ کو جنھیں اکتیئم کی جنگ کے زمانے سے اس نے نوکر رکھا تھا، برطرف کر دیا۔ لیکن تی بریوس، گایوس اور نِرو کے حالات میں ہم پھر ایک جرمن سپاہ خاصہ کا نام پڑھتے ہیں۔ نِرو کے جرمن سپاہیوں کو گالبا نے علیحدہ کیا اور

پھر ابتدائی بادشاہوں کے زمانے میں ان کی جمعیت مرتب نہ ہوئی، قانونی طور پر ان جرمن سپاہیوں کی حیثیت غلاموں کی سی تھی اور انھی کی مثل ان کی جماعت بندی کی جاتی اور وہ "دگوریائی" یعنی دس دس کے گروہوں میں منقسم ہوتے تھے۔

و۔ "اووکاتی اوگستی"

اس گروہ کا اس قدر کم حال سننے میں آتا ہے کہ ہم نے اس کا متن کتاب میں تذکرہ کرنا غیر ضروری سمجھا۔ یہ ایک فوجی دستہ تھا جسے آغسطس نے مرتب کیا اور فوجی محکمے کا ایک مستقل شعبہ بنا دیا حالانکہ جمہوریت کے زمانے کے "اووکاتی" محض ہنگامی ضرورتوں کے واسطے فی الوقت جمع کر لئے جاتے تھے۔ اس دستے میں وہی سپاہی بھرتی کئے جاتے جو اپنی میعاد ملازمت پوری کر چکے ہوں۔ اور ان سے جو خاص خدمت لی جاتی وہ بھی فوجی کی بجائے ایک حد تک دیوانی ملازمت کی نوعیت رکھتی تھی۔ کیونکہ یہ لوگ فوج کے متعلق عمارات وغیرہ بنانے کے کام پر لگا دئے جاتے تھے۔

باب ششم

عہد اغسطس میں صوبوں کا نظم و نسق ۔ مغربی صوبے

ذیلی عنوانات :- (۱) متحدہ ریاستوں اور صوبوں کا فرق ۔ خراج ۔ صوبوں کے شہروں کی مقامی حکومت (۲) شاہی اور مجلسی صوبے ۔ (۳) پروقنصل اور پروپری تور قنصلی اور پری توری صوبے ۔ "لگاتی" ۔ "پروکیوراتور" بادشاہ کی "ایمی ریوم اپوس" (۴) اغسطس کا صوبوں میں جانا ۔ (۵) غالیہ اور اس کے چار صوبے ۔ ناربون سیس، اکوئی تانیہ ۔ لگودونن سیس ۔ اور بلجیکہ ۔ رومہ اور اغسطس کے نام کا مندر لگودونم ۔ لگودونم کی اہمیت ۔ برطانیہ (۶) ہسپانیہ اور اس کے صوبے ۔ بی تیکہ ۔ تاراکونن سیس اور لوسی تانیہ ۔ کان تابریہ ۔ اور اس توریا کی جنگ ۔ (۷) افریقہ ۔ موریتانیہ کی بادشاہی (۸) ساری دی نیہ اور کورسیکہ (۹) صقالیہ ۔ (۱۰) ریتیہ ۔ نوری کم اور اضلاع ایلپس ۔ ریتی اور دین ڈیلسی قوم کو دروسوس دتی بریوس کا محکوم بنانا ۔ سلاسی کی تسخیر اور ایلپس کی شورش کا انسداد (۱۱) ولیشیہ اور پانونیہ ۔ ولیشیہ اور تھریس ۔ تھریس کی بغاوتیں ۔ (۱۲) مسئلۂ جرمانیہ اور سرحدوں کی حفاظت

فصل اول ۔ صوبوں کی عام تنظیم

(۱) جس وقت اغسطس نے بادشاہی حکومت کی بنیاد ڈالی اس وقت رومی علاقہ بحر اوقیانوس سے دریائے فرات تک، اور بحر شمال سے حبشہ کی سرحدوں تک پھیلا ہوا تھا ۔ مگر اس وسیع سلطنت میں جو ممالک شامل تھے ان سب کی سیاسی حیثیت یکساں نہ تھی ۔ سلطنت کی اصل اور ملکہ شہر رومہ تھا اور وہ سب سے الگ ایک خاص مرتبہ رکھتا تھا ۔ اسے ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی اور سب ممالک کی نظریں اسکی جانب لگی رہتی تھیں ۔ اس کے بعد بہت سے امتیازی حقوق میں رومہ کا شریک، اطالیہ کا ملک تھا۔¹ اس

¹ ۴۹ سنہ ق م سے ایلپس سے آبنائے مسانا تک اطالیہ کی تمام بستیوں کو رومہ کے پورے

اندرونی دائرے کے بعد وہ ممالک اور قومیں تھیں جن کی حکومت براہ راست اور بلاشرکت اہل رومہ کے ہاتھ میں تھی۔ اس حلقے کے بھی باہر وہ ملک اور بستیاں تھیں In Dicione جو اگرچہ درحقیقت رومہ کی محکوم تھیں تاہم ان کی ظاہری آزادی باقی تھی۔ اور وہ متحدہ یا حلیف ریاستوں کے نام سے موسوم ہوتی تھیں۔ پھر ان سب حلقوں میں طریق انتظام اور اُن حدود کے اعتبار سے جو اُن کی مقامی آزادی کے متعلق عائد کی گئی تھیں، مختلف جزئی تقسیمیں تھیں۔ اس طرح رومی سلطنت کے محکوم علاقے رومہ کے ساتھ سیاسی تعلقات میں بھی اسی قدر فرق و اختلاف باہمی رکھتے تھے، جس قدر کہ باہم نسل و زبان کے لحاظ سے مختلف تھے۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ "امپریوم روما نوم" کا صحیح لفظی مفہوم اس قدر وسیع نہیں ہے جس قدر کہ ہم اس کے جدید مرادف "سلطنت رومہ" سے مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ اس لفظ کے مفہوم میں ہم نے نہ صرف صوبے بلکہ وہ آزاد ریاستیں بھی داخل کر لی ہیں جو قانونی طور پر رومہ کی صرف حلیف یا تابع تھیں۔ قانوناً یہ حلیف ریاستیں سلطنت رومہ کی حدود (Fines) میں داخل نہ تھیں اگرچہ اس میں شک نہیں کہ ان کے ساتھ جو معاہدے یا محالفے (Faedus) کئے جاتے تھے ان کا اصلی مدعا یہ ہوتا تھا کہ وہ ریاستیں رومہ کی سیادت کو تسلیم کرتی ہیں اور اُن کی خودمختاری کا آئندہ قائم رہنا صرف رومہ کی خوشی پر منحصر ہے۔ لاطینی زبان میں ایسا جامع کوئی لفظ نہ تھا جس کے معنی میں دونوں قسم کے علاقے، جن پر بلاواسطہ اور بالواسطہ حکومت کی جاتی ہو، شامل ہوں۔ فی الجملہ ایک لفظ "اوربس ترارم" جو اکثر "سلطنت" کے مرادف معلوم ہوتا ہے، غالباً مذکورہ بالا مفہوم کو ایک حد تک ادا کرتا ہے۔ اس کے لفظی معنی "دنیا" کے ہیں۔ اور اس اعتبار سے کہ رومی قانون میں تمام سرزمین جو نہ رومہ کی ملک ہو اور نہ کسی ایسے شخص کی جس کے حقوق ملکیت رومہ نے تسلیم کئے ہوں، دنیا سے خارج یالاوارث سمجھی جاتی تھی، "دنیا" کے لفظ سے خاص طرح رومی سلطنت کا مفہوم نکل آتا ہے۔

خودمختار و غیر خودمختار علاقوں میں فرق کی سب سے نمایاں علامت یہ تھی کہ خودمختار علاقے کے باشندے اپنے محاصل خود وصول کرتے تھے اور غیر مختار علاقوں پر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶۔ شہری یا ملکی حقوق مل گئے تھے۔ پھر سنہ ۴۲ء میں قانون "رُوس کیبہ" کی رو سے ملک اطالیہ کو ایلپس تک وسیع کر دیا گیا۔

محصول رومہ کی طرف سے عائد کیا جاتا تھا۔ دوسرے ان غیر خود مختار صوبوں کی ساری زمین رومہ کی ملکیت مانی جاتی تھی حالانکہ خود مختار علاقوں کی زمین رومی نہ تھی۔ ابتدا میں جب اہل رومہ نے اول ہی اوّل بعض بیرونی علاقے فتح کئے، تو ان کی زمینوں کو اپنی ملک بنا لیا لیکن یہ ایک اصولی غلطی تھی جس کی بعد میں اس وقت اصلاح کر دی گئی جبکہ سی گراکوس نے ایشیا کا نظم و نسق درست کیا۔ چنانچہ آئندہ تمام صوبوں کی زمین اہل رومہ کی ملک سمجھی جانے لگی کہ وہ چاہیں تو ایک مقررہ مالگزاری پر زمین کے پرانے قابضوں ہی کو از سر نو زمین کرایہ پر دے دیں اور اکثر مقامات پر یہی عملدرآمد ہوا۔ لیکن اصول یہی قرار پا گیا کہ اگر زمین انھی لوگوں کے پاس رہے جو رومی فتح سے قبل خود ان کے مالک یا وارث تھے تو بھی آئندہ وہ صرف کاشتکار یا مالگزار سمجھے جائیں، انھیں جو مالگزاری ادا کرنی پڑتی وہ "اتری بیوتوم" (خراج) یا "استی پن دیوم" [1] (یعنی تاوان) کہلاتی تھی (۲) اغسطس کے زمانے میں صوبوں کی اکثر بستیاں "تاوان گزار" Civitates Stipendiariœ تھیں۔ ان کی رعایا کی قانونی حیثیت "اغیار مفتوحہ" Peregrini Deditícu کی تھی لیکن وہ اس نام سے موسوم نہ ہوتی تھیں۔ انتظامی طور پر وہ اسی صوبہ دار کے ماتحت ہوتی تھیں جس کے صوبے میں واقع ہوں، (ب۔) تمام صوبوں میں ایسی بے شمار آبادیاں موجود تھیں جن کے باشندے رومہ کے پورے ملکی حقوق رکھتے تھے۔ اور ان کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ لیکن انفرادی حقوق میں خاص اطالیہ کے شہروں کے مساوی ہونے کے باوجود دو باتوں میں وہ بہت نقصان میں تھے۔ ایک تو یہ کہ انھیں خراج ادا کرنا پڑتا تھا اور اس عجیب بے قاعدگی کا سبب یہ تھا کہ صوبے کی زمین کی ملکیت کسی طرح اپنے قانونی مالکوں (یعنی اہل رومہ) کے

[1] اصولاً "استی پن دیوم" صرف شکست خوردہ ریاستوں سے خرچۂ جنگ کے طریق پر وصول کیا جاتا تھا اور اس لئے وہ محض ایک ہنگامی تاوان تھا۔ لیکن جب کسی مغلوب ریاست کی قوت اتنی کمزور ہو جاتی کہ وہ عرصے تک رومہ کے زیر دست رہتی تو اس وقت ہنگامی تاوان کی بھی ایک باقاعدہ محصول کی صورت ہو جاتی اور اس کو اسی نام (تاوان) سے موسوم کرتے۔ اس کے بعد یہی محصول مستقل "زر زمین" (وِکْ تی گال) یا "خراج" کی شکل اختیار کر لیتا ہے ہم اس کو اسی طرح "استی پن دیوم" (تاوان) کہتے رہتے تھے!

پاس سے منتقل نہ ہو سکتی تھی اور سمندر کے پار ہر قطعۂ اراضی جو رومیوں کی مشترکہ ملکیت Ager Publicus
بن گیا ہو کسی شخص کی خواہ اسے رومہ کے پورے شہری و ملکی حقوق Poponli Romani
حاصل ہوں "ذاتی ملکیت بیرونی Ager Privatus ex iure Quiritium . نہ بن
سکتا تھا۔ یہ الفاظ دیگر، صوبہ نابور کا ایک باشندہ، اگرچہ وہ روما کا ملکی باشندہ تھا اس صوبے
کی زمین میں ذاتی ملکیت حاصل نہ کر سکتا بلکہ محض اہل رومہ کے کاشتکار کی حیثیت سے زمین
پر دخیل ہوتا اور اس لئے لازمی طور پر اس کی سالانہ مالگزاری ادا کرتا تھا۔ البتہ بعض بعض بستیوں
کے ساتھ اس معاملے میں رعایت خاص کر دی جاتی تھی اور اغسطس ہی کے زمانے سے بعض
بستیاں اس قاعدے سے مستثنیٰ ہو گئی تھیں۔ اس رعایت خاص کی دو شکلیں تھیں۔ یا تو
یہ کہ اس بستی کے لوگوں کی مالگزاری معاف کر دی جاتی اور یا نہیں "جبس اطالی کوم" کا حق عطا
ہو جاتا۔ یہی دوسری صورت زیادہ عام تھی اور اس حق کی رو سے اس بستی کی زمین کو اطالیہ
خاص کی زمین کی حیثیت حاصل ہو جاتی اور اس میں ذاتی ملکیت رکھنا جائز ہو جاتا تھا۔
صوبوں کے وہ شہر یا قریے جو "جبس اطالی کوم" سے سرفراز ہوتے، ان میں اس امتیاز کو
ظاہر کرنے کے واسطے سلینوس دیوتا کی ایک برہنہ مورت اس شان سے کہ کاندھے
پر شراب کی چھاگل پڑی ہے، نصب کر دی جاتی تھی اور اس شکل میں اسے مارسیاس
کے نام سے موسوم کرتے۔ یہ اصل میں اس مارسیاس کی نقل تھی جس کی صورت رومہ کے
چوک میں نصب تھی اور اس شہر کے صدر مقام ہونے کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ مالگزاری کے
علاوہ اصوبے کی بستیاں رومہ کے ملکی حقوق رکھنے کے باوجود، رومی صوبہ دار کے ماتحت
ہوتی تھیں اور وہ ان کے معاملات میں اسی طرح مداخلت کا حق رکھتا تھا جس طرح
غیر قوم کی مفتوحہ بستیوں میں۔

واضح رہے کہ صوبوں کی یہ سب بستیاں یا تو "کولونیا" ہوتیں اور یا "میونی سی پیا"۔
اطالیہ کی تاریخ میں اس لفظ "میونی سی پیوم" کے معنی رفتہ رفتہ بدل گئے تھے۔ اول اول
تو یہ ایسے قریے یا بستی کے واسطے استعمال ہوتا رہا جس کو "جبس لاطینیوم" اور نیز
"سی وی تاس سین سفراجیو" کے حقوق حاصل ہوں۔ گویا ان شہروں کے مقابلے میں
جن کو رومہ کے پورے ملکی حقوق حاصل تھے، فرق ظاہر کرنے کے واسطے "میونی سی پیوم"
کی اصطلاح استعمال کی جاتی تھی۔ لیکن جس وقت "سین سفراجیو" کے علاقوں کو سیاسی

حقوق اور رومی ریاستوں کو پورے ملکی حقوق مل گئے تو گو اطالیہ میں کوئی قریہ اصلی معنی میں "میونی سی پیوم" نہیں رہا۔ بایں ہمہ اس لفظ کو ان لاطینی یا حلیف ریاستوں کے واسطے جو پہلے "میونی سی پیوم" کہلاتی تھیں، برابر استعمال کرتے رہے۔ اور اسی طرح اطالیہ کے باہر ان شہروں پر تو یہ لفظ اطلاق پاتا ہی رہا جو "جس لاطینوم" رکھتے تھے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ابتدا میں "میونی سی پیوم" اور "کولونیا" متبائن الفاظ نہ تھے لیکن ان میں باہم ایک قسم کی رقابت ضرور پیدا ہوگئی تھی اور جب "میونی سی پیوم" کے معنی میں تغیر ہوا تو اس رقابت میں اور شدت پیدا ہوگئی۔ اور آخر میں "میونی سی پیوم" صرف اُن شہروں یا قریوں کو کہنے لگے جو رومہ کے ملکی حقوق ملنے سے پہلے بھی آزاد تھے خواہ ان حقوق کے ساتھ وہ "کولونیا" رہے یا نہ رہے، برخلاف اس کے "کولونیا" بالعموم انھی آبادیوں کو کہتے تھے جن کو اوّل اوّل اہل رومہ ہی نے آباد کیا اور وہ پہلے موجود نہ تھیں، اس طرح لفظ "میونی سی پیوم" میں گذشتہ خود مختاری کا اشارہ نکلتا ہے!

(ج) رومی نوآبادیوں کے علاوہ، بیرونی صوبوں میں، لاطینی آبادیاں بھی تھیں ان کے لاطینی حقوق کی دو قسمیں تھیں۔ ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ اور قدیم لاطینی آبادیوں کو (جس لاطینوم یا) اعلیٰ قسم کے حقوق حاصل تھے۔ ادنیٰ قسم کے حقوق والی "جس اری می نوم" سے منسوب کی جاتی تھیں[1]۔ اور یہی وہ حقوق تھے جو صوبے کی غیر لاطینی اقوام کو بھی مل سکتے تھے۔ جب **عمرانی جنگ** (سوشل وار) کے بعد تمام اطالیہ کو رومہ کے مخصوص حقوق ملے تو "جس لاطینوم" والی اعلیٰ قسم مفقود ہوگئی اور پھر اس کا احیا نہ ہوا۔ اور ادنیٰ قسم کی بستیاں صرف اطالیہ کے باہر باقی رہیں۔ ان میں بھی لاطینی اور غیر قوم کی بستیوں میں ایک خاص امتیاز یہ تھا کہ لاطینی بستی کا کوئی فرد جو اپنی ہی بستی میں "حاکم" مقرر کیا گیا ہو رومہ کے پورے ملکی حقوق کا مستحق ہو جاتا تھا۔ لاطینی بستیاں اپنے معاملات میں خود مختار رہتی تھیں اور ان پر صوبہ دار کی نگرانی نہ تھی لیکن اہل رومہ کی نوآبادیوں کی مثل ان بستی کے لوگوں کو بھی زمین کا خراج ادا کرنا پڑتا تھا کیونکہ زمین، اہل رومہ کی ملکیت تھی، بجز اُن بستیوں کی زمین کے جنھیں "جس لاطینوم" کے ساتھ "جس اطالی کوم" کے

---

[1] "عمرانی جنگ" سے قبل جو بارہ لاطینی شہر رومی نوآبادیاں بنے ان میں اری می نم سب سے پہلا تھا۔

استثنائی حقوق بھی حاصل ہوں،

(د) رومی صوبوں کے باہر، اُن آزاد حلیفوں کے آزاد علاقے تھے جو رسمی طور پر خود مختار لیکن حقیقۃً رومہ کے محکوم تھے۔ انھیں "سی دی تات لی بری" کہتے اور ان میں ایسی واحد ریاستیں جیسے جمہوریہ اثینہ (ایتھنز) اور نیز متحدہ شہروں کے ایسے مجموعے جیسے لی سیہ، دونوں شامل تھے۔ قانونی طور پر ان کی دو قسمیں تھیں:— اول "سی دی تات لی بری وفی دریتی" یا محض "فی دریتی" دوم۔ "سی دی تات" (سین فی دری) لی بری (ورا ایمیونی) ان میں قسم اول کی ریاستیں بذریعہ "فیدوس" رومہ سے وابستہ تھیں جس میں ان کی دوامی آزادی برقرار رکھنے کا عہد وپیمان ہوتا تھا۔ قسم دوم کی ریاستوں کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاہدہ نہ ہوتا تھا اور ان کی آزادی جس قانون پر مبنی تھی اسے کسی وقت میں بھی منسوخ کیا جاسکتا تھا۔ اس فرق کے سوا دیگر معاملات میں دونوں قسم کی ریاستوں کا حال یکساں تھا۔ اُن کے اختیارات کو اس طرح محدود کیا گیا تھا کہ خود ان آزاد ریاستوں کو اس قسم کے زیر دست حلیف بنانے کی اجازت نہ تھی جیسی کہ وہ خود رومہ کی حلیف تھیں۔ وہ ازخود اعلان جنگ کرنے کی مجاز نہ تھیں۔ لیکن رومہ جو اعلان جنگ یا معاہدۂ صلح کرے، بغیر اس کے کہ ان ریاستوں سے کوئی رائے یا رضامندی محض رسمی طریق پر بھی حاصل کی جائے، یہ معاہدے ان ریاستوں میں بھی واجب العمل ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے بعض آزاد ریاستوں کو (جیسے ایتھنز، اسپارٹہ اور مسیلہ) خاص معاہدے کے ذریعے امدادی فوج کی فراہمی سے جمہوری اور شاہی دونوں زمانوں میں معاف کردیا گیا تھا۔ لیکن باقی سب بروئے معاہدہ اس قسم کی خدمت انجام دینے کی پابند تھیں۔ مثلاً اہل رودس کو ہر سال مقررہ تعداد میں رومی بیڑے کے واسطے جہاز دینے پڑتے تھے۔ قرینہ کہتا ہے کہ زمانۂ صدارت میں جو ریاستیں حلیف بنائی گئیں یا جنھیں لاطینی حقوق ملے، وہ جبری بھرتی کے قانون کی بھی پابند تھیں، اصولاً چونکہ ان آزاد ریاستوں کی زمین اہل رومہ کی ملکیت نہ تھی، لہذا انھیں کوئی مالگزاری ادا کرنی نہ پڑتی تھی لیکن اس قاعدے میں استثنا کردیا جاتا اور بعض آزاد شہر، مثلاً بائی زنتیم، صدارت کے زمانے میں ایک سالانہ خراج ادا کرتے تھے۔

(ھ) تابع حکومتوں کی حالت بعض معاملات میں تو آزاد ریاستوں کی سی تھی

اور بعض باتوں میں کسی قدر مختلف۔ دونوں قسم کی حکومتیں رومہ کی حلیف لیکن رومی صوبہ داروں کی ماتحتی سے آزاد ہوتی تھیں۔ دونوں قسم کی حکومتیں جو اندرونی معاملات میں آزاد تھیں، خواہ اُن میں جمہوری حکومت ہو خواہ بادشاہی، اہل رومہ کی "سوشیوس" (یعنی رفیق) کہلاتی تھیں اور ان کا علاقہ سلطنت رومہ کی حدود سے باہر سمجھا جاتا تھا۔ مگر جمہوری ریاستوں میں تو اہل رومہ وہاں کی قوم کے ساتھ ایک مستقل معاہدۂ اتحاد کرتے تھے لیکن بادشاہی ریاستوں میں ان کا معاہدہ صرف ذاتی طور پر بادشاہ کے ساتھ ہوتا اور بادشاہ کی وفات کے ساتھ ہی اس معاہدے کا بھی خاتمہ ہو جاتا تھا۔ اس طرح رومہ کو اختیار تھا کہ اگر اس کا کوئی تابع بادشاہ فوت ہو جائے تو خواہ وہ اس کے جانشین کے ساتھ اتحاد کی تجدید کرے اور خواہ کوئی عہد شکنی کئے بغیر، اس ریاست کو اپنا ماتحت صوبہ بنالے۔ چنانچہ صدارت کے زمانے میں یہی طریق عمل اختیار کیا گیا جس کی بدولت تابع ریاستیں رفتہ رفتہ معدوم ہو گئیں اور اسی نسبت سے رومی صوبوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ باقی ان تابع بادشاہوں کو خراج کی مقررہ رقم تو جمہوریت کے زمانے ہی میں ہر سال ادا کرنی پڑتی تھی۔

(۹) مصر کے معاملے میں اغسطس نے جو طریق عمل اختیار کیا وہ بالکل نیا تھا اور محکوم علاقوں کے نظم ونسق میں اب تک اہل رومہ نے یہ طرز اختیار نہ کیا تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (باب اول عنوان ۳) اور نیز آگے آتا ہے (باب ہفتم) یہ گویا ایک قسم کا "شخصی تعلق" تھا جس نے مصر کو سلطنت رومہ کے ساتھ وابستہ کر دیا جس طرح کچھ روز پہلے تک لکسمبرگ کا ملک ہالینڈ سے تعلق رکھتا تھا۔ یعنی رومی سلطنت کا حاکم ہی مصر کا بھی حاکم تھا۔ اور گو اس نے اپنے آپ کو مصر کا بادشاہ نہیں کہوایا اسی طرح جس طرح رومہ کا بادشاہ نہ کہوایا تھا، لیکن عملاً وہی شاہان لبطالمہ کا وارث تھا۔ اور اسی اصول پر کچھ عرصے بعد نوری کم اور جُودیہ (یہودیہ) وغیرہ ان بادشاہی ریاستوں میں عمل ہوا جو رومہ کی تابع تھیں اور پھر براہ راست سلطنت میں شامل کر لی گئیں۔ اس نئی قسم کے صوبوں پر اعیان کی بجائے نایب صوبہ دار مقرر ہوتے تھے انھیں شحنہ یا مہتمم کا لقب دیا جاتا اور وہ خاص بادشاہ کے نائب سمجھے جاتے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس طرز کی حکومت صرف اس وقت بروئے کار آسکتی تھی جب کہ جمہوریت کی بجائے شخصی بادشاہی قائم ہو گئی ہو اور تمام قوم کی طرف سے شخص واحد فرماں روا ہو۔

(ز) محکوم علاقوں میں روما کے مختلف انتظامات کا یہ بیان مکمل نہ ہوگا اگر یہاں ان مقامات کا ذکر نہ کیا جائے جو "بلاد مفوضہ" کہلاتے تھے۔ یہ اُن غیر مشہور آبادیوں یا بستیوں کا اصطلاحی نام تھا جو بذات خود نہ کوئی ریاست تھے نہ ضلع (پاگی) بلکہ کسی ہمسایہ شہر کے ماتحت ہوتے یا "تفویض" کر دئے جاتے تھے۔ حلیف شہروں میں سے صرف وہ شہر جہاں کے باشندوں کو پورے ملکی یا "جس لاطینوم" کے حقوق حاصل ہوں یہ اہلیت رکھتے تھے کہ مذکورہ بالا قسم کے مقامات ان کو تفویض کر دئے جائیں۔ اس اصول پر عملدرآمد زیادہ تر کوہستان الپس کے اضلاع میں ہوتا تھا جہاں کے چھوٹے چھوٹے پہاڑی قبیلے تر جستہ یا بر کسیہ جیسے شہروں کے تفویض کر دئے گئے تھے۔ ان مفوضہ مقامات کے باشندے اکثر "جس لاطینوم" کے حقوق بھی رکھتے تھے اور چونکہ خود اُن میں حاکم مقرر نہ ہوتے تھے، لہذا انھیں اجازت تھی کہ ان ریاستوں یا شہروں میں جن کے تفویض کئے گئے ہوں، اعلیٰ عہدے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس ذریعے سے وہ روما کے پورے ملکی حقوق حاصل کر سکتے تھے۔

اس جگہ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ روما کے ماتحت علاقوں میں سے بعض تو اپنے اندرونی معاملات میں آزاد تھے اور ایک وہ (صوبے) تھے جو آزاد نہ تھے لیکن ان غیر آزاد علاقوں کو بھی بلدی یا مقامی (میونسپل) اختیارات حاصل تھے، اور اطالیہ کی طرح وہاں بھی بلدی حکومت کے اصول پر انتظام کیا گیا تھا۔ جہاں کہیں اس قسم کا شہری انتظام پہلے سے زیر عمل تھا، وہاں تو رومی فتحمندوں نے خوشی سے مقامی آئین برقرار رہنے دئے اور اہل شہر کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے مقامی معاملات اسی طرح انجام دیتے رہیں، جیسے فتح سے پہلے کرتے تھے۔ البتہ اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ "حکومت اشراف" کے اصول پر معاملات کی باگ سربرآوردہ اور خاندانی لوگوں کے ہاتھ میں رہے۔ یہی نہیں بلکہ جن صوبوں میں اس قسم کی بلدی حکومت کا طریقہ نہ تھا وہاں خود اہل روما نے اسے رواج دیا اور اطالیہ کے نمونے پر نئے شہر بنا کر اپنے نظم و نسق کی بنا ہی بلدی حکومت کو قرار دیا۔ چنانچہ صوبے کی آبادیوں میں محاصل وصول کرنے کا کام مقامی عہدہ داروں کے سپرد تھا جو روپیہ وصول کر کے رومی عمال متعلقہ کے حوالے کر دیتے تھے۔ اور ہر بستی یا گروہ کے نائب سال میں ایک مرتبہ

صوبے کی عام مجلس (کون سی لیوم) میں جمع ہوتے تھے، عدالتی معاملات کے واسطے آبادیوں کو مختلف اضلاع میں تقسیم کر دیا تھا اور ان مرکزوں میں صوبہ دار دادرسی کی خدمت انجام دیتا تھا۔ یہ اضلاع رومی اصطلاح میں "گوف ون توس" کہلاتے تھے۔

اوپر کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ علاقے بھی جو براہ راست رومہ کے محکوم و باج گزار تھے ایک حد تک حکومت خود اختیاری سے بہرہ مند تھے اور انھیں آزاد و حلیف ریاستوں سے کسی قدر کم درجے کی اور محدود خود اختیاری حاصل تھی۔ رومی صوبہ دار شہروں کے اندرونی معاملات میں جن کا صرف اہل شہر سے تعلق ہو اور جن کا عام ملکی معاملات پر اثر نہ پڑتا ہو مداخلت نہ کرتے تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے وہ غیر آزاد بستیاں جن کی مالگزاری معاف ہو جاتی تھی قریب قریب آزاد بستیوں کے مساوی درجہ پا لیتی تھیں بلکہ ایسی برائے نام آزاد ریاستیں جن پر خراج عائد کر دیا جاتا تھا، قریب قریب غیر آزاد علاقے جیسی ہو جاتی تھیں۔

اسی سلسلہ میں اغسطس اور اس کے جانشینوں کی حکمت عملی میں ایک اور میلان بھی قابل ذکر ہے جو بادشاہی دور کی نمایاں خصوصیت رہا۔ وہ یہ کہ جمہوریت کے آخری زمانے میں رومہ اور اس کے مقبوضات کے درمیان سیاسی تعلقات میں جو اختلاف تھا وہ بتدریج رفع کر دیا گیا۔ اس اختلاف میں سب سے اول تو اطالیہ خاص اور دوسرے صوبوں کا باہمی فرق تھا اور ثانیاً خود صوبوں کی حیثیت یکساں نہ تھی۔ اب یہ سب فرق اور باہمی امتیازات رفتہ رفتہ دور ہونے لگے حتیٰ کہ پوری سلطنت کی حالت یکساں ہو گئی اور اس بات کا سراغ ملتا ہے کہ یہ عمل صدارت کے ابتدائی زمانے ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بیرونی صوبوں کے ساتھ نئی نئی رعایتیں کی جا رہی ہیں اور اطالیہ خاص کے امتیازات گھٹا کر اسے صوبوں کے درجے تک نیچے لایا جا رہا ہے۔ لیکن اس میں پھر بہ نسبت ایک دوسرے عمل کے زیادہ دیر لگی اور وہ یہ تھا کہ خود بیرونی صوبوں کے مدارج میں مساوات و یکسانی پیدا کر دی گئی۔ اس کا آغاز اغسطس ہی کے زمانے سے ہوا جس نے اسی مدعا کے لئے چند طریقے اختیار کئے: یعنی (۱) اول تو آزاد و حلیف ریاستوں کی خود مختاری کو محدود کر دیا۔ (۲) غیر آزاد اور براہ راست محکوم ریاستوں یا شہروں کی مقامی خود مختاری میں اضافہ ہوا۔ (۳) رومہ کے ملکی حقوق بہ کثرت باہر کے لوگوں کو دئے گئے۔ اور (۴) ایسی باج گزار ریاستوں کا

جہاں شخصی حکومت تھی، رومہ کے مقبوضات میں الحاق کر لیا گیا، مگر غالبًا ان سب سے بڑھکر اغسطس کا وہ کام جس نے اس مساوات کو سب سے زیادہ تقویت پہنچائی اس کی وہ فوجی تنظیم تھی جس کا حال ہم گذشتہ باب میں بیان کر چکے ہیں۔ فوجی جیوش میں پہلے صرف رومی شہری یا وہ لوگ جو رومہ کے پورے ملکی حقوق رکھتے ہوں بھرتی ہو سکتے تھے۔ اور صوبوں کے لوگ اگرچہ ضرورت کے وقت مدد کے لئے طلب کئے جا سکتے تھے لیکن عام فوجی خدمت سے مستثنیٰ رکھے گئے تھے۔ اب اغسطس نے سلطنت کے تمام باشندوں کو خواہ وہ رومی ہوں یا نہ ہوں اور اطالیہ کے ہوں یا بیرونی صوبوں کے، باقاعدہ جنگی خدمت کا اہل قرار دیا۔ اور رومی جیوش کے سپاہی صرف اطالیہ بلکہ سلطنت کے تمام شہروں سے بھرتی کئے جانے لگے خواہ وہ رومی ہوں یا لاطینی یا "پرگ رینی" (یعنی بالکل غیر)۔ اور اسی کے ساتھ یہ قاعدہ بنا دیا گیا کہ ہر جوان کو جو بھرتی کیا جائے، جیش میں داخل ہوتے ہی رومہ کے "ملکی" حقوق حاصل ہو جائیں گے۔ اُن محکوم اقوام یا دیہات سے جنھوں نے باقاعدہ شہروں کی صورت اختیار نہیں کی تھی، کو کی فوج بھرتی کی جاتی تھی اور کوئی رُومی (مُلکی) اس فوج میں داخل نہ ہوتا تھا۔ بہ الفاظ دیگر ان اقوام کی حیثیت اب قریب قریب وہی ہو گئی جو کسی زمانے میں رومی شہریوں کے مقابلے میں خود اطالیہ کی قوموں کی تھی۔ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جیوش کی نئی تنظیم، رومہ کے ملکیوں کی تعداد میں اضافہ اور صوبوں کی وقعت و عزت افزائی سب مساوات و یکسانی کے اسباب تھے۔

(۲) یہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ دیگر معاملات کی طرح صوبوں کے انتظام میں بھی اغسطس نے مجلس اعیان اور بادشاہ کے علاقے علیحدہ علیحدہ تقسیم کر دئے تھے۔ چنانچہ آیندہ سے وہ "مجلسی" اور "بادشاہی" صوبے کہلانے لگے۔ جو صوبے مجلس کے حصے میں آئے وہ زیادہ تر ایسے تھے جہاں امن و انتظام بخوبی قائم ہو چکا تھا اور جن میں ہر وقت جنگی فوج کی ضرورت پیش آنے کی توقع نہ تھی۔ لیکن وہ صوبے جن میں فتنہ و فساد کا اندیشہ اور امیر طور اور اس کے سپاہیوں کی بار بار مداخلت کی ضرورت نظر آتی تھی، خود اغسطس نے اپنی تحویل میں لئے۔ اس تقسیم کی رو سے ۲۷ ق م میں اغسطس کو جو "صوبہ" بہ حیثیت پروقونصل تفویض ہوا، اس میں شام، غالیہ اور شمال مغربی ہسپانیہ (یا تار اکونن سیس

کئے صوبے داخل تھے۔ ملک شام سے مشرقی سرحدوں کی حفاظت کا کام متعلق تھا۔ غالیہ کو (جو اس وقت تک غیر منقسم واحد صوبہ تھا) رہائن پار کے جرمنوں سے بچانے کی فکر درپیش تھی اور شمالی ہسپانیہ کی بدولت جنگ کنتابریہ کا انتظام اغسطس کے ذمے ہو گیا تھا
صقالیہ، افریقہ، کریت، سیرنہ، ایشیا، بتھی نیہ، الی ری کم، مقدونیہ، اکائیہ، سارڈی نیہ، اور جنوبی ہسپانیہ (یا بیتیکہ) کے صوبے مجلس اعیان کے پاس چھوڑ دیے گئے تھے۔ اس تقسیم میں یہ لحاظ رکھنے کی کوشش کی گئی تھی کہ شاہی مقبوضات (جن میں مصر بھی اگرچہ "صوبہ" نہ تھا، لیکن بطور شاہی ملکیت کے شامل تھا) اور مجلسی صوبوں میں باہم توازن رہے۔ لیکن تھوڑے ہی دن میں بادشاہی علاقے کا پلڑا جھکنے لگا اور زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ تعداد و وقعت دونوں کے اعتبار سے بادشاہی صوبے مجلسی صوبوں سے بڑھ گئے
نئے علاقے بھی جو آیندہ سلطنت میں شامل ہوئے بادشاہی صوبوں میں داخل کر دیے گئے۔
۲۷ ق م کی مذکورہ بالا تقسیم کے بعد، اغسطس ہی کے زمانے میں بعض ردوبدل ہوئے لیکن علیحدہ علیحدہ ہر صوبے کے حالات لکھنے سے قبل اس عام فرق کو بیان کرنا ضروری ہے جو بادشاہی اور مجلسی صوبوں کے نظم و نسق میں پایا جاتا تھا۔

(۳) ابتدا میں رومی صوبوں کی حکومت پری توروں کے سپرد ہوتی تھی لیکن سلا نے یہ نیا انتظام کیا کہ پری تور میعاد وعہدہ کے زمانے میں صوبہ دار نہ بنائے جائیں بلکہ یہ خدمت ایسے لوگوں کو ملے جو پہلے پری تور رہ چکے ہوں اور اس وقت ان کو "پرو پری تور" کے لقب سے یاد کیا جائے۔ اس جدت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آیندہ سے صوبہ داری پروقنصلوں اور پروپری توروں کا حصہ ہو گئی۔
بادشاہی کے زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے صوبہ دار جو کسی بالاتر حاکم کے ماتحت نہیں ہیں، پروقنصل کا مرتبہ رکھتے ہیں اور وہ جو ماتحت ہیں، پروپری تور ہیں۔ چنانچہ مجلسی صوبوں کے تمام صوبہ دار پروقنصل تھے کیونکہ وہ کسی بالادست کے ماتحت نہ تھے برخلاف اس کے بادشاہی صوبوں کے صوبہ دار، بادشاہ کے زیردست ہونے کی وجہ سے صرف پروپری تور ہوتے تھے کیونکہ ان صوبوں کا "پروقنصل" خود بادشاہ تھا!
واضح رہے کہ خود صوبے جو "قنصل" اور "پری تور" کے ناموں سے منسوب

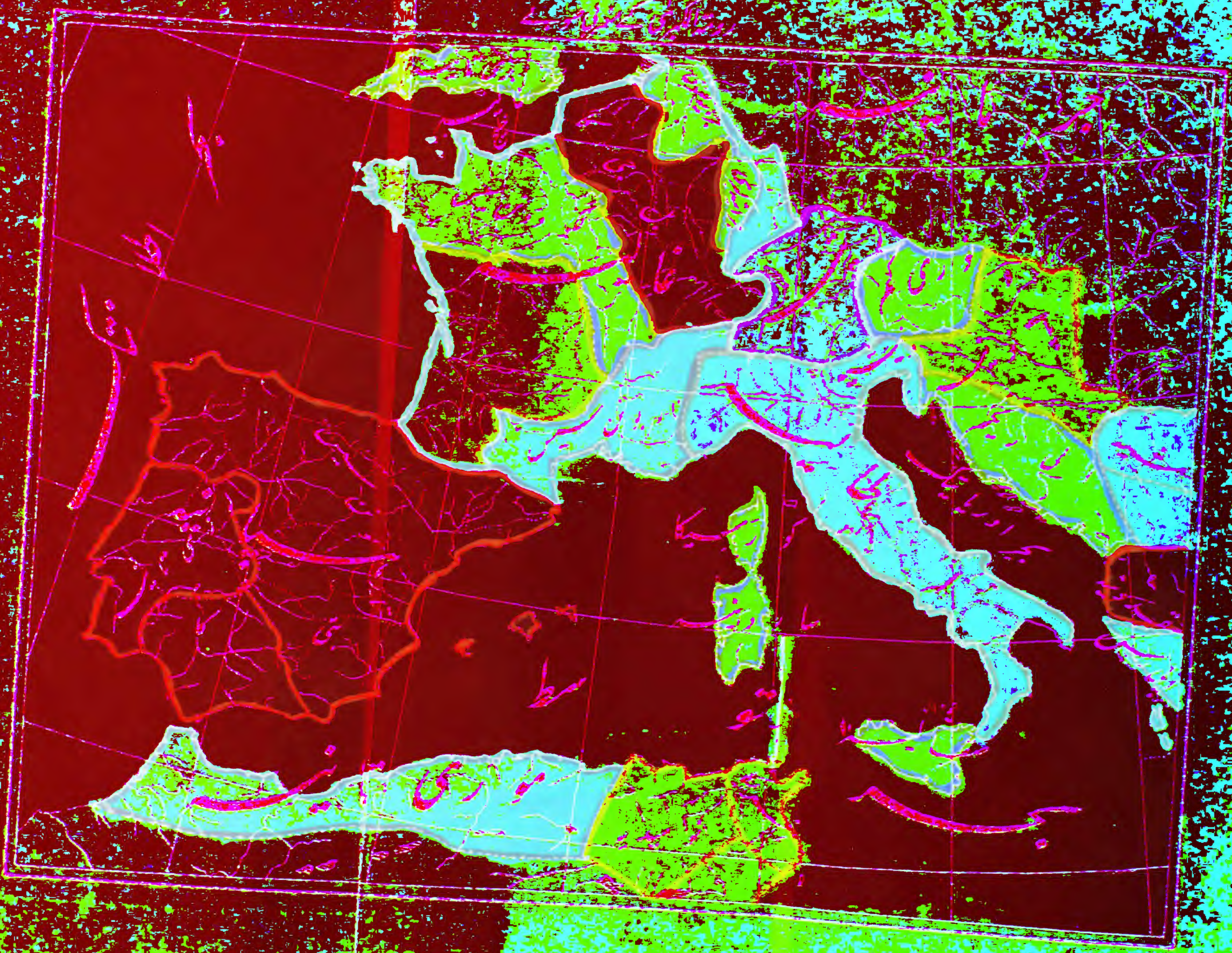
ہوتے تھے یہ تفریق بالکل جداگانہ تھی اور اس کے باعث "پروقنصل صوبہ دار" اور "پرو پری تور صوبہ دار" میں خلط ملط نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ صوبہ دار جو "پرو پری تور" کہلاتا تھا پری توری اور قنصل دونوں قسم کے مرتبوں کا شخص ہوسکتا تھا۔ اور اسی طرح ایک پروقنصل تھیے صوبہ دار کہلانے کے یہ معنی نہ تھے کہ وہ صرف قنصلی مرتبے ہی کا شخص ہو بلکہ پری توری رتبے کا آدمی بھی صوبہ داری پاکر "پروقنصل" کے لقب سے ملقب ہوسکتا تھا۔ البتہ آگے چل کر کلسی صوبوں میں اتنی تخصیص کردی گئی تھی کہ صوبہ ایشیا اور صوبہ افریقہ میں صرف قنصلی رتبے کے لوگ صوبہ دار مقرر ہوں اور باقی صوبوں میں پری تور۔ لیکن ظاہرا بادشاہی صوبوں میں اس قسم کی کسی شرط کی پابندی نہ کی جاتی تھی، یہ بھی دستور تھا کہ پری توری مرتبے کا صوبہ دار علی العموم ایک جیش سے زیادہ فوج کی سپہ سالاری نہ کرسکتا تھا اور قنصلی مرتبے کے صوبہ دار کی ماتحتی میں زیادہ فوج بھی رہ سکتی تھی۔

پروقنصل، یعنی مجلسی صوبوں کے صوبہ دار، پرانے طریقے کے مطابق قرعہ ڈال کر مقرر کئے جاتے تھے اور ان کی ملازمت کی میعاد صرف ایک سال ہوتی تھی۔ وہ اپنے کام میں "لگاتوس" یا "جیش سالار" اور "کواستور" یا "بخشیوں" سے امداد لیتے تھے۔ مگر یہ فوجی عہدہ داران کے ماتحت نہ ہوتے بلکہ مستقل پروپری توری اختیارات رکھتے تھے۔ قنصلی مرتبے کے صوبہ داروں کے ساتھ بارہ "تبردار" (لکتور) ایک بخشی، فوج اور تین جیش سالار رہتے تھے جنھیں وہ خود مقرر کرتا تھا۔ لیکن اگر صوبہ دار پری توری مرتبے کا ہو تو اس کے جلو میں تبرداروں کی تعداد نصف (چھ) اور ایک بخشی اور ایک جیش سالار ہوتا تھا۔

بادشاہی صوبوں کے صوبہ دار "لگاتی اوگستی پروپری تور" کہلاتے تھے، انھیں بادشاہ مقرر کرتا تھا اور انھیں جو اختیارات حاصل ہوتے وہ قانونی طور پر اس کے نائب کی حیثیت سے گویا مستعار ہوتے تھے۔ یہ خدمت صرف قنصلی یا پری توری مرتبے کے لوگوں کو یعنی اعیان کو مل سکتی تھی۔ لیکن مجلسی صوبہ داروں کی مثل ان صوبہ داروں کی میعاد یکسالہ نہ ہوتی بلکہ بادشاہ کی مرضی پر منحصر تھی۔ شاہی صوبوں کے مالی معاملات "پروکیوراتور" (دیوان) انجام دیتے جو بالعموم نائٹ کا مرتبہ رکھتے اور کبھی کبھی موالی بھی ہوتے تھے۔ عدالتی معاملات کے واسطے "لگاتی اوگستی جوری دی سی" بھی مقرر تھے

مگر ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں کہ اس عہدے کا آغاز اغسطس کے زمانے میں ہوا یا نہیں۔
مجلس کو تو شاہی صوبوں کے نظم ونسق میں بجز اس کے کچھ دخل نہ تھا کہ وہاں کے صوبہ دار طبقۂ اعیان ہی کے لوگ ہوتے تھے لیکن بادشاہ صوبہ داروں میں "افضل" Maius ہونے کی بنا پر مجاز تھا کہ ضرورت ہو تو مجلسی صوبوں کے معاملات میں بھی دخل دے۔ اسے مجلسی صوبوں میں فوج بھرتی کرنے نیز وصول محاصل کی نگرانی کا بھی حق حاصل تھا۔ چنانچہ مثال کے طور پر 'افریقہ' جو ایک مجلسی صوبہ تھا اس کا غلہ مجلس کی بجائے بادشاہ کے پاس بھیجا جاتا تھا۔ مجلسی اور بادشاہی صوبوں کے صوبہ دار فوجی اور دیوانی محکموں کے اعلیٰ حاکم ہوتے تھے لیکن افریقہ کے سوا اور کسی مجلسی صوبے کے پروقنصل کے تحت میں شاذونادر ہی کوئی بڑی فوجی جمعیت رہتی تھی۔
اس طرح رومی سلطنت میں صوبہ داروں کے دو علیحدہ گروہ ہوئے تھے۔ یعنی ایک تو مجلس اعیان کے حکام کا گروہ اور ایک وہ جو بادشاہ کی نیابت کرتے تھے۔ اس تفریق کو دیکھکر خیال ہوتا ہے کہ عجب نہیں کہ مجلسی صوبہ داروں کو بادشاہی صوبہ داروں سے حسد ہو جن کی میعاد خدمت زیادہ طویل ہوتی تھی اور جن کے ماتحت فوجی جیوشس بھی رہتے تھے۔ لیکن ایک خاص وجہ نے اس اندیشے کو زائل کر دیا تھا اور وہ یہ کہ جیوش کے سپہ سالار اسی جماعت کے افراد سے منتخب کئے جاتے تھے جس سے مجلسی صوبہ دار یا پروقنصل مقرر ہوتے، لہذا کوئی شخص جو ایک سال صوبۂ ایشیا کا پروقنصل رہا ہو بہت ممکن تھا کہ سال آیندہ شام کے (بادشاہی) صوبہ کا سپہ سالار مقرر ہو جائے۔

(۴۲) رومی سلطنت کے صوبوں کا حال بیان کرتے وقت مناسب ہو گا کہ ہم مغرب سے شروع کریں۔ خود اغسطس ۲۷ءق م میں غالیہ ہی کے دورے کو آیا اور وہاں سے ہسپانیہ گیا اور ۲۴ءق م تک اسی مغربی صوبے میں جنگ کن تابریہ کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دیتا رہا۔ افریقہ اور سار دی نیہ کے سوا رومی مقبوضات میں کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں اغسطس بذات خود نہ گیا ہو اگرچہ بعض صوبوں میں وہ "اغسطس"



کا لقب ملنے سے پہلے اس وقت گیا جبکہ صرف "سیزر" کہلاتا تھا۔ ہسپانیہ سے واپسی کے دو سال بعد وہ صقالیہ آیا اور وہاں سے مشرق کی جانب روانہ ہوا۔ ساموس، ایشیا اور بتھی نیہ میں کچھ عرصے رہا پھر پارتھیہ کے معاملات درست کئے اور سنہ ۱۹ ق م میں رومہ کو مراجعت کی۔ سنہ ۱۶ ق م میں وہ تی بریوس کو ساتھ لے کر دوبارہ غالیہ گیا اور تین سال تک اسی طرف مقیم رہا۔ سنہ ۱۰ ق م میں اور چوتھی مرتبہ سنہ ۸ ق م میں اس نے پھر غالیہ کا دورہ کیا اور اس کے بعد اطالیہ سے باہر نہیں گیا بلکہ آیندہ صوبوں کا کام انھی اشخاص کے سپرد کر دیا جنھیں اس نے سوچا تھا کہ اپنا جانشین بنائے۔

فصل دوم ـ صوبۂ غالیہ

(۵) اغسطس نے غالیہ کو چار صوبوں میں تقسیم کر دیا :-

ناربونن سیس، اکوی تانیہ، لگو دونن سیس، اور بلجیکہ

سنہ ۲۲ ق م میں ناربونن سیس کو اس نے مجلس کی تحویل میں دے دیا۔ باقی تینوں شاہی سپہ سالاروں کے ماتحت رہے۔

ناربونن سیس کا علاقہ سنہ ۱۲۱ ق م میں ہی فتح ہو کر رومہ کا صوبہ بن گیا تھا۔ لیکن جب جولیس سیزر نے غالیہ کو فتح کیا تو یہ علاقہ بھی اس میں شامل کر دیا گیا اور پھر اب اغسطس نے اسے دوبارہ مستقل صوبہ قرار دیا۔ خانہ جنگی کے زمانے میں اس صوبے کی حیثیت بدل گئی اور وہ محض شہر ناربو کا علاقہ نہ رہا بلکہ اس میں ساحل کا وہ تمام حصہ بھی شامل ہو گیا جو پہلے ماسیلیہ کی آزاد و حلیف یونانی ریاست میں داخل تھا کیونکہ انھیں دنوں اس ریاست کا سلطنت میں الحاق ہوا اور اسی لئے "ناربونن سیس" کی حدود ساحل الپس سے لے کر کوہستان پائی رنیز تک پھیل گئیں، اس علاقہ کو رومی رنگ میں رنگنے کے لئے جولیس سیزر نے بہت کوشش کی تھی اور اسی کے طفیل وہاں قیام امن و خوش حالی کا دور دورہ ہوا تھا۔ جولیس نے اس علاقے میں کئی نئے شہر بسائے جن کے باشندوں کو رومہ کے ملکی حقوق دیئے گئے ان میں سب سے بڑا شہر ارلاتہ Arelata تھا جو تجارتی شہر کی حیثیت سے بہت جلد اپنے قدیم یونانی ہمسائے کا جانشین ہو گیا۔ یوں بھی اس صوبے میں قلطی قوم کے "پٹی داری"

طریقے (یعنی ایک برادری کے مجموعۂ دیہات) کی بجائے رفتہ رفتہ ہر بستی کے علیحدہ بلدی انتظام کی بنا پڑتی جاتی تھی اور اس عمل کو اغسطس نے بہت سرگرمی سے ترقی دی۔ اس تغیر کی ایک دلچسپ و واضح مثال والسی کی بٹی ہے جسے پہلے اطالوی اصول پر ایک پریتور کے ماتحت کر دیا گیا اور پھر لاطینی شہر نموسوس کی شکل میں بدل دیا جو آج کل نیمز کہلاتا ہے۔ ناربونن سیس کا یہی تغیر رومی تمدّن کے اثرات کا گواہ ہے اور اس جنوبی علاقے کو غالیہ کے دوسرے حصوں سے ممتاز کرتا ہے۔ فرانس کے علاقوں میں جو "مغربی بولی" اور "مشرقی بولی" کا نمایاں فرق نظر آتا ہے غالباً اس کا ایک بڑا سبب یہی رومی اثرات تھے جو بعض علاقوں پر زیادہ اور بعض پر کم پڑے۔ بایں ہمہ ناربونن سیس کے قلطی باشندی اپنے قومی دیوتاؤں کو نہیں بھولے اور شمالی علاقوں کی طرح جنوب میں بھی اہل غالیہ کا قدیم مذہب عرصے تک برقرار رہا۔

"ترس گالائی" غالیہ کے باقی تینوں بادشاہی صوبے اکثر "سہ غالیات" Tresgallios کے مشترکہ نام سے موسوم ہوتے تھے۔ ان کی تین حصوں میں تقسیم کم و بیش اسی نسلی تقسیم کے مطابق تھی جسے جولیس سیزر نے اپنی کتاب "محاربۂ غالیہ" کے شروع میں بیان کیا ہے۔ جنوب مغربی صوبے میں ایبری قوم کا علاقہ اکوی تانیہ شامل تھا مگر اس میں تھوڑے سے قلطی نسل کے لوگ بھی لے لئے گئے۔ یعنی لی جر اور گارومنا کے درمیان کی سرزمین جہاں قلطی آباد تھے، "قلطیکہ" سے جدا کر کے اکوی تانیہ میں داخل کر دی تھی دوسرا صوبہ لگودونن سیس جولیس سیزر کے صوبۂ "قلطیکہ" کی بجائے بنا تھا مگر اب اس میں قلطی نسل کے سب باشندے شریک نہ تھے بلکہ اُن کا جنوبی علاقہ تو کسی قدر اکوی تانیہ میں مل گیا اور شمال کا ایک حصہ تیسرے شمالی صوبے بلجیکہ کو دے دیا گیا۔ اور اسی لئے بلجیکہ خالص تیوتانی قوم کا علاقہ نہ رہا بلکہ اس میں ایک حصہ قلطی قوم کا بھی شریک ہو گیا، معلوم ہوتا ہے اوّل اوّل غالیہ کے یہ تینوں صوبے ایک فوجی صوبہ دار کے تحت میں رکھے گئے تھے جو رہائن کی متعینہ افواج کا سپہ سالار ہوتا تھا اور ہر سہ صوبات میں اپنی طرف سے ایک جیش سالار (لگاتوس) مقرّر کر دیتا تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۳ سے سنہ ۹ ق م تک اس عہدے پر دراسوس فائز رہا اور اس کے بعد سنہ ۹ سے سنہ ۷ ق م تک تی بریوس پھر کئی سال کے وقفہ کے بعد ہم سنہ ۱۳ء سے سنہ ۱۶ء تک جرمانی کوس کو اس عہدے پر متمکن پاتے ہیں۔ ممکن

ہے اس درمیان کے وقفے میں یہ واحد سپہ سالار کی خدمت معطّل کر دی گئی ہو اور تینوں صوبوں کے فوجی حاکم بجز بادشاہ کے اور کسی کی ماتحتی میں نہ رہے ہوں۔ کیونکہ ۱۷ء کے بعد تو یقیناً یہی عملدرآمد ہو گیا تھا۔

غالیہ کے ان بادشاہی صوبوں میں رومی حکومت نے پٹی داری طریقہ قائم رہنے دیا اور اسی کے مطابق اپنا نظم و نسق رکھا۔ ناربونن سیس کی طرح یہاں مستقل شہروں کے بنانے کا طریقہ اختیار نہیں کیا گیا اور رومی تمدّن کے اثرات بھی یہاں کے باشندوں نے بہت عرصے میں قبول کئے۔ ان باشندوں میں شدید قومی عصبیت تھی۔ درُوئدی عقائد کا ان کے دلوں پر گہرا نقش تھا اور رومی فتحمند بھی مدّت سے اس بات کو جان گئے تھے کہ نہ صرف جرمنوں کی یورش روکنے بلکہ خود غالیہ میں بغاوت کا انسداد کرنے کے واسطے بھی رائن پر فوج کا رہنا ضروری ہے۔ لیکن قلطی نسل کے لوگوں نے رومی حکمرانوں کا طوق اطاعت اتار پھینکنے کے لئے کوئی خاص کوشش نہیں کی اور اربی قوم نے **اکوی تانیہ** میں سرکشی کی تو اسے بھی **مسالا کوروی نوس** نے (۲۷ ق م کے قریب) بآسانی فرو کر دیا۔ پائی رینیز کے شمالی اربیوں کو غالیا کوہستان کے جنوبی ہمقوموں سے بھی شہ ملی تھی۔ بہرحال یہ بغاوت جلد رفع دفع ہو گئی۔ اور مسالا کو اس کامیابی کے صلہ میں "جلوس فتح" کا اعزاز حاصل ہوا

غالیہ میں اغسطس کا چار مرتبہ آنا (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) اور ۹ ق م میں اگریپا کا یہاں بھیجا جانا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ بادشاہ کو اس ملک کی تنظیم کا، جسے اس کے باپ نے فتح کیا لیکن اس کا نظم و نسق درست کرنے کی مہلت نہ پا سکا، کس درجہ خیال رہتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب وہ غالیہ گیا تو اس نے وہاں کی مردم شماری کرائی کہ وصول محاصل کا ٹھیک انتظام ہو سکے کیونکہ فتح کے بعد سے اس وقت تک رومیوں نے غالیہ میں کوئی مردم شماری نہیں کی تھی، ملکی نظم و نسق میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ فتحمندوں نے اہل غالیہ میں قومی جذبات مٹانے کی بجائے، قائم رکھنے کی حکمت عملی اختیار کی۔ انھوں نے دیہات کے پرانے انتظام کو بحال رکھا اور پھر تینوں صوبوں کو ایک قومی یا ملکی آئین کے ماتحت وابستہ کر دیا اور اس معاملے میں بادشاہی صوبوں کی تقسیم سے قطع نظر کر لی اگرچہ یہ نیا آئین بھی بادشاہ کے زیر سرپرستی تھا شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ مسالا بار باتوس اور پی، اکیوری نوس کی قنصلی (۱۲ ق م)، کے زمانے میں اگست کی پہلی تاریخ درُوسوس نے ایک معبد لگودونم کی

پہاڑی کے دامن میں، رومہ اور اغسطس کی رُوح[1] کے نام قربانیاں کرنے کے لئے وقف کیا اور قرار پایا کہ آیندہ ہر سال اسی تاریخ تینوں غالی صوبوں کی طرف سے ایک پروہت ان خدائی ہستیوں کے نام یہاں بھینٹ دیا کرے۔ اس پروہت کے انتخاب کے واسطے ہر بستی کے لوگ اپنی طرف سے ایک نائب بھیجتے اور یہ نائبین ایک ایک عام ملکی مجلس "کونسی لیوم" میں جمع ہو کر ہر سال پروہت منتخب کرتے تھے۔ مجلس لگودونم میں اجلاس کرتی تھی اور اسے محاصل کی تشخیص، نیز شاہی عہدہ داروں کی کسی زیادتی کے خلاف شکایات پیش کرنے کا بھی حق دیا گیا تھا[2]۔

لگودونم، جس کا اس غرض کے لئے انتخاب ہوا تھا کہ وہاں رومہ کے زیر سرپرستی اہل غالیہ کے نائب جمع ہوں، اس بادشاہی صوبے کی دوسری بستیوں میں سب سے بالا اور جداگانہ حیثیت رکھتا تھا۔ غالیہ کے تین صوبوں میں سے ایک کا نام اسی شہر کے نام پر لگودونن سیس رکھا گیا تھا اور یہاں کے صوبہ دار کا مستقر اسی شہر میں تھا۔ غالیہ کے تینوں صوبوں میں صرف اسی شہر کو رومہ کے ملکی حقوق رکھنے کا امتیاز حاصل تھا اور اسے تینوں صوبوں کا دارالملک کہہ سکتے ہیں اگرچہ وہ ہر ایک سے علیحدہ تھا۔ لیکن لگودونم کا مرتبہ محض صوبے کے مرکزی شہر کا سا نہ تھا اور اس کے بلند رتبے کی مصر کے سکندریہ سے نہیں بلکہ اطالیہ میں رومہ سے مثال دینی زیادہ صحیح ہوگی۔ حال میں بعض صاحبوں نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے دارالملک واشنگٹن سے بھی اسے تشبیہ دی ہے۔ بہرحال، رومہ کے ماتحت مغربی صوبوں میں صرف وہ اور قرطاجنہ ایسے شہر تھے جن کے اندر پایۂ تخت رومہ کی مثل مستقل فوج رہتی تھی۔ دوسرے لگودونم کو سکہ ضرب کرنے کا حق حاصل تھا اور ہم کسی دوسرے مغربی شہر کے متعلق یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ مشرق سے رہون اور شمال سے سون یا ارار ندی کے مقام اتصال کے قریب بلندی پر واقع ہونے کی بدولت تجارتی اور جنگی دونوں قسم کی اغراض کے لئے لگودونم کا محل وقوع عمدہ تھا اور انھی دنوں اگریپا کی کوشش نے اسے

---

[1] لاطینی میں یہ لفظ "Ara Romce Anquste" ہے۔

[2] سنہ ۱۶ قدیم میں اغسطس کا ایک آزاد غلام لی سی نوس غالیہ میں شحنہ مقرر ہوا تھا اور کہتے ہیں اس نے اپنے ہمہ گیر ظلم و جبر سے اس قدر روپیہ جمع کیا کہ دولتمندی میں اس کا نام ہی ضرب المثل ہو گیا تھا۔

غالیہ کی شوارع کا مرکز بنا دیا۔ اسی لئے بادشاہ جب کبھی غالی صوبوں کا دورہ کرنے آتا تو لامحالہ لگودونم اس کا مستقر ہوتا تھا۔

ناربونن سیس یعنی شہروں کی سرزمین اور دیہات کے مجموعوں کا ملک یعنی غالیہ کے تینوں صوبوں کے تمدن کا فرق آج بھی فرانس کے قصبات کے ناموں سے نمایاں ہے ناربونن سیس میں تو براداریوں کے ناموں کی بجائے ہر قصبے کے مقامی نام رائج ہو گئے تھے جن میں ارلاتہ، ویئنہ اور والانشیہ آج تک ارل، ویئن اور والانس کی شکل میں موجود ہیں۔ لیکن غالیہ کے دوسرے بادشاہی صوبوں میں مقامی نام بالعموم متروک ہو گئے اور وہاں کی بستیوں کے نام آج تک اہل غالیہ کی قدیم برادریوں کے نام سے منسوب ومروج ہیں۔ چنانچہ تو تیہ یا قبیلہ "پاری سیای" کی بستی آج بھی پاریس (پیرس یا پاری) کہلاتی ہے۔ قبیلہ "رمی" کا شہر جس کا مقامی نام "دُور وکورتورم" تھا اب بھی ریمز کے نام سے مشہور ہے اور "بی تر ئیر" نامی قبیلے کا قدیم مسکن "اواری کم" کی بجائے "بُورژ" ہی کہلاتا ہے۔

غالیہ کے فاتح (جولیس سیزر) نے رومیوں کو فتح برطانیہ کا بھی راستہ دکھا دیا تھا لیکن اس کام کی تکمیل اس کے جانشین کی بجائے دوسرے شخص کے ہاتھوں سے ہونی لکھی تھی۔ یہ سچ ہے کہ ۲۷ ق م میں اغسطس کے غالیہ آنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس شمالی جزیرے پر حملہ کی تدبیر نکالے۔ لیکن پھر اس نے یہ ارادہ چھوڑ دیا۔ البتہ اغسطس کے جیوش نے رود بار انگلستان کو پار کرنے کی بجائے رہائن کو ضرور عبور کیا۔ لیکن رہائن پار جرمانیہ کی چند روزہ فتوحات، ان فتوحات کی اصلی اور صحیح حدود اور نیز وہاں کے فرضی مقبوضات اور خیالی صوبوں کے بنانے کا قصہ ہم کسی آیندہ[1] باب میں بیان کریں گے۔

فصل سوم۔ ہسپانیہ

(۶) ہسپانیہ یا پرانی دنیا کی اصطلاح میں "المغرب اقصیٰ" کی سرزمین

---

[1] ملاحظہ ہو باب یازدہم۔

اپنے محل وقوع کی وجہ سے دشمن کے حملے سے محفوظ تھی۔ قریب قریب ہر طرف سمندر ہونے کے باعث اس کی کوئی سرحد بیرونی دشمنوں کی زد میں نہ تھی۔ لیکن اس قدر محفوظ ہونے کے باوجود یہ صوبہ بھی ایسا تھا جس میں ہمیشہ جنگی افواج کو رکھنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ کیونکہ اگرچہ جنوبی اور مشرقی حصوں میں رومی اثرات حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیل گئے تھے لیکن شمال مغربی علاقے کے سرکش باشندے ابھی تک فاتح کا طوق اطاعت گلے میں ڈالنے سے بیزار اور اپنے کوہستانی دامنوں میں آزاد تھے جہاں سے اُتر اُتر کے وہ اپنے جنوبی ہمسایوں کا علاقہ بھی لوٹ لیتے تھے۔ ان جنگجو اقوام میں سب سے سربرآوردہ کنتابریہ اور استوریہ کے باشندے تھے اور جس وقت اغسطس نے بادشاہی کی بنا ڈالی اس وقت تک ان دونوں علاقوں کو حقیقی معنی میں رومہ کا مطیع و زیرنگیں سمجھنا دشوار تھا۔ جولیس سیزر کی وفات کے بعد سے ہسپانیہ میں جنگ کا سلسلہ نہیں رُکا تھا۔ کامیابی کے صلے میں وہاں کے سپہ سالاروں کو بارہا جلوس فتح کی عزت بھی حاصل ہوئی لیکن زیادہ دیر نہ گزرتی کہ پھر از سرنو لڑائی چھڑ جاتی تھی۔ بنظر بریں اغسطس کو ایک جیش کنتابریہ اور دو استوریہ میں رکھنے ضروری معلوم ہوئے اور شہر لیون آج تک اسی استوریہ کے جیش کی یاد دلاتا ہے۔ کیونکہ "لجیو (یا جیش) ہفتم "جمینا" کی چھاؤنی اسی مقام پر تھی۔

اغسطس کے عہد سے پہلے "ہسپانیہ بعیدہ" یا جنوب مغربی حصے میں تاگوس ٹیگس، دوروس (دورو)، اور نیز بئی طیس (وادی الکبیر) نامی دریاؤں کا پورا علاقہ شامل تھا اب اس میں ردوبدل کی گئی۔ اور اول تو غالیشہ کا شمال مغربی گوشہ "ہسپانیہ قریبہ" یعنی شمالی ہسپانیہ میں ملا دیا گیا تاکہ شمالی اور شمال مغربی اضلاع میں جو آئے دن لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں ان سب کا انتظام ایک ہی سپہ سالار کے ہاتھ میں رہے۔ پھر دوسری اصلاح یہ کی گئی کہ لوسی تانیہ کا علاقہ الگ کر کے اسے ایک جداگانہ بادشاہی صوبہ بنا دیا۔ باقی ماندہ "ہسپانیہ بعیدہ" یعنی جنوبی حصے کو مجلس کے سپرد کر دیا گیا تھا اور یہی مجلس صوبہ بیتی کہ کہلانے لگا۔ ایک اور تبدیلی اغسطس نے یہ کی کہ شمال مغربی ہسپانیہ کا مستقر "نئے قرطاجنہ" کی بجائے زیادہ شمالی اور وسطی مقام ترّاکو (طرکونہ) میں بنایا جس کی وجہ سے یہ صوبہ آیندہ ترّاکونن سیس کہلانے لگا۔ خود شہر ترّاکو نے ہسپانیہ میں وہی مرتبہ حاصل کر لیا جو غالیہ میں لگودونم کو حاصل تھا۔ یعنی یہی شہر رومہ اور اغسطس کی پرستش کا مرکز اور صوبۂ ہسپانیہ کی مجلس نائبین کی

اجلاس گاہ بن گیا۔

مذکورۂ بالا ردوبدل کا خلاصہ یہ ہے کہ آیندہ سے ہسپانیہ کے تین صوبے ہو گئے: **بیتی کہ** جس کا نظم ونسق مجلس اعیان کے ہاتھ میں تھا اور **ترّاکونن سیس** و **لوسی تانیہ** بادشاہی صوبے تھے۔ کنتابریہ کی جنگ کے خاتمہ تک غالباً اس انتظام کی تکمیل نہیں ہوئی تھی اور یہ جنگ ۲۹ سنہ ق م سے ۲۵ سنہ ق م تک جاری رہی۔ درمیان میں وقفہ بھی ہو گیا تھا مگر پھر سال دو سال کے بعد لڑائی چھڑ جاتی۔ اول ۲۹ سنہ ق م میں **استاتی لیوس تورووس** نے کنتابریہ اور استوریہ کی بغاوت کو فرو کر دیا تھا لیکن ۲۶ سنہ ق م میں پھر فتنہ برپا ہوا اور اس بغاوت کو رفع کرنے کے لئے خود بادشاہ کو غالیہ سے بہ عجلت اس طرف آنا پڑا۔ مگر تراکو میں سخت بیمار ہو جانے کی وجہ سے اسے مجبوراً لڑائی کا انتظام، غالباً اگرپیا کی نگرانی میں، فوجی سپہ سالاروں کے سپرد کر دینا پڑا۔ رومی بیڑے نے بھی شمال مغربی ساحل پر حملے کر کے برّی فوج کی مدد کی اور ایک ایک کر کے کنتابریہ کے پہاڑی قلعے مسخر ہو گئے۔ ادھر اہل استوریہ کو **پی کاری سیوس** نے مغلوب و مطیع کر لیا۔

ان سرکشوں کو مستقل طور پر مانوس و صلح پسند بنانا، بغاوت فرو کرنے سے زیادہ دشوار تھا۔ اغسطس کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح پہاڑی باشندوں کو ترغیب دے کر میدانی علاقوں میں بسا دے جہاں امید تھی کہ رومی نوآبادیوں کے ہمسائے میں ان کی اصلاح و تربیت ہو جائے گی۔ رومی تمدن کے ایسے مرکز شمال مغربی ہسپانیہ میں اوگستا استوری کا، **براکارا اوگستا** اور **لوکوس اوگستی** کے شہر تھے جو اغسطس کے ہسپانیہ آنے کی یادگاریں آباد ہوئے اور اب تک **استورگا**، **براگا**[1] اور **لوگو** کے قدیم ناموں کے ساتھ سلامت ہیں۔ مشرقی تراکونن سیس کے اندرونی علاقہ کا صدر شہر بھی اسی باتدبیر بادشاہ نے بسایا اور دریائے ابرو کے کنارے اس کے نام "سارا گوسہ" (۔سرقسطہ) میں ابھی تک "سیزر اوگستس" کی پرانی نوآبادی کا نام محفوظ ہے۔

لیکن بادشاہ کو ہسپانیہ سے روانہ ہوئے زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ وہاں تازہ فساد برپا ہو گیا[2] (۲۴ سنہ ق م) اور اسے بہت مستعدی سے رفع دفع کر دیا گیا تھا کہ ۲۲ سنہ ق م میں

ع[1] اس صوبے میں رومیوں نے جو دوسرے شہر بسائے وہ ساحل پر تھے۔ جیسے بارسی نو (۔برشلونہ)

کنتابریہ اور استوریہ والوں نے پھر بغاوت کی اور تراکونن سیس اور لوسی تانیہ دونوں صوبوں کے صوبہ داروں کو مل کر اس کا انسداد کرنا پڑا۔ لیکن سب سے آخری اور غالباً سب سے خطرناک جنگ، دو سال بعد ہوئی جس میں خود اگریپا کو سپہ سالاری کی خدمت انجام دینی پڑی (سنہ ۱۹ و ۲۰ ق م) اول اول جنگ کی دشواریوں میں اضافہ اس وجہ سے ہوگیا کہ خود رومی سپاہی بگڑ گئے کیونکہ وہ پہاڑوں میں اس تھکا دینے والی جنگ سے جس کا صاف طور پر کچھ نتیجہ نظر نہ آتا تھا، بیزار ہو گئے تھے۔ اور ان سپاہیوں میں دوبارہ اطاعت گزاری اور جنگی جوش پیدا کرنے میں رومی سپاہ سالاروں کو اپنی پوری قابلیت و تجربہ کاری صرف کرنی پڑی۔ آخر بہت سے نقصانات کے بعد یہ جنگ کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی (سنہ ۲۹ ق م) کنتابریہ کے سرکش باشندے جن کی نسبت مشہور تھا کہ کسی طرح قابو میں آنے والے نہیں، ذلیل و سرنگوں ہو گئے اور پھر چار برس بعد یہاں دوبارہ فساد ہوا بھی تو بلا وقت اس کا سد باب کر دیا گیا۔ بایں ہمہ شمالی ہسپانیہ میں ایک بڑی جنگی جمعیت کا رکھنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

لیکن جنوبی ہسپانیہ میں رومی تمدن کو اپنا اثر جمانے میں کچھ دیر نہ لگی[۱]۔ جو حال غالیہ کے دیگر صوبوں کے مقابلے میں ناربونن سیس کا تھا وہی کیفیت باقی ہسپانیہ کے مقابلے میں بیتیکہ اور جنوبی ہسپانیہ کے مشرقی حصے کی تھی۔ لیکن ان دونوں ملکوں میں رومیوں کی حکمت عملی بالکل مختلف تھی اور اس اختلاف کا اصلی سبب یہ تھا کہ ہسپانیہ کی فتح اور تنظیم بہت پہلے عمل میں آچکی تھی۔ اسے لاطینی رنگ میں رنگنے کا بہت کچھ کام جمہوریت ہی کے زمانے میں انجام پا چکا تھا، بخلاف غالیہ میں اس عمل کا صحیح معنی میں عہد بادشاہی سے آغاز ہوا۔ غالیہ میں جولیس سیزر اور اس کے جانشین اغسطس نے برادریوں کے اصول پر دیہات کے مجموعوں کا طریقہ بجنسہ رہنے دیا لیکن ہسپانیہ میں ان مجموعوں یا پٹیوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵ - تراکو، والنشیہ، نیا قرطاجنہ،
[۲] دیکھو ہوریس "قطعات"، باب دوم صفحہ (۶) وغیرہ وغیرہ۔
[۱] اس ترابو بیان کرتا ہے (صفحہ ۱۵۱) کہ "بیتی کہ کے باشندوں پر رومیت کا ایسا گہرا رنگ چڑھا تھا کہ وہ فی الواقع اپنی اصلی بولی بھول گئے تھے۔

توڑ کر اُن کے اور بھی چھوٹے ٹکڑے کر دئے گئے۔ یہ عہد جمہوری کی حکمت عملی تھی۔ پھر یہ کہ جنوبی صوبے کو چھوڑ کر غالیہ میں سوائے لگو دونم کے اور کوئی رومی شہر آباد نہ تھا حالانکہ ہسپانیہ کے ہر حصے میں مختلف مقامات پر رومی نوآبادیاں بسادی گئی تھی۔ چنانچہ بیتی کہ کے گادِس (= قادص) کوردُوبہ (قرطبہ) ہسپالیس اور لوسی تانیہ کے امریتہ اور ادلی سی پو یا تراکونن سیس کے قرطاجنہ، سیزر اوگستہ و براکارا کی غالیہ میں مثال ڈھونڈنی ہو تو (ابتدائی عہد بادشاہی میں) چاروں صوبوں میں سے سوائے سب سے چھوٹے صوبے کے اور کہیں نہ ملیگی۔

لوسی تانیہ میں اغسطس نے امریتہ اوگستا کے نام سے آناس (وادیانہ) کے کنارے سپاہیوں کی ایک نوآبادی بسائی اور اسے صوبے کا صدر مقام قرار دیا۔ اس صوبے میں رومیوں کے بسائے ہوئے دوسرے بڑے شہر دولی سیلیپو اور پاکس جولیہ تھے جن میں سے پہلا (لزبن کی شکل میں) ایک ملک کا پائے تخت بن گیا ہے اور دوسرے کا قائم مقام موجودہ شہر بیجہ ہے، بایں ہمہ ہسپانیہ میں رومی سڑکوں کا ایسا جال نہ تھا جیسا کہ غالیہ میں۔ بلکہ صرف ایک بڑی شاہی سڑک "ویا اوگستا" تھی جو شمالی اطالیہ اور ناربو کے ساحل سے آکے درہ پوی سردہ سے گزر کر الردہ پہنچتی اور وہاں سے تراکو اور والنشیہ ہوتی ہوی بیتیس کے دہانے تک آتی تھی۔ آمد و رفت کے دوسرے راستے جو ایک سرسبز و خوش حال ملک میں ہونے ضروری ہیں خود مقامی بستیوں کے لوگ بنا لیتے تھے۔ جزیرہ نمائے ہسپانیہ نہ صرف معادن سے مالا مال تھا بلکہ شراب، روغن اور غلّے کی بھی یہاں افراط تھی۔ گادس (= قادص) جو اغسطس کے عہد میں اوگستا جولیہ کے نام سے موسوم کیا گیا، سلطنت رومہ کے اُن منتخب شہروں میں شمار ہوتا تھا جو کثرت مال اور سامان عیش و تکلفات میں سب سے زیادہ مشہور تھے۔

فصل چہارم۔ افریقہ، سار دی نیہ، صقالیہ سسلی

(۱) ہسپانیہ کے بعد خواہ مخواہ افریقہ کا ذکر آتا ہے۔ یہاں کے رومی صوبے یا تابع ریاست میں اغسطس خود کبھی نہیں آیا لیکن تراکو کے قیام کے زمانے (۲۵ قبل مسیح) میں اسے صوبۂ افریقہ کے معاملات کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ تاریخ میں افریقہ اور ہسپانیہ کا ہمیشہ سے

چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ بعض اوقات افریقہ میں پہنچنے کا زینہ ہسپانیہ بنا مگر اکثر (جیسا کہ اہل فنیقہ اور عربوں کے معاملے میں ہوا) ہسپانیہ پہنچنے کی پہلی سیڑھی افریقہ رہا ہے۔ سچ یہ ہے کہ مورتانیہ کا مغربی نصف اپنے مقابل کے فرنگستانی جزیرہ نما سے بہ نسبت افریقی سواحل کے قریب تر ہے اور اسی لئے سلطنت رومہ کے زمانے میں یہ خطہ غالیہ اور ہسپانیہ کے ساتھ وابستہ رہا نہ کہ افریقہ اور اطالیہ کے ساتھ۔ حتیٰ کہ مغرب کے شہر تنجیس (= طنجہ) سے مشرقی مورتانیہ کے صدر مقام سیزاریہ تک کوئی سڑک بھی بنی ہوئی نہ تھی بلکہ آمد و رفت سمندر کے ذریعہ ہوتی تھی۔ غرض اسی قربت کا باعث تھا کہ موروں کی گھار جو کشتیوں میں سمندر عبور کر کے بیتیکہ پہنچ جاتی تھی، رومیوں کی افریقی رعایا کی نسبت ہسپانی رعایا کے لئے زیادہ خطرناک تھی۔ عہد نرو کے ایک شاعر نے بیتیکہ کو "Trucibus obnoxia Mauris" (یعنی موروں کی پرفتن آماج گاہ) قرار دیا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا، ہرچند ہسپانیہ کی کوئی سرحد کسی بیرونی طاقت کی زد میں نہ تھی لیکن اس کے جنوبی صوبے کے بالکل ہمسائے میں ایک ایسا ملک ضرور موجود تھا جس میں بہت اکھڑ اور سرکش قوم آباد تھی اگرچہ یہ ملک پہلے رومیوں کی تابع ریاست رہا اور پھر ان کا باقاعدہ صوبہ ہو گیا تھا۔

اغسطس اپنے دار الملک سے جو فرامین صوبہ ہسپانیہ میں بھیجتا تھا ان میں مورتانیہ کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا تھا۔ لیکن ہمیں سب سے پہلے ان واقعات کا ذکر کر دینا چاہئیے جو سیزر کے انتظام جدید کے بعد افریقہ میں رونما ہوئے۔ جولیس سیزر نے افریقہ کے رومی صوبے میں ریاست نیومیدیہ کا اضافہ کر دیا اور اسی کو "افریقہ جدید" کہنے لگے تھے، اس علاقے اور مورتانیہ کے درمیان امپساگا ندی حدّ فاصل قرار پائی مورتانیہ پر اُن دنوں دو بادشاہ حکومت کرتے تھے۔ ان میں سے مشرقی ریاست کا اصلی نام جول تھا مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہ سیزر کے نام سے (سی زارین سیس) موسوم ہونے لگی۔ اس کے بادشاہ کا نام باکس اور مغربی ریاست تنجیس کا فرمانروا شاہ بوگود تھا، نیومیدیہ کے بادشاہ جیوبا کے برخلاف، مورتانیہ کے ان دونوں بادشاہوں نے پہلی خانہ جنگی میں جولیس سیزر کا ساتھ دیا لیکن دوسری خانہ جنگی میں وہ دونوں ایک ہی طرف نہ رہے بلکہ بوکوس تو سیزر کے پسر خواندہ کا بھی اسی طرح رفیق رہا جیسے خود سیزر کا رہا تھا مگر بوگود نے انتونی کی تائید کی حالانکہ خود اس کے پایۂ تخت تنجیس (موجودہ

طنجہ) کے لوگ اغسطس کے ہم آہنگ ہو گئے تھے۔ اسی صلے میں شہر تنجیس کو رومہ کے ملکی حقوق اور شاہ باکس کو مورتانیہ کی دونوں ریاستوں کی حکومت عطا ہوئی اور جب باکس مرا (۳۳ سنہ ق م) تو گو مدت تک اس کا کوئی جانشین نہیں ہوا بایں ہمہ رومی حکومت نے مناسب نہ سمجھا کہ اسی وقت مورِتانیہ کو براہِ راست اپنے قبضے میں لے کر سلطنت کا ایک صوبہ بنا دے۔

نیومیدیہ کے آخری بادشاہ **جیوبا** کا ایک بیٹا بھی اپنے باپ کی طرح گرفتار ہو کر جولیس سیزر کے جلوس فتح کی زینت بنا تھا اور پھر سیزر دا غسطس کی آغوش تربیت میں پل کر بڑا ہوا تھا۔ رومی فوج میں اس نے جنگی خدمات انجام دیں۔ رومی اور یونانی علم ادب میں بڑی بصیرت بہم پہنچائی اور یونانی زبان میں خود کتابیں تصنیف یا تالیف کی تھیں۔ شاہ باکس کی جانشینی کے لئے اغسطس کی نگاہ انتخاب اسی پر پڑی۔ اسے اپنی آبائی ریاست نیومیدیہ میں تخت بادشاہی پر بحال کرنا تو خارج از بحث تھا لیکن وہ ملک نہیں تو اب اس کے ہمسائے کی ریاست خالی تھی اور شاہ **ماسی نیا** کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے اس بات کی پوری امید تھی کہ مورتانیہ کے باشندے اس کی بادشاہی کو خوشی سے قبول کریں گے۔ اسی کے ساتھ اغسطس نے (۲۵ سنہ ق م) میں مورتانیہ کے واسطے بادشاہ بیگم بھی تجویز کر لی۔ یہ انتونی اور مصر کی آخری ملکہ کی بیٹی تھی جو خود اغسطس کے جلوس فتح میں اسی طرح رومہ لائی گئی جسطرح نیومیدیہ کا بادشاہ جیوبا جولیس سیزر کے ساتھ آیا تھا۔ اس کا نام بھی اپنی مشہور ماں کے نام پر **کلیوپاترا** تھا اور اسے شریف **اکتاویہ** نے (جس کی اس لڑکی کے والدین کے ہاتھوں سخت حق تلفیاں ہوئی تھیں) اپنے دامن شفقت میں تربیت دی تھی۔ غرض جیسا کہ بعض صاحبوں نے جتایا ہے نیومیدیہ کے شہزادے اور مصر کی شہزادی کے عقد ازدواج میں ایک عجیب قسم کی موزونیت پیدا ہو گئی کیونکہ دونوں کی تقدیر بہت کچھ یکساں تھی۔ طرفہ تر واقعہ یہ ہے کہ جیوبا کے اس بیٹے اور مورتانیہ کے نئے بادشاہ کا نام **بطلیموس** تھا!

غرض، مصر کے مغرب میں اغسطس کے زمانے تک سلطنت رومہ کا ایک تو صوبہ "افریقہ" تھا اور ایک ہی ریاست مورتانیہ۔ اور ان دونوں کے درمیان **امپ ساگا** ندی جس پر شہر سیرتہ واقع ہے "حد فاصل" تھی۔ اس علاقے کی کوئی جنوبی سرحد غالباً خود

اغسطس بھی قرار نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہاں کوئی باقاعدہ ملک یا ہمسایہ ریاست نہ تھی[1]۔ چنانچہ اس طرف آگے بڑھ کر حکومت "حلقۂ اثر" کی شکل میں غائب ہو جاتی تھی اور اس حلقۂ اثر میں جو مقامی قبائل داخل تھے وہ کبھی رومہ کے مطیع اور کبھی مخالف یا اہل رومہ کے قول کے بموجب، باغی ہو جاتے تھے!

اندرونی علاقے کی ان قوموں میں، گرامان تیس، ترانس تاگ نن سیس، موسولامی اور وہ بہادر گی تولیان قوم قابل ذکر ہے جسے محکوم بنانا محال تھا[2]۔ ان خطرناک ہمسایوں کے مقابلے میں یہاں ایک رومی جیش رکھنا ضروری تھا اور اسی لئے مجلسی صوبوں میں اسی صوبۂ افریقہ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہاں کے صوبہ دار کے تحت میں ایک پوری فوج ہوتی تھی۔ عہد اغسطس میں ان دشمنوں پر دو مرتبہ فوج کشی ہوئی[3]۔ پہلی مہم کا سردار جو گرامان تیس کے خلاف بھیجی گئی، (۱۹ سنہ ق م) این کورنیلیوس بالبوس تھا اور دوسری مہم اس سے بھی آگے مشرق کی جانب قبائل مرماری کا کے خلاف پی سلپی سیوس کیوری نیوس کی ماتحتی میں گئی۔ بالبوس نے اپنی خدمت قابلیت سے انجام دی اور جلوس فتح کا اعزاز حاصل کیا اور یہ اس اعتبار سے بھی یادگار رہے کہ اس کے بعد پھر کسی رومی شہری کو یہ اعزاز نہیں ملا۔

غالیہ اور ہسپانیہ میں اہل رومہ کے سامنے کوئی قدیم تمدن نہ تھا جس پر وہ اپنے نظم ونسق کی بنیاد رکھتے۔ لیکن صقالیہ اور افریقہ میں یہ بات نہ تھی۔ جزیرۂ صقالیہ جس وقت رومیوں کے قبضے میں آیا تو یہ اعتبار تمدن یونانی اور جزوی طور پر فنیقی تھا۔ اس کے برعکس افریقہ فنیقی رنگ میں رنگا ہوا تھا اور اس رنگ میں یونانیت کی خفیف آمیزش بھی اسی سے

---

[1] اگرچہ اس میں شک نہیں کہ گرامان تیس قوم کی ایک ریاست موجود تھی۔

[2] دیکھو ورجیل کی "ای نیڈ" باب چہارم صفحہ ۴۰۔

[3] ظاہراً ان سے پہلے بھی بعض لڑائیاں ہوئیں کیونکہ ۲۱ سنہ ق م میں ال سم پر وینوس اٹراتی نوس کی فتوحات افریقہ کا رومہ میں جشن منایا گیا تھا۔

[4] غالیہ میں ماسیلیہ، بعض اور یونانی قصبے یا ہسپانیہ میں فنیقیوں کی تجارتی کوٹھیاں ہونے سے مذکورہ بالا قول کی مجموعی صداقت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

رومہ نے جو ملک قرطاجنہ سے لئے ان میں فنیقی اصول پر انتظام کیا اور شہری آبادیوں کے فنیقی آئین کو اسی طرح اختیار کر لیا جس طرح غالیہ میں مجموعہ دیہات کے آئین کو۔ لیکن ان فنیقی بستیوں کی تنظیم اور خود اطالیہ کے شہروں کی تنظیم میں نمایاں مشابہت تھی لہذا ان کا بالکل اطالیہ کے شہروں کی صورت میں تبدیل ہو جانا بہت سہل اور تھوڑی دیر کا کام تھا۔ جمہوریت کے زمانے میں اہل رومہ نے ناعاقبت اندیشی سے قرطاجنہ کی ہستی کو فنا کر دیا تھا۔ لیکن فیاض جولیس سیزر کے مشورے سے وہ دوبارہ آباد ہوا اور اپنے احیا کے تھوڑے عرصے بعد ہی رومی افریقہ کا اسی طرح صدر مقام بن گیا جس طرح اہل فنیقیہ کے افریقی ممالک کا دار السلطنت تھا۔ ابتدا میں اس کا فنیقی آئین بحال رکھا گیا تھا لیکن تھوڑے ہی دن بعد اسے نو آبادی کی حیثیت حاصل ہو گئی اور وہ ترقی کر کے مغربی یورپ کے ان شہروں میں شمار ہونے لگا جو سب سے زیادہ آباد اور لوازم عیش و تکلفات میں سب سے آگے تھے۔ اہل یوتیکہ اپنے پرانے رقیب کی یہ نئی زندگی اور سرسبزی دیکھکر بہت جلے تھے مگر خود ان کے شہر کو رومی میونی سی پیوم کے حقوق عطا ہو گئے۔ افریقہ میں رومی معاشرت کی ترویج کا ایک اور قوی سبب یہ ہوا کہ یہاں پرانے رومی سپاہیوں کو جا بجا زمین دے کے بسا دیا گیا۔ چنانچہ رومیوں کے قدیم صوبہ افریقہ میں کلوپیہ اور ہپو دیار ہیتوس اور نیومیدیہ میں سیرتہ (قسطنطین) اور سکیہ اسی قسم کی قابل ذکر نو آبادیاں تھیں، رومی تمدن کے اعتبار سے مورتانیہ اپنے مشرقی ہمسایوں کی نسبت بہت پسماندہ تھا۔ اغسطس نے یہاں بھی خاص کر ساحل پر نو آبادیاں بسانے میں بہت کوشش کی یہ رومی بستیاں شاہ مورتانیہ کے ماتحت نہ ہوتی تھیں بلکہ ان کی حکومت براہ راست ہمسایہ کے رومی صوبہ دار کے ہاتھ میں تھی۔

فنیقی شہروں اور اطالوی نمونے کی بستیوں کے علاوہ (جن میں "میونی سی پیوم" اور "کولونیا" دونوں قسمیں شامل ہیں) خاص افریقی قوم کے دیہات تھے۔ مگر یہ براہ راست رومی صوبہ دار کے ماتحت ہوتے یا یہاں انتظام کے واسطے رومی عامل (پریفکٹ) بھیجے جاتے تھے۔ جن علاقوں میں رومیوں کی زیادہ آمد و رفت نہ تھی زیادہ تر وہیں مقامی زبان بربری بولی جاتی تھی اور اسے فتمندوں نے ہسپانیہ کی آبری اور غالیہ کی قلطی زبان کی مثل اپنے حال پر چھوڑ دیا لیکن شمالی افریقہ کے شہروں کی زبان بلا استثنا فنیقی تھی اور اس ایشیائی زبان کا سرکاری زبان تسلیم کر لینا رومیوں کو

گوارا نہ تھا۔ حالانکہ مشرقی صوبوں میں انہوں نے یونانی زبان کو سرکاری طور پر تسلیم کرلیا تھا اسی کا نتیجہ تھا کہ گو مقامی کاروبار میں افریقی شہروں کے باشندے اپنی فنیقی زبان استعمال کرسکتے تھے اگرچہ جب کبھی ان کا سلطنت سے معاملہ پڑتا تو انہیں لاطینی استعمال کرنی پڑتی تھی۔ خیال ہوتا ہے کہ افریقہ میں بھی یونانی کو سرکاری زبان مان لیا جاتا تو بہتر ہوتا کیونکہ رومی فتوحات کے وقت یہاں کے لوگ لاطینی کی نسبت یونانی سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔ لیکن حکومتِ رومہ نے فیصلہ کیا کہ صقالیہ کی طرح افریقہ بھی "لاطینی مغرب" کے علاقے میں داخل ہوگی۔ البتہ یہ لکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ موتانیہ کی یونانی شہزادی ملکہ کا نام تو سکوں پر یونانی حروف میں لکھا ملتا ہے اور اس کے شوہر کا جو ایک شاہی عہدہ دار سمجھا جاتا تھا ہر جگہ لاطینی حروف میں تحریر ہے۔

افریقہ میں اگرچہ ہسپانیہ اور اطالیہ کے مقابلے کی شراب انگوری تیار نہ ہوتی تھی لیکن کثرت سے میوہ پیدا ہوتا تھا۔ غلے[1] کی پیداوار میں یہ ملک بالخصوص نہایت قابل خیز اور مصر و صقالیہ کی مثل اہل رومہ کو غلہ فراہم کرنے کا امتیاز رکھتا تھا۔ قرمزی کپڑے کی صنعت اس وقت تک رونق پر تھی خاص کر جربہ (یا غربہ) کے چھوٹے سے جزیرے میں یہ کام خوب ہوتا تھا اگرچہ اتنی شہرت بے شبہ اس کی قسمت میں نہ تھی جتنی کہ جزیرہ صور کو نصیب ہوئی۔ شاہ جیوبا نے اس صنعت کو اپنے ملک کے مغربی ساحل پر بھی جاری کیا تھا۔ یہ بات کہ ملک میں عام طور پر خوش حالی تھی، تھیٹر، کمان، حمام وغیرہ کی ان شاندار عمارات سے ظاہر ہے جن کے کھنڈر ہر حصہ ملک میں پائے جاتے ہیں۔

(۸) افریقہ سے چل کر ہم ایک اور صوبے میں کہ وہاں بھی رومہ، قرطاجنہ کا جانشین ہوا تھا، داخل ہوتے ہیں۔ یہ سارڈینیہ تھا جس کا ۲۳۸ ق م میں اپنے افریقی مالکوں سے تعلق قطع ہوا اور سات برس بعد وہ رومہ کا (صقالیہ کے سوا) سب سے قدیم صوبہ بن گیا۔ ۲۷ ق م کی تقسیم کے وقت سارڈینیہ اور کورسیکہ مجلس اعیان اور اہل رومہ کے حصے میں آئے تھے لیکن بحری قزاقوں کی چڑھائی نے اغسطس کو مجبور کیا

---

[1] دیکھو ہوریس کے "قطعات" باب سوم صفحہ ۱۶ - ۳۱

کہ ۶ ء میں یہ صوبہ اپنی نگرانی میں لے اور حفاظت کے لئے فوج کے تفویض کر دے۔ لیکن یہاں کی حکومت اُس نے کسی اعیانی رتبے کے جیش سالار کو نہیں دی۔ بلکہ صرف نائٹ کے درجے کا ایک مہتمم مقرر کر دیا۔ نیرو کے عہد میں یہ صوبہ ایک مرتبہ اور مجلس کے تفویض ہو گیا تھا مگر ویسپازیان کے زمانے میں پھر بادشاہی صوبہ بنا اور آخر تک اسی طرح رہا۔ اس صوبہ کے جزیرے اگرچہ متمدّن دنیا کے بیچ میں واقع تھے مگر ہمیشہ الگ تھلگ اور غیر متمدّن رہے۔ کورسیکہ کی کوہستانی زمین اور اُس کے جنوبی ساتھی کی ہوا سیاح اور آباد کاروں کے وہاں آنے کی مانع تھی اور یہ جزیرے جلا وطنوں ہی کے لئے زیادہ موزوں تھے چنانچہ ان سے یہی کام لیا جاتا تھا۔ اغسطس نے ان میں کوئی نوآبادی نہیں بسائی نہ خود کبھی یہاں آیا۔ ساردینیہ کی قدر و منزلت جو کچھ تھی گیہوں کی کثیر پیداوار اور برآمد کی وجہ سے تھی[1]۔

(۹) بحر متوسط کے دوسرے بڑے جزیرے کی حالت ان دونوں سے سراسر مختلف تھی۔ یہ (صقالیہ) رومیوں کا سب سے پہلا بیرونی صوبہ تھا اور اسی کے قبضے نے انہیں ساردینیہ بلکہ خود افریقہ کی فتوحات کا راستہ دکھایا۔ خود نوجوان سیزر کو ابتدا میں صقالیہ ہی کی بدولت مغرب میں استقلال حاصل ہوا اور اول اول اسی پر قبضہ پا جانے سے اس کے رسوخ و ہر دلعزیزی میں پائے داری آئی کیونکہ یہیں کے گیہوں پر اہل روما کی زندگی منحصر تھی۔ اغسطس کا لقب حاصل کرنے کے بعد وہ دوبارہ (۲۲ سنہ ق م میں) صقالیہ آیا اور گو یہ ایک مجلسی صوبہ تھا لیکن "افضل صوبہ دار" ہونے کے حق پر اس نے سیراکیوز میں ٹھیر کر انتظام کی درستی کی۔ عجب نہیں اسی قیام کی یادگار میں اُس نے اپنے محل میں ایک کمرے کا نام "سیراکیوز" رکھا ہو جس میں وہ اس وقت تنہا جا بیٹھتا تھا جب کہ کسی کا مخل ہونا گوارا نہ ہو۔ روما کے اصول ملک داری کا فتویٰ یہ تھا کہ صقالیہ "لاطینی مغرب" میں داخل کی جائے اور "یونانی مشرق" سے جس کے ساتھ صدیوں تک اس کے تعلقات وابستہ رہے، اُسے جدا کر دیا جائے۔ چنانچہ پھر صدیوں

[1] ہوریس۔ "قطعات" حصہ اول ص ۳۱ ـــ ۳

تک ہم دیکھتے ہیں کہ صقالبہ آغوش سلطنت میں سویا پڑا ہے۔ اور تاریخ میں کوئی ایسا حصہ نہیں لیتا جیسا کہ زمانۂ ماضی میں لیتا رہا یا جیسا کہ مستقبل بعید میں اُسے لینا تھا۔

فصل پنجم۔ ریتیہ، نوری کم اور اضلاع الپسی

(۱۰۱) ان صوبوں سے جو جنوب میں اطالیہ سے متصل تھے، گذر کر اب ہم اُن علاقوں میں پہنچتے ہیں جو اطالیہ کی شمالی سرحد پر واقع تھے اور جن کی تسخیر و تنظیم دونوں کام اغسطس کو انجام دینے پڑے۔ خود شمالی اطالیہ کے شہر آزاد الپسی قبائل کی مسلسل تاختوں کا نشانہ رہے اور جب تک پہاڑ کے پار ریتیہ کا ملک جس میں اُن کے ہمقوم وحشی آباد تھے، ان کا مامن رہا اس وقت تک یہ پہاڑی قبائل پوری طرح قابو میں نہ آئے۔ اطالیہ کے حفظِ امن کی خاطر ایسے تکلیف دہ ہمسایوں کو زیر کرنا ضروری تھا اور یہ بات پوری طرح اسی وقت حاصل ہو سکتی تھی جبکہ ریتیہ اور ڈین ولیسیہ پر بھی قبضہ کر لیا جائے۔ چنانچہ ۱۵ق م میں یہ خدمت بادشاہ کے ربیبی فرزند نے بلا دقت انجام دی۔ دروسوس نے جنوب سے ریتیہ میں گھس کر دشمن کو لڑائی میں مغلوب کیا[1] اور شمال سے اس کی مدد کے لئے تی بریوس بڑھا جو ان دنوں غالیہ کا صوبہ دار تھا۔ ادھر وین ولیسی قوم کو بری گان تیم جھیل[2] کی بحری لڑائی میں شکست ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے جنگ وین ولیسیہ میں سب سے نمایاں حصہ "بیجین گنونی" اور "تیز یا برونی" قبائل نے لیا۔ آخری لڑائی جس نے ریتیہ کو رومہ کی ملکیت بنا دیا، دریائے ڈین یوب کے منبع کے قریب پہلی اگست کے دن ہوئی اور اس میں خود تی بریوس "با دولت و اقبال" موجود تھا[3]۔ ان معرکوں سے وہ ملک جو اب بویریہ، ٹائرول

[1] ہوریس۔ "قطعات" حصۂ چہارم صفحہ ۴ - ۱۷۔

[2] بری گان تیم کو اب برے گنتس Bregenz کہتے ہیں اور یہ جھیل کونس ٹانس کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔

[3] و [4] ہوریس، قطعات۔ حصۂ چہارم صفحہ ۱۴ - ۹ و ۱۴۔

اور مشرقی سوی زرلینڈ کہلاتے ہیں، سلطنت رومہ کے قبضے میں آگئے۔ ضروریات جنگ کے اعتبار سے ایک باموقع سرحد ہاتھ آگئی اور شمالی اطالیہ اور بالائی ڈینیوب ورہائن کے علاقے میں براہ راست آمد و رفت کا راستہ کھل گیا۔ ریتیہ کا جنگی صوبہ ایک شاہی عامل (پری فکت) کے تفویض کر دیا گیا اور اس بات کی گنجایش نکل آئی کہ جن فوجوں کے پڑاؤ این روئے الپس غالیہ میں تھے اب وہ اور آگے بڑھکر چھاؤنی بنائیں۔ نئے صوبے کی سرحد کے قریب ایک نیا جنگی مستقر اوگستہ وین دلیسیہ کے نام سے آباد کیا گیا جو اوگس برگ کے نام سے آج تک اس فرماں روا کے نام کی یاد دلاتا ہے جس نے مغربی یورپ میں رومی تمدّن پھیلانے میں اس قدر محنت و سعی کی تھی۔ لیکن خود ریتیہ کو اس رنگ میں رنگنے کا کوئی کام اغسطس یا اس کے جانشینوں نے انجام نہیں دیا۔ اور یہاں ایسے رومی شہر بھی آباد نہیں کئے گئے جیسے کہ ہمسائے کے صوبے نوریکم میں کئے گئے تھے۔

وادیٔ دوریہ میں، گراجن و پنائن الپس کے درمیان سلاسیوں کی خطرناک قوم آباد تھی۔ اسے مطیع کرنے کی خدمت مسیناس کے بہنوی ترن تیوس مُورِنا نے ۲۵ ق م میں کامیابی کے ساتھ انجام دی۔ یہاں کی مقامی آبادی کا بالکل استیصال کر دیا گیا اور فوج خاصہ کے (پری تورئن) سپاہی اس وادی میں لبسا دئے گئے جہاں سے گراجن الپس پر سے ہو کر لگدونم کو اور پنائن الپس پر سے گزر کر صوبہ ریتیہ کو راستے جاتے تھے۔ اس نئی بستی کا نام اوگستہ پری توریہ رکھا گیا جس میں بادشاہ کے نام کا جزو موجودہ اوستہ کی شکل میں اب تک سلامت ہے۔ اور اس شہر میں قدیم رومی فصیل اور شہر کے دروازے بھی اب تک باقی ہیں۔ اطالیہ اور غالیہ کے درمیان مغربی الپس کے دو ضلعے بنا دئے گئے ایک ساحلی الپس اور ایک کوتیای الپس جن میں سے پہلا براہ راست شاہی عمال کے ماتحت تھا اور دوسرے پر رومی عہدہ داروں کی بجائے اوّل اوّل ایک باج گزار رئیس کوتیوس کی حکومت تھی جس کے نام پر اس ضلعے کا "کوتیای" (Regnum Cottii) نام ہوا۔ اس نے کیتے ہی رومیوں کی اطاعت قبول کر لی تھی اس لئے یہ علاقہ اسی کے تحت میں چھوڑ دیا گیا اور اسی رئیس کو "پری فکتوس سی وی تاتیوم" (یعنی ملکی عامل) کا لقب مل گیا۔ اس کا صدر مقام

سگوسیو اب تک سوسہ کے نام سے موجود ہے اور وہ کمان بھی سلامت ہے جو اس نے اپنے ولی نعمت کے اعزاز میں (۸ شہ ق م) تعمیر کی تھی۔ اسی حاکم کے "ضلعے" سے (کیونکہ اس ریاست کی نوعیت اسی قسم کی معلوم ہوتی ہے) "ویاکوتیہ" نامی شاہراہ گزرتی تھی جو اوگستہ توری نورم (موجودہ تیورن) سے ارلاتہ (اریس) تک بنی ہوئی تھی، کوہستان الپس کی اس تسخیر میں کوئی ایسا درخشاں واقعہ نہیں ملتا جو مورخ کو اپنی جانب کھینچ لے لیکن سچ یہ ہے کہ اطالیہ کو اس تسخیر سے بہت کچھ مادّی اور مستقل فوائد حاصل ہوئے اور اہل اطالیہ نے شکر گزاری کے ساتھ ان فوائد کا اس طرح اعتراف کیا کہ بحر متوسط کے ساحل پر مناکو کے قریب پہاڑی کے اوپر بادشاہ کے نام سے ایک یادگار تعمیر کی اور اس کا وہ کتبہ اب تک محفوظ ہے جس میں الپس کی ۴۶ قوموں کے مغلوب و محکوم ہونے کے حالات کندہ ہیں،

ریتیہ میں رومی قبضے کی بہت کم یادگاریں ملتی ہیں۔ لیکن برابر کے صوبے نوری کم کی حالت دوسری ہے۔ اس رومی صوبے میں موجودہ استائی ریہ کارن تھیہ کسی قدر کارنی نولا اور بیشتر آسٹریہ کا علاقہ داخل تھا۔ رومیوں کی آمد و رفت نے اس کی تسخیر کا راستہ پہلے سے صاف کر دیا تھا۔ رومہ کی رسوم اور لاطینی زبان سے کارنک الپس کے پار تک کے لوگ واقف تھے اور جب اس پر براہ راست قبضہ کرنے کا وقت آیا تو کوئی خاص زحمت پیش نہ آئی۔ فتح کا موقعہ ۱۶ سنہ ق م میں ملا جب کہ نوری کم کے بعض قبائل اپنے ہمسایہ پانونیہ والوں کے ساتھ استریہ پر حملہ کرنے میں شریک ہو گئے تھے۔ یہ گویا ان پر فوج کشی کرنے کا ۱۶ سنہ ق م میں خدا ساز موقع ہاتھ آیا اور اس صوبے کو پہلے باج گزار ریاست بنانے کے بعد تھوڑے ہی دن میں اسے ایک عامل کے ماتحت شاہی صوبوں میں داخل کر لیا گیا اگرچہ اس کا نام اس وقت بھی "ریاست نوری کم" ہی رہا۔

لیکن ریتیہ اور نوری کم کے لئے صوبوں میں معمولی کوئی افواج کے سوائے کوئی باقاعدہ جیش نہیں رکھا گیا بلکہ ریتیہ کی حفاظت تو افواج رہائن کے انہی جیوش کے سپرد کر دی گئی جن کی چھاونی وین دونیں میں تھی اور نوری کم کی نگرانی رکھنے کا کام

عٰہ نوری کم کی تلوار خوبی میں ضرب المثل تھی۔ دیکھو ہوریس وغیرہ

پانونیہ کی ان افواج کے تفویض ہوا جو پی ٹو ویو میں رہتی تھیں۔ یہ مقام ورا وادا یا دراؤا ندی کے کنارے واقع تھا اور وین دو نیسیا ابھی تک "وین ڈیش" کے نام سے بازل کے مشرق میں سلامت ہے۔ اطالیہ کے نمونے پر نوری کم کی تنظیم شاہ کلادیوس کے ہاتھوں سرانجام ہوئی اور جو لین الپس کے پار جو علاقہ اس پہاڑ کے عین دامن میں واقع ہے اور جسمیں امونہ اور نوپورتوس کے قصبے آباد تھے، وہ اگرچہ نوری کم میں داخل نہ تھا بلکہ الی ریکم کا حصہ تھا لیکن کچھ عرصے بعد اُسے بھی اطالیہ میں شامل کرلیا گیا۔ واضح رہے کہ ریتیہ اور نوری کم کا قبضہ جنگی ضروریات کے لحاظ سے نہایت اہم تھا۔ اس سے وسط یورپ کے وحشیوں کے مقابلے میں سلطنت کی دفاعی اغراض وابستہ تھیں اور اسی قبضے کی بدولت رہائن اور ڈینیوب کی فوجوں کے درمیان آمد و رفت کے مسلسل ذرائع محفوظ ہو گئے۔

فصل ششم - الی ریکم اور سرزمین ہیموس

(۱۱۱) پانونیہ اور دلمیشیہ، الی ریکم کی تسخیر تام و کمال پہلے بادشاہ کا کارنامہ تھی۔ اور استریہ اور دلمیشیہ کہنے کو تو جمہوریت کے زمانے میں رومی مقبوضات سمجھے جاتے تھے لیکن ان کے دور دست علاقوں کی خودمختاری میں کچھ فرق نہ آیا تھا اور وہاں کے قبائل اپنے مقدونی اور متمدن ہمسایوں پر برابر ڈاکے ڈالتے رہتے تھے۔ ۴۸ سنہ ق م اور ۴۴ سنہ ق م میں ان وحشیوں نے رومی فوجوں کو بھی تباہ کردیا۔ اور اُن کے عقابی پرچم چھین لئے تھے۔ یہ فوجیں پہلی مرتبہ گابی نیوس کی اور دوسری دفعہ واتی نیوس کی ماتحتی میں روانہ کی گئی تھیں اور جب دونوں مرتبہ ناکامی ہوئی تو یہ روما کی شان کے خلاف تھا کہ ان شکستوں کا انتقام نہ لیا جائے اور ادھر ملکی مصالح کا مقتضی تھا کہ وہاں کے آزاد اضلاع کا پوری طرح بند و بست کر دیا جائے۔ نظر بر ایں بادشاہی سے پہلے اُسی زمانے میں جب کہ سکتوس پومپی کا معرکہ درپیش تھا سیزر نے یہ خدمت بھی اپنے ذمہ لی اور بہت مستعدی اور کامیابی سے اسے انجام کو پہنچایا۔ ۳۵ سنہ ق م میں ساحل اوریاتیک کے قبائل مغلوب ہو گئے اور یہ مہم جس کا آغاز ڈاک لیہ (موجودہ مانٹی نگرو) کی فتح سے ہوا تھا قوم لاپی ڈیس کی شکست پر ختم ہوئی جو استریہ

کے شمال مشرق میں الپس کے پہاڑوں میں آباد تھی۔ ادھر سیزر کے بیڑے نے ان بحری قزاقوں کی خبر لی جنہوں نے ساحل کے قریب جزیروں پر جا بجا اپنے مامن بنا رکھے تھے اور ان میں کرزولا اور ملیدا کے جزیرے سب سے زیادہ مشہور ہو گئے تھے لیکن اس ساری مہم میں سب سے زیادہ دقت لاپی دیس قوم ہی کو مغلوب کرنے میں پیش آئی۔ اس قوم کے لوگ شمالی اطالیہ کے علاقوں تک میں آ کے غارتگری کر جاتے تھے اور ان کی جسارت اتنی بڑھی تھی کہ انہوں نے ترگستہ اور اکوی لیہ جیسے شہروں پر بھی حملہ کیا تھا۔ اس موقع پر جب رومی فوج ان پر بڑھی تو ان کی بہت بڑی تعداد اپنے شہر اروپیئم میں جمع ہو گئی لیکن جب سیزر زیادہ قریب پہنچا تو یہ لوگ بھاگ کر جنگلوں میں جا چھپے اس شہر پر تو یوں بلا دقت قبضہ ہو گیا لیکن متولم[1] کے مضبوط قلعے کو فتح کرنے میں بڑی دردسری اٹھانی پڑی۔ یہ قلعہ ایک پہاڑی کی دو چوٹیوں پر واقع تھا۔ پہاڑی پر درختوں کی بھی کثرت تھی۔ اور قلعے کے اندر تین ہزار چیدہ جنگ آزما قلعے کی حفاظت پر مامور تھے اور ان کی جانبازی کے سامنے قلعہ کشائی کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ خود سیزر پہلو میں اگرپا کو ساتھ لے کر شہر پناہ پر حملہ آور ہوا اور ان سرداروں کی پیش قدمی نے رومی سپاہیوں میں بھی بڑا جوش پیدا کر دیا۔ حملہ آوروں کی سرگرمی دیکھ کر محصورین قلعہ حوالہ کرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن جب قلعے میں داخل ہو کر رومیوں نے ان کے ہتھیار رکھوانے چاہے تو انہیں یقین ہو گیا کہ ہمارے ساتھ رومیوں نے دغا بازی کی۔ پس قلت تعداد کے باوجود وہ دوبارہ جان دینے پر تل گئے اور بیشتر لڑ کر مارے گئے۔ جو باقی رہے تھے انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا اور پھر بستی کو آگ لگا دی

لاپی دیس قوم کو اس طرح مغلوب کرنے کے بعد سیزر نے ان کے علاقے سے کولاپیس (کلپا) ندی تک جو ساؤ میں آملی ہے، گذر کر پانونیہ کے قلعے سی سکیہ کا محاصرہ کیا (آج کل سی سک نامی قصبہ اس قدیم قلعہ کی یادگار ہے)، جو ندکورہ بالا ندیوں کے سنگم پر واقع تھا۔ اس قلعہ کی دیواروں کے سامنے بھی رومی فوجیں آئی تھیں لیکن یہ پہلا موقع تھا جب کہ ان کا آنا بے سود ثابت نہ ہوا۔ سیزر نے ندی پر پل بنا کے

[1] جسے اب "موٹے لنگ" کہتے ہیں؛

قلعے کے گرد مٹی کے دھس اور خندقیں بنوادیں اور ادھر ساحل ڈینیوب کے بعض قبائل کی
مدد سے ساوا میں ایک مختصر دریائی بیڑا جمع کر لیا کہ خشکی اور تری دونوں طرف سے حملہ کیا
جا سکے۔ محصورین کے بعض پانونی ہمدردوں نے ایک مرتبہ انھیں محاصرے سے نجات
دلانے کی بھی کوشش کی تھی مگر نقصان اٹھا کے پسپا ہوئے اور ۳۰ دن مقابلے پر جمے رہنے
کے بعد، قلعے کو رومیوں نے دھاوا کر کے چھین لیا، اس فتح سے پانونیہ اور نیز آگے بڑھ کے
دالکیہ پر فوج کشی کرنے کے لئے ایک مستحکم مقام رومیوں کے ہاتھ آگیا۔ اور یہاں ایک
رومی قلعہ بنا کے پچیس اعشار جیش کی چھاؤنی بنا دی گئی جس کا سردار فوفیوس جمینوس
مقرر ہوا۔ خود سیزر سال (سنہ ۳۵ ق م) کے اواخر میں اطالیہ چلا آیا تھا مگر سردی آتے ہی
پانونیہ کے مغلوب قبائل نے سرکشی کی اور فوفیوس بڑی مصیبت میں پھنس گیا۔ اس کے
پاس سے کوئی ٹھیک اطلاع سیزر کو نہ پہنچ سکی لیکن طرح طرح کی بری افواہیں پہنچیں اور سیزر
جو اس زمانے میں برطانیہ پر فوج کشی کا منصوبہ سوچ رہا تھا، اس خیال کو چھوڑ کر فوراً مدد
کے لئے سسکیہ روانہ ہو گیا۔ فوفیوس کو خطرے سے نجات دلانے کے بعد اس نے دلمیشیہ
کا رخ کیا اور یہ پورا سال (سنہ ۳۴ ق م) اسی علاقہ کی تسخیر میں گزار دیا۔ ادھر دلمیشیہ کے
اندرونی علاقوں کے قبائل آپس کے لڑائی جھگڑوں کو بھول کر متحد ہو گئے کہ مشترکہ دشمن
کے مقابلے میں اپنی آزادی بچائیں اور انھوں نے اپنے سردار ورسوس کے ماتحت
بارہ ہزار جوانوں کی فوج جمع کر کے پروموناکو اپنا مستقر بنایا جو اب تک تیلین کے نام سے
سبی نیکو کے شمال مشرق میں آباد ہے۔ یہ مقام قدرتی دشواریوں کے باعث ناقابل تسخیر تھا
اور انسانی محنت نے اسے اور بھی مستحکم بنا دیا تھا۔ لیکن سیزر نے جنگی ہنرمندی سے ایک چال
ایسی کی کہ دشمن اپنے اگلے مورچے چھوڑ کر قلعے میں ہٹ آنے پر مجبور ہو گئے۔ اور یہاں
اس نے انھیں بھوکا مار کے مغلوب کرنے کی غرض سے پانچ میل دور کی ایک دیوار بنا لی۔
اہل دلمیشیہ کی ایک اور فوج تس تی موس کے ماتحت بڑھی تھی کہ قلعے کو محاصرے
سے نجات دلائے مگر ادھر تو اسے کامل شکست ہوئی اور ادھر محصوروں نے جو اسی
موقع پر قلعے سے نکل کر حملہ کیا تھا اس میں انھیں کامیابی نہ ہوئی اور وہ پسپا ہوئے
بلکہ اسی ریلے میں کئی حملہ آور بھی ان کے ساتھ قلعے کے اندر تک گھس گئے، اس واقعے
کے چند روز بعد اہل قلعہ نے ہتیار ڈال دیئے اور پروموناکی تسخیر کے ساتھ ہی اہل دلمیشیہ کی

متفقہ مزاحمت کا خاتمہ ہو گیا البتہ اِدھر اُدھر مختلف مقامات پر لڑائیاں ہوتی رہیں اور بعض قبیلے بطور خود رومیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ چنانچہ سنتو دیہ کا باقاعدہ محاصرہ کرنا ضروری ہوا اور یہی معرکہ تھا جہاں سیزر کے گھٹنے پر زخم لگا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ قنصلی کے لئے (۳۳ق م) رومہ چلا آیا اور اپنا کام استاتی لیوس تو روس کے سپرد کر آیا جس نے اس خدمت کے جلد ویں الی ریکم کے مال غنیمت سے حصۂ کثیر حاصل کیا اور اسی مال سے آیندہ کثیر دولت جمع کر لی، اِدھر سیزر جس دن قنصلی پر منتخب ہوا اسی دن اس عہدے سے دست بردار ہو کر پھر دلیشیہ آگیا کہ مفتوحہ اقوام سے باضابطہ اطاعت کا اقرار لے۔ اسی موقع پر وہ رومی "عقاب" بھی اہل دلیشیہ سے واپس لئے گئے جو انہوں نے گابی نیوس کو شکست دے کر چھین لئے تھے۔ نیز انہوں نے اپنی قوم کے سات سو لڑکے بطور یرغمال فاتحین کے حوالے کئے۔

الی ریکم کے صوبوں کو متمدّن بنانے کا کام اب شدومد کے ساتھ شروع ہوا ساحل کے بڑے شہر اطالوی بستیوں کے ہم رتبہ قرار دیئے گئے۔ اور سالونی، جادر پولا، ترگستہ اور دیگر مقامات کی تاریخ کا نیا دور شروع ہوا جس میں ان شہروں نے وہ نمایاں شہرت حاصل کی کہ یورپ کی آیندہ تاریخ میں ان کی جگہ نکل آئی، اور بے شبہ یہی زمانہ ہے جب کہ ان شہروں میں رومی نو آبادیاں بسائی گئیں اور سالونی کا سرکاری زبان میں پورا نام "کولونیہ مارسیہ جولیہ سالونی" قرار پایا۔ کارنیولہ کا صدر مقام امونا، جہاں اب لے باخ آباد ہے "کولونیہ جولیہ امونا" کے نام سے اور پولا کو "کولونیہ پی تاس جولیہ پولا" کے نام سے موسوم ہوا۔ اور اس مقام (پولا) کی حیثیت الی ریکم میں بعض اعتبار سے وہی ہو گئی جو "سہ غالبیات" میں لگو دونم کو حاصل تھی۔ کیونکہ رومہ اور اغسطس کے نام کا ایک مندر پہلے بادشاہ کی زندگی میں اسی مقام پر تعمیر ہوا۔

الی ریکم کے انتظامات میں بھی ردّوبدل ہوا۔ اب تک یہ علاقہ آں روئے الپس غالیہ کی حکومت میں شامل تھا اور دلیشیہ کے جنوب میں، الی ریکم کی ایک پٹی مقدونیہ میں داخل کر دی گئی تھی۔ لیکن اب سیزر کی جدید فتوحات کے بعد یہ سب علاقے ملا کر الی ریکم کا ایک مستقل صوبہ بنا دیا گیا جس کی شمالی سرحد ساؤس اور جنوبی سرحد دریلو ندی تھی، ۲۷ق م میں جب صوبوں کی تقسیم ہوئی تو الی ریکم مجلس اعیان کے

حصے میں آیا مگر اس کا وقوع اور تعلقات کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ وہ زیادہ عرصے تک مجلسی صوبہ نہ رہ سکتا تھا۔ اول تو شمالی سرحدوں پر فوجوں کا رکھنا ناگزیر تھا دوسرے یہاں کے صوبہ دار کو ایک طرف نوری کُم اور دوسری طرف میزیہ پر بھی نظر رکھنی پڑتی تھی۔ اور ان ذمہ داریوں کے مناسب وسیع اختیارات ایک پرو قنصل کو ملنے، دستور کے خلاف تھے۔ چنانچہ ریتیہ کی فتح کے چند ہی روز کے بعد جب پانونیہ میں لڑائی چھڑ جانے کے آثار نظر آئے تو اس طرف اگریپا کو روانہ کیا گیا (۱۳ ق م) اور اسے "بیرون اطالیہ صوبوں کے تمام حاکموں سے زیادہ اختیارات" تفویض ہوئے۔ اگریپا کے نام ہی کی دہشت نے پانونیہ والوں کو سر نہ اُٹھانے دیا لیکن سال آیندہ جب اگریپا نے وفات پائی اور اُن لوگوں نے ہتھیار سنبھالے تو اگریپا کا جانشین تی بریوس کو مقرر کیا گیا۔ اُس نے بغاوت فرو کر دی تھی مگر اگلے سال (۱۱ ق م میں) اُسے اُن پر دوبارہ فوج کشی کرنی پڑی اور دلمیشیہ کے تازہ فساد کا تدارک کرنا بھی ضروری ہوا ان واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ الی ریکم مجلس اعیان کے تحت سے نکل کر شاہی صوبوں میں لے لیا گیا کیونکہ دلمیشیہ کی رعایا اور پانونیہ کے ہمسائے، دونوں کے واسطے مستقل افواج رکھے بغیر چارہ نہ تھا۔ اسی جدید انتظام کے ساتھ الی ریکم کی سرحد بھی ساوس کی بجائے دراوس ندی تک وسیع کر دی گئی تاکہ تی بریوس نے تین جنگوں میں (۱۲ تا ۱۰ ق م) جو نئے علاقے فتح کئے تھے وہ اسی صوبے کی حدود میں آجائیں۔ سی سکیہ کی بجائے اب رومی جیوش کا سرحدی مرکز بھی پی ٹو ویو قرار دیا گیا جو نوری کُم کی سرحد پر واقع تھا۔ پھر کچھ عرصے بعد اس توسیع کے باعث الی ریکم کے ایک کی بجائے پانونیہ اور دلمیشیہ دو صوبے بنا دئے گئے اور دونوں کا تعلق بادشاہ سے رہا۔ ان میں پانونیہ کی حکومت زیادہ اہمیت رکھتی تھی کیونکہ یہاں کے جیش سالار کو نوری کُم یا میزیہ دونوں طرف کی نگہداشت کرنی پڑتی تھی۔ یہاں یہ وضاحت کر دینی مناسب ہوگی کہ الی ریکم دو معنی میں بولا جاتا تھا۔ یعنی اس میں صحیح اور اصل معنی میں تو صرف پانونیہ اور دلمیشیہ کا علاقہ داخل تھا لیکن اس کے زیادہ وسیع مفہوم میں (خاص کر مالی اغراض کے لئے) نوری کُم اور میزیہ بھی اس اعتبار سے شامل کر لئے جاتے تھے کہ یہ دونوں الی ریکم خاص کے صوبہ داروں کے حلقۂ اثر میں داخل تھے

(۱۲) میزیہ اور تھریس (تراکیہ)، جمہوریت کے زمانے میں مقدونیہ کے رومی صوبہ داروں کو الی ریکم اور تھریس کی جنگلی قومیں اپنے حملوں سے آئے دن پریشان کرتی رہتی تھیں۔ بالائی مارگوس کی قوم دردانی، استری مون کے کناروں پر بسنے والے دن تلیت، تماگوس و اسکوس کے دوآبے کی قوم تری بالی اور اوددیہ ندی کے پار کے بیسی نہایت تکلیف دہ ہمسائے تھے۔ اِدھر ڈین یوب اور کوہ ہیموس کے درمیان کے علاقے میں، جن میں اب ریاست بلغاریہ واقع ہے، میزی اور ڈین یوب کے پار داکی قوم کے لوگ بستے تھے جنہیں رومہ کا قوی دشمن سمجھنا بجا تھا۔ شمال، جنوب اور وسط کی یہ تینوں قومیں ہم نسل وہم لسان بھی تھیں اور اسی لئے رومی حکومت کی نظر میں تھریس اور میزیہ پر براہ راست یا بالواسطہ تسلط رکھنا ضروری مسئلہ ہو گیا تھا کہ سلطنت کی سرحد ڈین یوب بن جائے۔

اتفاق سے سنہ ۲۹ ق م میں ایک شمالی قوم نے میزیہ پر حملہ کیا۔ یہ بستارنی نامی ایک طاقتور اور غالباً جرمن نسل کی قوم تھی اور ان دنوں ڈین یوب اور نیسٹر کے درمیان کے علاقے میں آباد ہو گئی تھی۔ جب تک اس کی لڑائی میزی، دردانی اور تریبالی قوم کے لوگوں سے ہوتی رہی، اس وقت تک مقدونیہ کے رومی صوبہ دار نے اس میں کوئی دخل نہ دیا۔ یہ صوبہ دار مرقس لی سی نیوس کراسوس اس مشہور کراسوس کا پوتا تھا جو اپنے زمانے میں پومپی اور سیزر کا ہم چشم سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جب حملہ آوروں نے دن تلیت قوم پر بھی یورش کی جو رومیوں کی حلیف تھی، تو لی سی نیوس کراسوس کو مدد کے لئے جانا پڑا۔ بستارنیوں کو اس نے دن تلیت کے علاقوں سے ہٹ جانے کا حکم دیا اور حملہ آوروں نے اس کی تعمیل بھی کی مگر کراسوس نے اُن کا تعقّب جاری رکھا اور اس مقام پر جہاں سی یرس ندی ڈین یوب سے آکر ملی ہے، انہیں شکست دی۔ اسی کے ساتھ وہ اپنی فوج لے کر میزیہ میں داخل ہو گیا اور بہت کچھ زحمت وصعوبت اُٹھانے کے بعد اس نے میزیہ کے قریب قریب تمام قبائل کو مغلوب کر لیا۔ میزیہ اور مقدونیہ کے سیدھے راستے میں، اور کوہ اسکومیوس کے دامن میں جو جزیرہ نمائے بلقان کے وسط میں واقع ہے، ان دنوں سردی نامی ایک قوم آباد تھی۔ کراسوس نے

اسے بھی زیر کیا اور اس کے صدر مقام سردی کا کو فتح کر لیا جو اب سوفیا کے نام سے بلغاریہ کا پائے تخت ہے۔ پھر اسے تھریس کی ان قوموں کو مغلوب کرنے کے لئے لڑنا پڑا جو رومیوں مخالف ہو گئی تھیں۔ اسی ضمن میں اسے ڈیونی سوس کے مندر کا ایک جھگڑا بھی چکانا پڑا۔ اصل میں یہ لوگ اس دیوتا کے بڑے پرجوش پجاری تھے[1] اور ان میں اس دیوتا کے نام کا ایک خاص نخلستان بہت ہی مقدس مانا جاتا تھا اور عجب نہیں کہ یہی وہ نخلستان ہو جہاں ایک مرتبہ سکندر اعظم نے بھی بھینٹ چڑھائی تھی۔ اسی کے قبضے کے متعلق اُدریسی اور بسی نامی دو طاقتور قبیلوں میں نزاع تھی اور اس وقت بسی قبیلے کے لوگ نخلستان پر قابض تھے مگر کراسوس نے یہ نخلستان ان سے چھین کر اُدریسی قوم کے حوالے کر دیا جو رومیوں کی جانب بہت مائل تھی۔ پھر اسی قوم کے رئیس کو رومی حکومت کی جانب سے تمام تھریس کا حاکم مقرر کر دیا گیا اور وہاں کی تمام اقوام نیز ساحل کی یونانی بستیوں پر اس کی سیادت تسلیم کرا دی گئی۔ اس طرح تھریس گویا رومہ کی ایک باج گزار ریاست بن گیا۔

قرینہ کہتا ہے کہ میثریہ بھی براہ راست رومی صوبہ بننے سے قبل اسی طرح باج گزار ریاست بنا لیا گیا ہوگا اور اسے تری بالکیہ کے ساتھ ساحل کے یونانی شہروں سے جدا کر کے کسی دوسرے مقامی رئیس کے سپرد کر دیا گیا ہوگا[2]۔ بہر نوع یہ یقینی ہے کہ ۲۷ ق م کے بعد سے ان علاقوں میں مداخلت کا اختیار مقدونیہ کے صوبہ دار کی بجائے الی ریکم کے صوبہ دار کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔

لیکن تھریس کی یہ اطاعت گزاری دیرپا ثابت نہ ہوئی اور اُدریسی رئیس انھیں قابو میں رکھنے کی خدمت انجام نہ دے سکا۔ بسی قوم کے لوگ اپنے دیوتا کے مقدس نخلستان کو واپس لینے کے لئے بیقرار تھے اور آخر ۱۳ ق م میں انہوں نے ایک مذہبی جنگ چھیڑ دی جس کا انجام یہ ہوا کہ ایک ایک کر کے سب اُدریسی رئیس مغلوب

۱۔ ان لوگوں کی بدمستیوں کا اور نشے میں لڑنے جھگڑنے کا ہوریس کے قطعات میں بھی ذکر آتا ہے۔ باب اول صفحہ ۲۷ نیز دیکھو باب دوم صفحہ ۷ ...

۲۔ غالباً اس رئیس کا لقب بھی کوتیس کی طرح "پری فکتوس سی وی تاتیوم" (یعنی دیوانی عامل) مقرر کر دیا گیا تھا۔

ہو گئے۔ مشکل یہ تھی کہ اس زمانے میں الی ریکم کا رومی صوبہ دار تو خود اپنے مقامی جھگڑوں میں الجھا ہوا تھا اور غالباً تھریس کی اس بغاوت کو فرو کرنا اسی کے حدود اختیارات میں داخل تھا، اور مقدونیہ کے پروقنصل کے پاس کوئی فوج ہی نہ تھی۔ غرض مجبوراً ایشیا کے قریبی صوبے سے فوج طلب کرنی پڑی اور گلیشیہ کا جیش سالار لوسیوس پیزو بغاوت فرو کرنے کے واسطے سواحل ایشیا سے یورپ میں بلایا گیا[1] کیونکہ باغی گیلی پولی پر قابض ہو گئے تھے (۱۱ ق م) اور اندیشہ تھا کہ کہیں خود وہ ایشیا کے صوبوں میں نہ گھس آئیں لیکن پیزو نے یورپ آکر بغاوت فرو کردی اور غالباً اسی کے تھوڑے دن بعد میزیہ کو باقاعدہ رومی صوبہ بنا لیا گیا اگرچہ تھریس کی نیم آزاد ریاست کی حیثیت ابھی تک بحال رہی اور وہاں اُدریسی قوم کا باج گزار رئیس رھیمِتالکیس حکومت کرتا رہا۔ یہ اور اس کا بیٹا کوتیس دونوں روما کے دل سے عقیدت مند تھے مگر خود ان کے وطن میں لوگ اُن کو بہت ناپسند کرتے تھے۔ تھریس کا ملک اگرچہ آج تک یونانی نہیں ہے تاہم یہاں سلطنت روما کا مغربی نصف ختم ہو جاتا تھا اور اسے یونان کے ساتھ مشرقی صوبوں میں شمار کیا جاتا تھا لیکن اس کا میزیہ سے چولی دامن کا ساتھ تھا اور اسی لئے آیندہ باب میں شامل کرنے کی بجائے ہمیں زیادہ مناسب یہ نظر آیا کہ اس کا حال یہیں بیان کر دیا جائے۔ کیونکہ یونانی اثرات کے اعتبار سے تو میزیہ بھی نیم یونانی تھا اور اگر اس کے مغربی حصے کے شہر جو رومی حکومت کے زمانے میں آباد ہوئے، لاطینی تھے تو دوسری جانب بحر اسود کے سواحل پر یونانی تمدن کا رنگ غالب تھا اور وہ باقی سب علاقوں سے بالکل جداگانہ اور ممتاز تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود ان شہروں کے اکثر باشندے یونانی نسل کے نہ تھے بلکہ گیتی اور سرماشی قوم کے لوگ تھے اور ان میں جو خالص یونانی آکر شامل ہوئے وہ بھی وہاں کے اصلی باشندوں سے خلط ملط ہو کر ایک حد تک اپنا نسلی امتیاز کھو بیٹھے تھے۔[2] اوید Ovid شاعر جو تومی کی طرف جلاوطن کر دیا گیا تھا

[1] مورخ دیون کے اس قول کی کہ پیزو پام فیلیہ کا حاکم تھا اور وہیں سے تھریس طلب کیا گیا، تاویل کی صورت وہی ہو سکتی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی۔ ورنہ مومسن تو دیون کے اس قول ہی کو صحیح نہیں مانتا اور لکھتا ہے کہ پیزو اس وقت میزیہ کا جیش سالار ہو گا۔

[2] ہوریس نے بھی اپنے قطعات میں گیتی زبان کے سخت لب ولہجہ اور دیگر بدوی خصوصیات کا

وہاں کی وحشیانہ معاشرت کی نہایت واضح تصویر کھینچ گیا ہے کہ وہاں کسان مسلح ہو کر ہل چلاتے تھے اور وہاں کے خون خوار رہزنوں کے تیر شہر پناہ کے اوپر سے ہو کر شہر میں گرتے تھے۔ دیسی باشندوں کا لباس کھال کا ہوتا تھا۔ اور وہ تیر کمان لئے گلیوں میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے، خود رومیوں کی فتح کے بعد بھی عرصے تک میزیہ میں گتی زبان کا رواج رہا اسی طرح جس طرح الی ریکم میں الی ریک زبان بولی جاتی تھی، چنانچہ آوید لکھتا ہے کہ تومی میں رہنے والوں کے واسطے اس دیسی زبان (گتی) کا جاننا بہت ضروری تھا۔ ہمارے شاعر نے اس زبان کو سیکھ کر اسی میں ایک نظم بھی لکھی تھی اور اگر آج اس گم گشتہ زبان میں آوید کے یہ مشقیہ شعر مل جائیں تو ہم ان کے معاوضے میں آوید کی بعض لاطینی نظمیں دے دینے پر خوشی سے آمادہ ہیں۔

(۱۳) رہائن کے منبع سے ڈین یوب کے دھانے تک سارے وسیع علاقے پر تسلط کرنا سلطنت رومہ کی جنگی ضروریات میں داخل تھا۔ اور اگرچہ ہر صوبے کی فتح کرنے کی کوئی مخصوص اور وقتی غرض پیدا ہو جاتی تھی، لیکن درحقیقت یہ سب فتوحات ایک وسیع اور ہمہ گیر منصوبے کا جزو تھیں اور وہ منصوبہ یہ تھا کہ بحر شمال سے بحر افشین تک حدود سلطنت کو بالکل محفوظ و مصئون کر دیا جائے اور یا نونیہ اور رہائن کی افواج کا ایسا تعلق مسلسل رہے کہ ضرورت کے وقت دونوں مل کر کام کر سکیں، کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ رومہ کے ارباب حل و عقد کے سامنے سب سے ضروری اور دشوار مسئلہ یہی تھا کہ جرمانیہ اور وسط یورپ کی اقوام کو کس طرح قابو میں رکھا جائے؟ لیکن اس سے قبل کہ ہم ان تدابیر کو بیان کریں جو رومی حکام نے مسئلہ مذکور کو حل کرنے کے واسطے اختیار کی تھیں بہتر ہو گا کہ ہم باقی ماندہ صوبوں اور باج گزار ریاستوں کے حالات کو بیان کر کے اپنے پیش نظر مضمون کی تکمیل کر دیں۔

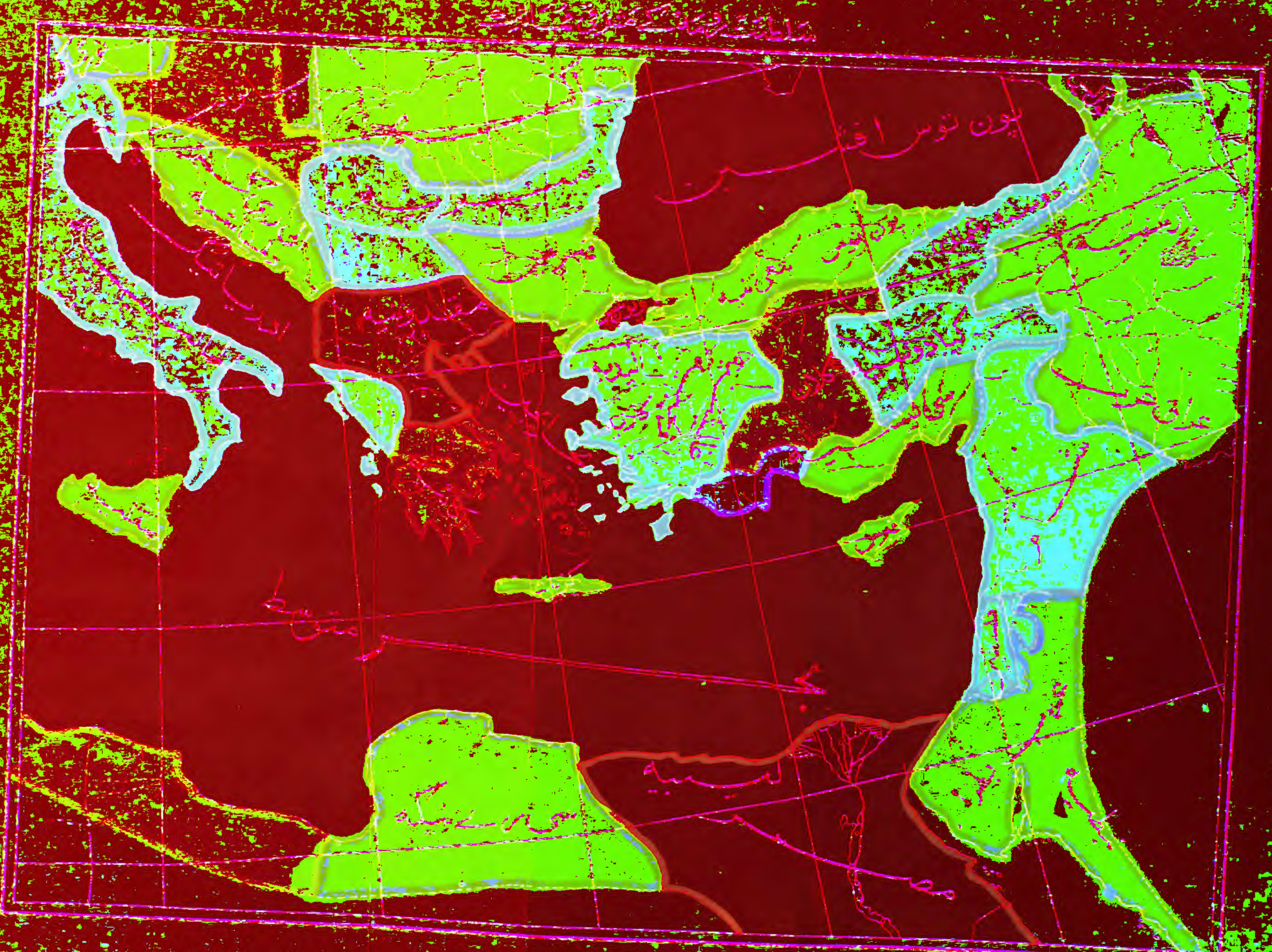
بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۵ - ذکر کیا ہے۔ (فصل سوم صفحہ ۲۴)

باب ہفتم

مشرقی صوبے اور مصر۔ (بسلسلہ باب گزشتہ)

ذیلی عنوان (۱) مشرق میں رومی حکومت کی حیثیت ؛ (۲) مقدونیہ اکائیہ اور آزاد ریاست ہائے یونان ۔ نیکوپولیس اور اکشیم کا تہوار ۔ دلفی کی مذہبی مجلس ؛ (۳) ۔ ایشیا اور بتھانیہ ۔ ان صوبوں کی ملکی مجلسیں اور اُن کے اعلیٰ عہدہ دار ؛ (۴) گلیشیہ اور پام فیلیہ ؛ (۵) ایشیائے کوچک کی باج گزار ریاستیں ۔ لیسیہ کی ریاستوں کا مجموعہ ۔ کپادوسیہ، پون توس، پافلاگونیہ، اور ارمنیہ (خورد) جزیرہ نمائے طارس کی ریاستیں، باسفورس اور کرسونی سوس ؛ (۶) جزائری صوبے قبرس ۔ کریت (سی رین) ؛ (۷) شام اور اس کے قریب کی باج گزار ریاستیں ۔ نبطیہ، ارض یہود، کوماجین، کالکیس، ابی لین، امی سہ، اپامیرا، شاہ ہرود اور اس کی یونان پرستی ؛ (۸) مصر۔

(۱) مغرب میں جن ممالک کو رومیوں نے فتح کیا وہاں وہ مفتوحہ اقوام کے معلم تھے لیکن مشرق میں خود ان کی حیثیت شاگردوں کی سی تھی۔ چنانچہ شمالی اطالیہ غالیہ، ہسپانیہ اور الی ریکم تو گویا جنگلوں کی زمین تھی جسے سب سے پہلے اہل روما نے صاف کیا اور وہاں تہذیب و تمدن کا راستہ بنایا لیکن مشرق میں جو صوبے اُن کے قبضے میں آئے وہاں اُن کی حیثیت صرف ایسے وارثوں کی تھی جن کا کام اپنے ورثے کی غور و پرداخت کرنا ہو، اور جس میں ترقی کے لئے کسی نئی چیز کو پیدا کرنے کی گنجایش نہ ہو ۔ بہ الفاظ دیگر یہاں رومیوں کا کام صرف یہ تھا کہ سکندر اعظم اور اس کے جانشینوں نے جس نظام کا آغاز کیا تھا، اسے جاری رکھیں۔ اور اہل روما اسی کو قابل فخر سمجھتے تھے کہ انہیں یہ منصب ملا ۔ چنانچہ انہوں نے یہی نہیں کیا کہ جو چیز یونانی تھی اسے بجنسہ یونانی رہنے دیا بلکہ خود انہوں نے اپنے مشرقی


پونتوس اوقسینس

صوبوں میں جہاں کہیں یونانی تمدّن کا اثر نہ پہنچا تھا اسی تمدّن کو پھیلانے کی کوشش کی ان کی اس عام حکمت عملی سے کوئی جگہ مستثنیٰ رہی تو وہ صقالیہ تھی اور اصلی سبب اس جزیرہ کا محلّ وقوع تھا؛

رومی سلطنت کے ان مشرقی علاقوں کی قدرتی تقسیم چار حصوں میں ہو جاتی ہے (۱) مقدونیہ اور یونان (۲) ایشیائے کوچک جس کے سلسلہ میں ہم جزیرہ نمائے طارسس کو بھی شامل کر سکتے ہیں (۳) شام اور اس کے قریب کی باج گزار ریاستیں۔ اور (۴) مصر جو جغرافی اعتبار سے بھی سب سے الگ تھا اور اس لحاظ سے بھی کہ وہ صحیح معنوں میں رومی صوبے یا باج گزار ریاست کی تعریف میں شامل نہیں ہو سکتا؛

فصل اول مقدونیہ، اکائیہ، اور یونان کی آزاد ریاستیں

(۲) جمہوریت کے زمانے میں یونان اور مقدونیہ کے رومی علاقے ایک بڑے صوبے (مقدونیہ) میں داخل تھے۔ بادشاہی عہد سے اس میں تبدیلی ہوئی اور اغسطس نے انھیں مقدونیہ اور اکائیہ کے نام سے دو چھوٹے صوبوں میں تقسیم کر دیا اور ان دونوں صوبوں کی نگرانی مجلس اعیان کے ہاتھ میں دے دی۔ لیکن یہ تقسیم مقدونیہ اور یونان کی قدرتی حدود پر مبنی نہ تھی چنانچہ اکائیہ میں یونان (یا قدیم ہلاس) کا پورا ملک شامل نہ تھا اور مقدونیہ کا صوبہ اصلی "مقدونیہ" سے زیادہ بڑا ہو گیا تھا۔ کیونکہ تھسالیہ، اطولیہ، اکرنانیہ اور اپی روس[1] شمالی صوبہ (مقدونیہ) کے تفویض کر دئے گئے تھے اور کوہ اویعیس کی بجائے کوہ اینا کو یونان و مقدونیہ کی حد فاصل قرار دیا گیا تھا۔

[1] اگر بادشاہی کے اس ابتدائی عہد میں اپی روس کی ملکی حیثیت کا ٹھیک ٹھیک تعین کرنا دشوار رہے۔ قرینہ کہتا ہے کہ اس کا بڑا حصہ مقدونیہ میں لے لیا گیا تھا لیکن تاسی توس سنہ

بہر حال مقدونیہ کا وسیع صوبہ عہد شاہی میں منقسم ہو کر پہلے سے بہت چھوٹا رہ گیا اور شمال و مشرق میں رومیوں کی تازہ فتوحات نے اس کی جنگی وقعت بھی کم کر دی کیونکہ اب وہ سرحد کا صوبہ نہیں رہا۔ تمدن کے اعتبار سے بھی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ گو مقدونیہ کے دونوں ساحل کے قدیم شہروں پر یونانی تمدن کو فروغ رہا۔ لیکن یہ اثر اندرونی کوہستانی علاقوں تک کبھی نہیں پہنچا اور اپولونیہ اور ویراکیم کے آگے مشرق کی طرف یا تھسالونیکہ اور کالسی ڈیس کے اوپر شمال میں یونانی بستیوں کی تعداد اس قدر نہ بڑھنے پائی کہ وہ یونانی تہذیب کا مرکز بن جاتیں۔ اغسطس نے ویراکیم، اپی دامنوس اور اڈریاٹک پر شہر بیلیس میں، تھریس کے شہر فلپی، خلیج تھرمہ کے شہر دیوم اور کسانڈریہ میں (جو خلیج پگاسی پر واقع تھا) بہت سے رومیوں کو لا لا کے آباد کیا اور یہ سب قدیم یونانی شہر تھے۔ لیکن اس کا مقصود صرف یہ تھا کہ قدیم رومی سپاہیوں کے واسطے بسنے کی جگہ نکل آئے نہ یہ کہ ان شہروں کو رومہ کے رنگ میں رنگ دیا جائے۔ چنانچہ وہاں کے شہروں کے قدیم مقدونی آئین اور حکام بحال رہے اور ان کی ایک مشترکہ مجلس قائم ہو گئی۔ صوبہ (مقدونیہ) کا صدر مقام تھسالونیکہ کو قرار دیا گیا اور صرف یہی بات ایسی تھی جس سے مقدونیہ میں یونانی اثرات کا غلبہ ظاہر ہوتا تھا۔

تھسالیہ اگرچہ مقدونیہ کے پروقنصل کے تحت میں تھا لیکن اس کی حیثیت ان اضلاع سے جداگانہ تھی جو کوہ اولیمپس کے شمال میں واقع تھے۔ یعنی یہ ایک خالص یونانی ضلع تھا اور اس کی بستیوں کی ایک مجلس مقدونیہ سے بالکل علیحدہ بنائی گئی تھی۔ اس مجلس کا اجلاس شہر لاریسا میں ہوتا تھا جس کے میدان زرخیزی میں ضرب المثل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۸۔ (وقائع، باب دوم صفحہ ۵۳ پر) اپی روس کے مشہور شہر نیکوپولیس کو اکائیہ کے شہروں میں شمار کیا ہے اگرچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ نیکوپولیس کا معاملہ ممتاز اور دوسرے شہروں سے بالکل مختلف تھا۔

تھے۔ یوں بھی جولیس سیزر نے تمام تھسالیہ والوں کو آزاد حکومت خود اختیاری کا حق دے دیا تھا۔ لیکن آخر میں ان کی کسی حرکت سے ناخوش ہو کر اغسطس نے یہ حق چھین لیا اور شہر فرسالوس کے سوا باقی سب تھسالوی آبادیاں حلیفوں کی بجائے رومہ کی حقیر رعیت بنادی گئیں۔

یونان کے قدیم اور قابل تعظیم شہروں کے ساتھ رومہ کی حکومت (خواہ جمہوری ہو خواہ بادشاہی) ہمیشہ ایسے لطف و رعایت کا برتاؤ کرتی رہی جو اور کسی مفتوح ملک کے ساتھ اس نے اختیار نہیں کیا۔ دوشیزۂ یونان، ”اثینہ“ یا ”صابر لکیڈی مون“ یا کاہنہ دلفی کے شہروں کا جو احترام اہل رومہ کے دل میں جاگزین تھا اس کا ثبوت صرف ان کی کتابیں ہی نہیں بلکہ وہ طرز حکومت بھی جو انھوں نے یونان میں اختیار کیا چنانچہ رومی فتح کے بعد بھی اتھینز کے بعض علاقے اسی شہر کے قبضے میں رہے اس کی آزادی پر کوئی بندش عائد نہ کی گئی اور اس لئے وہاں کے لوگ اب تک اپنے شہر کو ایک حکمران ریاست تصوّر کر سکتے تھے۔

اس طرح سیاسی طور پر یونان کے دو حصّے ہو گئے تھے۔ ایک تو وہ علاقہ جو براہ راست رومہ کا ماتحت تھا اور دوسرے متحدہ ریاستیں۔ (ا) ان ریاستوں میں سب سے پہلے اتھینز کا درجہ تھا جس کے تحت میں ایتکہ اور بعض اور اضلاع بھی بدستور باقی تھے۔ ان میں بیوشیہ کا شہر ہالیارتوس اور اس کا ضلع تو یونان خاص میں اتھینز کے پاس تھا لیکن دور قدیم کی مثل اس کے اصلی مقبوضات سمندر کے جزیرے تھے۔ چنانچہ مجموعہ جزائر سیکلاڈیس میں کیوس اور دلوس، شمالی ایجین میں لمنوس، امروسی اور اسکی روسی اس کے ماتحت تھے۔ سلامیس کا جزیرہ بھی ایک دولتمند شخص کی فیاضی کی بدولت، اغسطس کے عہد میں دوبارہ اتھینز کی ملکیت میں آگیا تھا۔ اس شخص کا نام جولیئس نکا نور تھا اور شکر گزار شہر والے اسے ”تھمیس طاکلیس ثانی“ کہنے لگے تھے۔ ان سب رعایتوں کے باوجود، اور عجب نہیں کہ انہی رعایتوں کے باعث اہل اتھینز رومی حکومت کو اکثر دق کرتے رہتے تھے اور ان کے ایک مفسدے کا ذکر خود اغسطس کے زمانہ میں ہمیں ملتا ہے۔ (۲) اتھینز کے بعد شمالی یونان کے سات شہروں کا درجہ تھا۔ تھسپی، تناگرا، اور پلاتیہ جو بیوشیہ کے مشہور

شہر تھے۔ اسی طرح فوکیس میں دلفی، الایتہ، اور ابی، اور لوکریس میں امفی ساہ۔
پلوپونسوس کے علاقے میں اسپارٹہ کا شمالی لکونیہ پر قبضہ بحال رکھا تھا اور باقی
جنوبی حصّے کے باشندوں کی آٹھ "آزاد لکونی" بستیاں بنا دی گئی تھیں۔ اسی طرح
اکائیہ میں دیمہ آزاد شہر تھا اور اگرچہ یقینی طور پر ثابت نہیں مگر قرینہ غالب یہ ہے
کہ الیس اور اولیمپیہ کے شہر بھی آزاد مان لئے گئے تھے۔ اور ان آزاد ریاستوں
کے معاملات میں رومی حکومت حتی الامکان کوئی مداخلت نہ کرتی تھی۔ ایتھنز کو تو اپنا
علیحدہ سکّہ ضرب کرنے کا بھی حق دیا گیا اور وہاں کے سکّوں پر کبھی "سیزر" کی تصویر
کندہ نہیں ہوئی۔ ان تمام رعایتوں کے باوجود یہ ریاستیں اس بات کو بخوبی جانتی تھیں
کہ رومی حکومت جب چاہے ان کے حقوق سلب کر سکتی ہے جیسا کہ تھسالیہ کے
معاملہ میں ہوا اور یہی مثال دوسروں کو بھی سبق دینے کے لئے کافی تھی۔
پاتری اور کورنتھ میں رومی نوآبادیاں بنائی گئی تھیں اور اس لئے انکی
حیثیت کسی قدر جداگانہ تھی۔ قرطاجنہ کی طرح کورنتھ کی دوبارہ رونق و سرسبزی کا باعث
بھی جولیس سیزر کی کوششیں تھیں اور اسی کے نام پر یہ شہر کولونیہ جولیہ کے عرف سے
معروف ہوا اور اپنے عمدہ محل وقوع کی بدولت بہت جلد پہلی سی رونق و شہرت
پا گیا تھا۔ اکائیہ کے علاقے میں شہر پاتری کی بنیاد اغسطس نے رکھی تھی اور یہاں
بہت سے اطالیہ کے کہن سال سپاہی آباد کر دیے تھے۔ ساحل مقابل پر لوکریس
کی بندرگاہ نوپاکتوس بھی اہل پاتری کے حوالے کر دی گئی تھی۔

(۲) مذکورۂ بالا ریاستوں اور نیز بعض غیر آباد مغربی اضلاع جیسے اطولیہ،
اکرنانیہ اور اپی روس کو چھوڑ کر، یونان کا باقی علاقہ براہِ راست اہل روما کے
زیر نگیں اور صوبۂ اکائیہ میں داخل تھا۔ اور اس کا رومی صوبہ دار کورنتھ میں رہتا تھا۔
یہاں کے محکوم شہروں میں بھی اغسطس قومی اتحاد کا احساس پیدا کرنے کا خواہاں
تھا۔ اس لئے قدیم اکائیہ کی انجمن کو وسیع کر کے اس میں بیوشیہ، یوبیہ، لوکریس
فوسیہ اور دوریس کے قصبات کو بھی شریک کر لیا تھا گویا اپنے پورے رومی صوبے
کی مشترکہ انجمن بنا دی تھی اور یہی بعد میں بڑھکر تمام "اقوام یونانی" کی مشترکہ انجمن

ہونے کا ادّعا کرنے لگی تھی۔ اس انجمن کے جلسے شہر ارگوس میں ہوتے تھے اور یہ گویا اسے آزادی سے محروم رکھنے کی اشک شوئی تھی،

مگر ابھی یونان کی ایک ممتاز ریاست کا ذکر کرنا باقی ہے۔ یہ "نیکوپولیس" (یعنی "فتح کا شہر") تھا جسے اغسطس نے اکشیم کی یادگار میں وہاں تعمیر کیا جہاں تلوار نے رومی سلطنت کی کامل اور واحد سیادت کا اس کے حق میں فیصلہ کیا تھا۔ یہ نیا شہر خلیج امبراسیہ کے دہانے پر بالائی کنارے کے ٹھیک اس قطعۂ زمین میں بسایا گیا تھا جہاں اغسطس کی اصلی فوج خیمہ زن ہوئی تھی اسے رومی نوآبادی نہیں بنایا گیا بلکہ تھسالونیکہ کی طرح اسے خالص یونانی رکھنا مقصود تھا اور اس میں گرد و نواح کی بستیوں کے باشندے لاکر آباد کر دیے گئے تھے۔ ایتھنز و اسپارٹہ کی شکل نیکوپولیس بھی آزاد و خودمختار ریاست تھا اور اطولیہ کا ایک حصہ نیز اپی روس جزیرہ لیوکاس اور اکرنانیہ کے علاقے اس میں شامل کر دیے گئے تھے۔ خلیج کے دوسری طرف کی راس پر اپالو دیوتا کا ایک نیا مندر خاص اکشیم کے میدان میں بنایا گیا تھا اور اولیمپیہ کے نمونے پر یہاں بھی اسی دیوتا کے نام پر ہر پانچویں سال میلہ ہوتا تھا جسے "اکشیہ" ورنہ عرفی طور پر بھی "اولیمپیہ کا میلا" کہتے تھے۔ ہر چار سال کا دورہ (اولیمپی سمت کی طرح) "اکشیاد" کہلاتا تھا۔

سیاسی اعتبار سے نیکوپولیس اور اس کے ماتحت علاقے نہ رومیوں کے صوبہ مقدونیہ میں داخل تھے نہ اکائیہ میں۔ لیکن تعلقات کے لحاظ سے اس جدید ریاست کا واسطہ زیادہ تر جنوب کے صوبۂ اکائیہ سے تھا نہ کہ مقدونیہ سے۔ کیونکہ رومیوں کے زمانے میں یورپ کے یونانیوں کا سب سے قومی رشتۂ اتحاد "دلفی کی مذہبی مجلس" تھی اور اس مجلس میں اغسطس نے نیکوپولیس کو نہایت معزز مرتبہ دلوا دیا تھا۔ اصل میں اسی بادشاہ نے مقدونیہ اور نیکوپولیس کی جدید ریاست کو دلفی کی مذہبی مجلس کے دائرۂ اثر میں داخل کیا تھا اور اسی نے اپنے نئے شہر کو تعداد میں اسی قدر رایوں کا حق دلوایا جس قدر کہ تمام صوبۂ مقدونیہ کو دی گئی تھیں[1]۔ اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ مجلس خالص

[1] اس مذہبی مجلس میں کل ۳۰ رائیں تھیں اور ان میں ۶ نیکوپولیس کے حصّے میں آئی تھیں۔

مذہبی فرائض انجام دیتی تھی۔ مذہبی تہواروں کا انتظام اور دلفی کے مندر کی کثیر آمدنی اسی مجلس کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ بایں ہمہ سیاسی اعتبار سے اس مجلس کا اتنا فائدہ ضرور ہوتا تھا جتنا کہ غالیہ کے تین صوبوں کے معاملے میں وہاں کی اس مذہبی مجلس کا تھا جو اغسطس کے مندر پر (لیونز میں) قربانیاں چڑھانے جمع ہوتی تھی۔ یعنی یہ کہ اس مجلس سے ایک مشترکہ قومیت اور باہمی اتحاد کا احساس تازہ ہوتا تھا۔

فصل دوم۔ ایشیائے کوچک۔ ریاست ہائے افشین اور جزائر

(۳) ایشیا اور بتھی نیہ۔ وطن اصلی کے یونانیوں سے گزر کر ہم "ایشیائے خورد" کے یونانیوں تک پہنچتے ہیں۔ اس علاقے کے لینے میں رومیوں کو کوئی ایسی لڑائی اور کشمکش کرنی نہیں پڑی جیسی کہ سکندر اعظم کے دوسرے قدیم صوبوں میں پیش آئی تھی بلکہ "ایشیا" اور "بتھی نیہ" کے صوبے تو گویا خود ٹوٹ کر ان کی گود میں آپڑے تھے۔ مقدم الذکر صوبہ اصل میں شاہان اطالوسیہ (Attalids) کی میراث تھا اور اسے اطالوس ثالث نے مرتے وقت از خود اہل روما کے نام ہبہ کر دیا تھا۔ اور اسی طرح بتھی نیہ وہاں کے بادشاہ نکومیدیس کے وصیت نامے کی رُو سے رومیوں کو بطور ترکہ مل گیا تھا۔ یہ دونوں صوبے مجلس اعیان کی تحویل میں تھے اور وہی ان میں پر و قنصل مقرر کرتی تھی۔ "ایشیا" کی حدود بحر مارمورہ (مرمرہ) سے لیسیہ تک پھیلی تھیں اور مشرق میں فریجیہ نیز مغرب میں ساحل کے متصل جزائر بھی اسی میں شامل تھے۔ بتھی نیہ کی قدیم ریاست کی حدود کو خود رومیوں نے وسعت دی تھی اور جب پومپی نے میتھرا داتیس کی سلطنت کا تختہ اُلٹا اور پونتوس فتح ہوا تو اسے بھی بتھی نیہ کا مشرقی حصہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۲۔ اتھنز کی ایک رائے تھی۔ دلفی کی دو اور پلوپونسوس کی صرف ایک جس سے کورنتھ، امگارا، سیکیون، اور ارگوس باری باری فائدہ اٹھاتے تھے۔

بنا دیا گیا تھا۔ ادھر یورپ میں باسفورس کے پار تک کے اضلاع بتھی نیہ میں لے لئے گئے تھے کہ باقی زنطہ اسی صوبے میں آجائے۔

شاہان اطالوسیہ کے ملک میں رومیوں کو یونانی تمدن پھیلانے کی گنجائش باقی نہ تھی اس کے اندرونی علاقوں میں پہلے ہی بہت سے یونانی شہر بسے ہوئے موجود تھے اور وہاں حضریت کی ترویج و ترقی کے لئے ملک کے نئے وارثوں کی طرف سے کوئی سعی وکوشش درکار نہ تھی۔ انھوں نے پاریوم اور الکزاندریہ میں جو رومی نوآبادیاں بسائیں اُن کا مقصود بھی صرف اپنے برطرف شدہ سپاہیوں کی دستگیری کرنا تھا لیکن نکومیدس کی ریاست کی حالت جداگانہ تھی۔ بتھی نیہ ایشیا کے برابر ترقی یافتہ نہ تھا اور وہاں یونانی تہذیب اس قدر عام اور دلوں میں جاگزیں نہ ہوئی تھی لہذا یہاں رومیوں کے آنے اور یونانی تمدن پھیلانے کی خدمت کو انجام دینے کی گنجایش تھی اور انھوں نے خوشی سے یہ کام اپنے ذمے لیا۔

صوبے میں سب سے پسماندہ پونتوس کا علاقہ تھا اور یہاں یونانی تہذیب کے ایسے مرکز بھی نہ تھے جیسے پروسا اور نیکیا جو بتھی نیہ خاص کے شہر تھے۔ بہ الفاظ دیگر پونتوس میں یونانی تمدن کا عملاً آغاز ہی جمہوریت رومہ کے عہد میں ہوا۔ اگرچہ وہاں کے دو سب سے بڑے ساحلی شہروں میں سے ایک یعنی اسنوف میں رومی نوآبادی پہلے ہی بسادی گئی تھی اور دوسرے شہر، ترا پزوس (طرابزدن) کو بحرافشین کے بیڑے کا مستقر بنا دیا گیا تھا۔

سلطنت کے دوسرے حصوں کی طرح اغسطس نے ایشیائے کوچک میں بھی صوبوں کی مجلسیں بنائیں اِن کے مرکزی مقامات میں مختلف شہروں کے نائب جمع ہوتے اور رومی صوبہ دار کو اپنی ضروریات سے آگاہ کر سکتے تھے۔ لیکن یہاں اس آئین میں بادشاہ کی پرستش کا عنصر بھی شامل تھا جس سے اس کی ایک اور ہی صورت نکل آئی۔ ۲۹ سنہ ق م میں جب کہ اغسطس ہنوز "سیزر" ہی کہلاتا تھا صوبۂ ایشیا اور بتھی نیہ کی مجلسوں کو اس نے اجازت دے دی کہ وہ اپنے صدر مقام، پرگامم اور نیکومدیا میں اس کے مندر بنا کے پرستش کریں۔ اور پھر یہ رسم کہ بادشاہ کی اس کی زندگی میں پرستش کیجائے تمام صوبوں میں پھیل گئی، بجز اطالیہ اور شہر رومہ کے، جہاں

اُسے یہ درجۂ معبودیت صرف مرنے کے بعد دیا جاتا تھا' اس رسم کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہ کی پرستش کرانے کے واسطے خاص خاص پروہت مقرر کئے جائیں اور ان پروہتوں نے ایشیائی صوبوں میں نہایت اقتدار حاصل کر لیا۔ اور وہاں سال ہی ان کے نام سے موسوم ہونے لگا۔ چنانچہ اگر یورپ کے یونانیوں میں ابھی تک وہی قدیم تہوار منائے جاتے تھے جو اولیمپیہ' نیمیہ' پیتھیہ اور خاکنائے کے تہوار کہلاتے تھے اور انہی میں ایلو دیوتا کے نام پر اکتشیم کے تہوار کا اضافہ ہو گیا تھا' تو ایشیا میں اس قسم کے عام تہوار بادشاہ پرستی کے نئے "دنیتھ" سے متعلق ہو گئے۔ مجلس کا میر مجلس جو صوبۂ ایشیا میں "ایشیارک" اور بتھی نیہ میں "بتھی نیارک" کے لقب سے ملقب ہوتا' ان تہواروں کا انصرام کرتا اور ان کے مصارف بھی اسی کے ذمے ہوتے تھے۔ جس کے معنی یہ تھے کہ سوائے دولتمند لوگوں کے کوئی شخص اس عہدے پر مامور نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن "پانچسو شہر کے صوبے" (ایشیا) میں دولتمندوں کی کچھ کمی نہ تھی اور اگرچہ متھرادائیس کی جنگ نیز غارت گروں کی دست درازی سے اس صوبے کو بہت نقصان پہنچے تھے اور اغسطس کو وہاں کی مالی حالت درست کرنے کی غرض سے سرکاری باقیات کو معاف کرنے کی تدبیر پر عمل کرنا پڑا تھا لیکن کچھ عرصے بعد ایشیا میں دوبارہ سرسبزی اور فلاح کے آثار نمایاں ہوئے اور رومی بادشاہی کے زمانے میں وہاں کے بارونق شہروں میں امن و آسودگی کا دَور دورہ رہا۔[1]

(۴) غالیشیہ اور پامفی لیہ۔ ۲۵؁ ق م تک جب کہ رومی صوبے مجلس اعیان اور بادشاہ میں تقسیم ہوئے' ایشیائے کوچک کا صرف ایک جزو براہ راست رومیوں کے تصرف میں آیا تھا اور بتھی نیہ اور ایشیا کے علاوہ وہاں ایک تیسرا صوبہ یعنی لیسیہ بھی رومی صوبہ دار کے ماتحت تھا۔ لیکن ان تین صوبوں کے سوا باقی علاقہ باج گزار ریاستوں میں بٹا ہوا تھا اور ان کا رومہ کے ساتھ اس قسم کا تعلق تھا جیسا کہ مغرب میں

[1] سرکاری باقیات کی معافی سے صرف ایک ریاست روڈس نے فائدہ نہیں اُٹھایا' ایشیا کے شہروں کی آیندہ خوش حالی کے متعلق دیکھو ہوریس۔ رقعات فصل دوم صفحہ ۲ ؁

موریتانیہ کا۔ ان ریاستوں میں سب سے بڑی غالیشیہ کی ریاست تھی جس پر ان دنوں امین تاس حکومت کرتا تھا۔ اور جس طرح غالیہ کے قلطی پرگنوں میں یونانیوں کی چھوٹی سی ریاست ماسلیہ اپنے بعید وطن کا مرقع پیش کرتی تھی، اسی طرح یونانی ریاستوں میں گھرے ہونے کے باوجود قلطی تہذیب کا یہ نمونہ، یعنی غالیشیہ، ایشیائے کوچک میں باقی رہ گیا تھا اور عرصے تک یونانی تمدن کا مقابلہ کرتا رہا۔ غالیہ (موجودہ فرانس) کو بھی یونانی لوگ ("غالیشیہ") کے نام سے یاد کرتے تھے اور واقعی اگر وہاں کی سیاحت کرنے والا اس مشرقی غالیشیہ میں آتا تو وہ پیسی نوس اور انکائرہ (=انگورہ) کے بازاروں میں وہی زبان سنتا جس سے لگودونم کی گلیوں میں اس کے کان آشنا ہوئے تھے۔ جس طرح شہروں کے نام اس قدیم غالوی علاقے میں دہرے یعنی مقام اور قبیلے کے ناموں کا مجموعہ ہوتے تھے، اسی طرح غالیہ کے نئے صوبے میں رواج تھا۔ مثلاً انکائرہ کا غالوی نام "ایکتوساگس" تھا۔ پیسی نوس کا "تولیس توبوگیائی" بالکل اسی طرح غالیہ میں سان تونیس کو "مدیولانم" یا لوتتیہ کو "پاری سیای" کہتے تھے باایں ہمہ ایشیا میں بھی قلطی نسل زیادہ عرصے تک خالص نہ رہ سکی اور اس میں یونانی خون کی اتنی آمیزش ہوگئی کہ یہ لوگ "غالویونانی" کے مرکب نام سے موسوم ہونے لگے جس طرح غالیہ والے آخر میں "غالورومانی" کہلانے لگے تھے، القصہ، غالیشیہ کے بادشاہ اس زمانے میں حوصلہ مند، ملک گیری کے شائق اور متیھرادا تیس کے حریف تھے۔ متیھرادا تیس کے ساتھ رومیوں کی جو لڑائیاں ہوئیں ان میں غالیشیہ والے آخر تک رومہ کے وفادار رہے۔ ان دنوں وہاں شاہ دیوتاروس حکومت کرتا تھا اور ۲۰ھ قم میں جب اس نے وفات پائی تو انتونی کی نظر عنایت کی بدولت دیوتاروس کا ایک سردار امین تاس ۳۶ سنہ ق م میں اس ریاست کا حاکم ہوگیا اور اسے انتونی نے پی سی دیہ کو فتح کرنے کا کام تفویض کیا، امین تاس کی حکومت غالیشیہ کے جنوب میں پی سی دیہ، لی کونیہ، ای سوریہ اور مغربی سی لیسیہ کے ان کوہستانی علاقوں تک وسیع ہوگئی جہاں ہمیشہ سے تمدن کا قدم پہنچنا دشوار تھا۔ امین تاس کے اقتدار میں اس کے مربی (انتونی) کی ہزیمت سے کوئی خلل نہ آیا اور سیزر نے بھی اسے اپنی حکومت پر بحال رہنے دیا۔ لیکن ۲۵ سنہ ق م میں جب امین تاس نے وفات پائی تو "غالیشیہ"

رومی صوبہ بنالیا گیا اور جس طرح ۲۷ء ق م کے بعد جس قدر نئے صوبے بنے وہ سب شاہی نگرانی میں دیدیئے گئے تھے اسی طرح یہاں بھی شاہی صوبہ دار مقرر کردیا گیا۔

ابن تاس کی زندگی میں پامفیلیہ کا ملک اس کی ریاست کا جزو تھا لیکن اب اسے جدا کرکے ایک مستقل صوبہ قرار دیا گیا البتہ پی سی دیہ اور لی کونیہ اسی طرح غالیشیہ میں شامل رہے۔ یہاں کے کوہستانی علاقوں میں اس طرف کے قدیم یونانی بادشاہوں نے مدنیت کو بہت کم ترقی دی تھی اور یہاں نئے شہر آباد کرنے کی بڑی گنجائش تھی۔ بے شبہ شمالی پی سی دیہ میں ان تیوک، (انطاکیہ) سلیوکیہ اور اپولونیہ اور لکونیہ کے علاقے میں اکونیم اور لودی سیہ (کاتالکوین) کے شہر نظرانداز نہیں کئے جاسکتے لیکن ان سے مدنیت کا صرف آغاز ہوا تھا۔ اغسطس نے لکونیہ میں لیسترا اور پارلیس کی اور پی سی دیہ میں کرمنا کی رومی نوآبادیاں بسائیں اور اس کے جانشینوں نے اس کام کو آئندہ برابر جاری رکھا چنانچہ آج بھی تالابوں اور تماشا گاہوں کے بہت سے کھنڈر رومی بادشاہی کے ابتدائی دور میں ان علاقوں کی خوشحالی کی یاد دلاتے ہیں۔ ان سب کوششوں کے باوجود بہتر سے بہتر زمانے میں بھی کوہستان توروس اسی طرح بدوی کوہستانیوں کا مسکن رہا جو کمزور حکومت کے زمانے میں ہمیشہ اپنا قومی پیشہ یعنی غارت گری کرنے کے واسطے تیار رہتے تھے۔

(۵) ایشیائے کوچک اور ساحل انشین کی باج گزار ریاستیں۔ ایشیائے کوچک کا باقی ماندہ علاقہ اغسطس کی زندگی تک رومی صوبوں میں داخل نہ ہوا تھا اور اس کے عہد حکومت میں ریاست ہائے لیسیہ کی مقامی آزادی برقرار تھی۔ یہ ریاستیں پہلے روڈس کے زیر نگیں تھیں لیکن تیسری جنگ مقدونیہ کے بعد آزاد ہوگئیں۔ کاپادوسیہ میں ان دنوں شاہ ارکلوس حکومت کرتا تھا پولمون کے زیر حکومت کولکیس کی سرزمین اور شہر سراسوس و تراپزوس کے درمیان کا علاقہ تھا۔ سی لیسیہ میں تین علیحدہ علیحدہ ریاستیں تھیں۔ پافلاگونیہ میں شاہ دیوتاروس کی اولاد بعض چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی وارث تھی جن کا ۶ء ق م میں خاتمہ ہوا اور وہ سب غالیشیہ کے صوبے میں ضم ہوگئیں۔ اس صوبے کے مشرق اور کاپادوسیہ کے شمال میں ارمینیہ

خورد کی ریاست تھی جس کا حال اگلے باب میں ارمینہ **کلاں** کے ساتھ بیان ہوگا جو کبھی رومیوں کے ماتحت ہو جاتی تھی اور کبھی شاہان پارتھیہ کے۔

ایک، بلکہ کہنا چاہیئے کہ دو ریاستوں کا ذکر کرنا ابھی باقی ہے جو بہت مدت تک رومہ کی باج گزار رہیں اور صوبوں میں داخل نہ کی گئی تھیں۔ یہ کوہ توروس جزیرہ نما کے دو ساحلی شہر بوس فوروس اور کرسونسوس یا ہراکلیہ تھے جن میں سے پہلے کا بادشاہ ساحل مقابل کے اضلاع فناگوریہ اور ساحلی شہر تھیودوسیہ پر بھی حکومت کرتا تھا اور کرسونسوس میں جمہوری حکومت قائم تھی۔ میتھرادائیس نے ان دونوں کو فتح کر کے بوسفوروس کے علاقہ میں شامل کر دیا تھا لیکن جب اس کا تختہ اُلٹا تو کچھ عرصے کی جدوجہد کے بعد بوس فوروس، اسان دروس کے قبضے میں آگیا جو اپنی وفات (غالباً سنہ ۱۶ ق م) کے وقت اسے اپنی بیوی دینامیس کے حوالے کر گیا۔ اسی بیوہ کے ساتھ پولمون نے شادی کی اور اسی حق نیز اغسطس کی اجازت سے ریاست پر قابض ہو گیا جو اس کے بعد اس کی اولاد کے ورثے میں آئی۔ لیکن اس وقت کرسونسوس کی جمہوری ریاست دوبارہ علیحدہ ہو کر آزاد ہو گئی اگرچہ وہ ضرورت کے وقت بوسفوروس کے رئیس کو اپنا حامی و مددگار بنا لیا کرتی تھی۔ اسیتھیہ کی بعید سرحدوں پر یہی وہ شہر تھے جن کا بیرونی تجارت میں نمایاں حصہ تھا۔ باقی بحر افشین کے شمالی ساحل پر جو یونانی شہر آباد تھے جیسے تیراس (جو اپنے ہمنام دریا کے دہانے پر واقع تھا) یا اولبیہ (جو ہی پانیس کے دہانے کے قریب تھا) اگرچہ کبھی کبھی رومیوں سے امداد و دستگیری چاہتے تھے، لیکن مستقل طور پر کبھی سلطنت رومہ میں شامل نہیں ہوے اور اُس بعد اور تنہائی کی حالت میں وحشی اقوام کے درمیان جس طرح بھی ممکن ہوتا تھا، نباہتے اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھتے تھے۔

(۶) قبرس ۔ کریت اور سی رین۔

جس طرح بحر متوسط کے مغربی حصے میں سارڈینیہ اور صقالیہ دو بڑے جزیرے تھے اسی طرح اس سمندر کے مشرقی حصے میں کریت اور قبرس واقع تھے۔ ان میں کریت بجائے خود ایک صوبہ نہ تھا بلکہ اس کے رومی فاتح متی لوکس نے اس جزیرے

کے ساتھ سی رین (موجودہ طرابلس) کے اضلاع کو بھی ملا دیا تھا اور "کریت وسی رین" کا متحدہ صوبہ مجلس اعیان کے تفویض کر دیا گیا تھا۔ سی رین کی سرزمین اپنی خوشگوار روح بخش ہوا کے واسطے تو مشہور تھی ہی لیکن اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جب تک وہ رومی سلطنت کا صوبہ رہی اس وقت تک وہاں کوئی قابل ذکر سیاسی فساد یا ملکی شورش نہیں ہوئی۔ واضح رہے کہ یہ علاقہ بھی ایشیا اور بتھی نیہ کی طرح جمہوریہ روما کو ۹۶ سنہ ق م میں بطلیموس اپیون کی وصیت کی بموجب جو یہاں کا آخری مقدونی بادشاہ تھا، مفت مل گیا تھا، کریت کے ساتھ کا دوسرا جزیرہ قبرس پہلے "شاہی صوبہ" تھا لیکن ۲۲ سنہ ق م میں اغسطس نے غالیہ کے ناربونن سیس کے ساتھ اسے بھی مجلس اعیان کے حوالے کر دیا۔ اس جزیرے کی ابتدائی تاریخ کا نمایاں واقعہ فنیقی اور یونانی قوموں کی اسی قسم کی جد وجہد تھی جیسی کہ صقالیہ میں ان دونوں قوموں کی ہوتی رہی۔ بعد میں جب اس پر رومیوں کا قبضہ ہوا تو امید تھی کہ اس کے امن و اطمینان میں کوئی شئے رخنہ انداز نہ ہوگی لیکن یہودیوں کی کثیر آبادی کی وجہ سے جو قبرس میں آباد تھے یہ امید پوری نہ ہو سکی کیونکہ یہ لوگ بعض اوقات بغاوت و سرکشی کر بیٹھتے تھے اور کبھی کبھی سیرین جیسے پرامن صوبے کے سکون و اطمینان میں بھی اسی قوم کے لوگ اپنی شورش سے خلل ڈالدیتے تھے۔ برخلاف قبرس کے جزیرہ کریت کا اس وقت تک جب تک کہ بحر متوسط خالص رومی سمندر رہا، تاریخ میں کہیں نام نہیں آتا حالانکہ رومیوں کے قبضے سے پہلے یہ جزیرہ بحری قزاقوں کا مسکن تھا۔

فصل سوم۔ ملک شام اور اس کے قریب کی باج گزار ریاستیں

(۷) جس طرح مغرب میں غالیہ کی خاص اہمیت تھی اسی طرح مشرق میں شاہی صوبوں میں شام خصوصیت رکھتا تھا۔ اور یہاں کے جیش سالار کے ماتحت چار جیش یعنی اسی قدر فوج تھی جس قدر کہ رھاین پر رہتی تھی کیونکہ اہل پارتھیہ سے

فرات کی سرحد کو محفوظ رکھنے کا کام شام کے اسی جنگی سردار کے سپرد تھا۔ دوسرے سرحد کی حفاظت کے علاوہ شامی افواج کو ان قزاقوں کی روک تھام بھی کرنی پڑتی تھی جو یہاں کی پہاڑیوں میں کثرت سے آباد تھے اور جب موقع ملتا شہر و قصبات کو لوٹ لیتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ شام کے رومی جیش رھائن کی فوج کی طرح سرحد پر فوجی چھاؤنیوں میں نہیں رہتے تھے بلکہ شہروں میں متعین کر دیے گئے تھے اور شہروں میں رہنے ہی کا نتیجہ تھا کہ شام کی رومی فوجوں میں بے قاعدگی اور پست ہمتی پیدا ہو جاتی تھی۔ بہرحال کوہستانی قزاقوں کے باوجود شام نہایت سرسبز و خوش حال صوبہ تھا اور اسے یونانی رنگ میں رنگنے یا آباد کرنے کا کام بھی سیلیوکوسی بادشاہ اس اہتمام کے ساتھ انجام دے چکے تھے کہ رومیوں کو اس بارے میں کچھ کرنے کی ضرورت باقی نہ تھی۔ پرانے رومی سپاہیوں کو زمین دینے کی غرض سے اغسطس نے بری توس (بیروت) کی بنیاد ڈالی تو یہ شہر یونان میں نئے کورنتھ کی طرح اور تر و دمیں شہر الکزاندریہ کی مثل ایک نہا اطالی شہر ہو کے رہ گیا جس کے ہر طرف نیم یونانی ایشیائی آباد تھے۔ ان کے شہروں کے نام بھی یونانیوں نے ایسے رکھدیے تھے کہ انھیں سن کر مقدونیہ کے بلاد و قریٰ یاد آتے تھے جس طرح ہمارے زمانے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے شہروں کے نام وطن آبائی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ بایں ہمہ جدید یونانی ناموں کے ساتھ قدیم اور اصلی ارامی نام بھی مروج رہے اور بعض صورتوں میں تو یونانی ناموں کے مٹنے کے بعد بھی اصلی نام قائم رہ گیا جیسے ہلیو پولیس جو آج بھی بعلبک کہلاتا ہے۔ شہروں کی مثل لوگوں کے بھی دو دو نام ہوتے تھے۔ اس کی سب سے مشہور مثال انجیل کے نام طامس اور تابیثہ ہیں جن کا یونانی نام ویدی موس اور دورکاس تھا۔ یونانی زبان کے پہلو بہ پہلو ارامی زبان بھی ملک شام (خاص کر دور دست غیر آباد علاقوں) میں بولی جاتی تھی جس طرح غالیہ میں لاطینی کے ساتھ قلطی کا رواج رہا۔ شامی اور یونانی معاشرت کے امتزاج سے ایک نئی قسم کا تمدن بنا جسے بعض اوقات "لاسٹو یونانی" تمدن کہتے ہیں اور جس کا سب سے نمایاں جلوہ اس عالیشان مقبرے میں نظر آتا ہے جسے کوماجین کے بادشاہ انتیوکوس نے فرات کے قریب ایک پہاڑی پر تعمیر کرایا تھا۔ لوح مدفن کی عبارت میں یہ بادشاہ دعا کرتا ہے کہ اس کی اولاد پر پرلیس و ماگیتیس (یعنی فارس و مقدونیہ) دونوں دیوتا اپنی رحمت نازل کریں۔

شام کے بڑے بڑے شہروں کی (جیسے لودیسیا، اپامیا، صور، برتیوس، ہیپ لوس وغیرہ) بارونق کارگاہوں میں ریشم، ململ وغیرہ مصنوعات جن کے لئے یہ ملک مشہور تھا، تیار ہوتی تھیں مگر پایۂ تخت انتیوک (انطاکیہ) صنعت و حرفت کی بجائے عیش و تکلف کا شہر تھا۔ تجارت کے لئے اس کا محل وقوع ایسا موزوں نہ تھا جیسا کہ سکندریہ (مصر) کا۔ لیکن شان و شوکت اور دولت کی وہاں کمی نہ تھی۔ اس کی آب رسانی اور رات کے وقت روشنی کا انتظام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کیا گیا تھا اس میں عالیشان عمارتوں کی کثرت تھی۔ نواح میں دافنی کے شہرۂ آفاق باغ تھے غرض مجموعی طور پر یہ شہر غالباً سلطنت بھر میں عیش دوست آدمی کے لئے سب سے دلکش مقام تھا۔

جنوبی شام کے مشرقی پہلو پر باج گزار ریاست نبط کی سرحد تھی جو جنوب میں دمشق سے لے کر فلسطین کے گرد تک پھیلی ہوئی تھی اور جزیرہ نمائے عرب کا شمالی گوشہ اس میں داخل تھا۔ لیکن دمشق و بوسطرا کے درمیان کا علاقہ جسے ترا کونیٹیس کہتے تھے وہاں کے پہلے حاکم زنوودوروس رئیس آبیلین سے لے کر اغسطس نے حاکم یہودیہ کے سپرد کر دیا تھا کیونکہ زنوودوروس اپنے ملک کے قزاقوں کا انسداد کرنے کی بجائے خود بھی ان کا شریک و معین ہو گیا تھا۔ خود شہر دمشق ان دنوں رئیس نبط کے علاقے میں شامل تھا جس کا پایۂ تخت پترا (بطرا) تجارت کا مشہور مرکز تھا جہاں ہندوستان کی تجارتی اجناس کے قافلے غزہ جاتے ہوئے ٹھیرتے تھے۔ اس علاقے کے بادشاہ عرب تھے اور ان کے دربار تک یونانیت کی رسائی محض رواداری کے طریق پر ہوئی تھی۔ ان کے عہدہ داروں کو رومی "اپارکوئی" اور "استراتگوئی" کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن ان کی ریاست کے شمالی حصے جو صحرا کے کنارے پر واقع تھے، یونانی تمدن کے دائرہ اثر میں آگئے تھے اور شہر دمشق یونانی شہر تھا، شاہان بطرا کی آئے دن یہودیہ کے ہمسایہ بادشاہوں سے ٹھنی رہتی تھی اور اسی زمانے میں ابوداس (عبادہ؟) اغسطس سے استغاثہ کئے بغیر خود ہیرود سے لڑ کر ایسی شکست کھا چکا تھا کہ اس کے تاج و تخت ہی کے ہاتھ سے جانے کی نوبت آگئی تھی۔ حالانکہ یہ دونوں اغسطس کے باج گزار تھے۔

بہر حال اس نبطی ریاست میں اس وقت تک تمدن کا پوری طرح قدم نہ پہنچا جب تک کہ ایک صدی بعد اسے رومیوں نے اپنی سلطنت کا صوبہ نہ بنا لیا۔
ارض یہود کو جولیس سیزر نے دوبارہ جدومیہ کے رئیس انتی پاتر کے حوالے کر دیا تھا اور از رہ رعایت خراج اور فوجی خدمت سے مستثنیٰ کر کے اس کی عزت بڑھائی تھی۔ جب یہ بادشاہ فوت ہوا تو بہت کچھ لڑائی جھگڑے کے بعد یہ ملک اس کے فرزند ہیرود کے قبضے میں آگیا اور اگرچہ اوّل اوّل وہ انتونی اور اس کی مصری ملکہ کا طوعاً و کرہاً مطیع رہا لیکن اغسطس و انتونی کی آخری قوت آزمائی میں اس نے اغسطس کی بعض خدمات انجام دیں اور ان کے صلے میں صرف اپنی ریاست پر بحال رہا بلکہ سامریہ کا علاقہ اور وہ ساحلی قطعہ بھی اسے عطا ہوا جو غزہ سے برج اس ترا تون تک پھیلا ہوا ہے اور یہ موخر الذکر وہ مقام ہے جو کچھ عرصے بعد ہیرود ہی کے عہد میں سیزاریہ (قیساریہ) کے نام سے جنوبی شام کی سب سے بڑی بندرگاہ بنا۔ شاہ ہیرود اپنے تمام زمانۂ حکومت میں نہایت گرمجوشی سے یونانی تمدن پھیلانے کی خدمت انجام دیتا رہا حالانکہ اس کی یہودی رعایا کی نظر میں یہ تمدن کسی طرح مقبول نہ تھا۔ مگر ہیرود نے ملکی معاملات میں مذہب کو سیاست سے بالکل علیحدہ کر دیا تھا اور یہودیوں کی حکومت مذہبی کے اثر سے قطعاً آزاد ہو گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودیوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور بادشاہ میں منازعت کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ ہیرود کی یونانیت پسندی کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اس نے بیت المقدس میں تماشا گاہ بنائی اور یونانی تہواروں کے نمونے پر وہاں ایک میلہ لگانا شروع کیا جو ہر چوتھے سال ہوا کرتا تھا اس میں گھڑ دوڑ جسمانی ورزش اور فن موسیقی کے مقابلے ہوتے اور ہر قوم کے آدمی کو شرکت کی دعوت دی جاتی تھی۔ رومیوں کی تقلید میں ہیرود نے شہر کے باہر میدان میں ایک دنگل (امفی تھیٹر) بھی بنوایا تھا جس میں جنگلی جانوروں اور گردن زدنی مجرموں کی کشتیاں کرائی جاتی تھیں، اور یہ سب باتیں سنت موسوی کے سراسر خلاف تھیں۔ ہیرود نے دو نئے شہر بھی بنائے تھے اور دونوں کو بادشاہ کے نام سے منسوب کیا تھا یعنی ایک تو سیزاریہ جس کا اوپر ذکر آچکا ہے اور جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ بیت المقدس کی بندرگاہ کا کام دے اور دوسرا شہر سباسطہ شہر سامریہ کے

مقام پر آباد ہوا تھا اور یہ دونوں یونانی وضع کے شہر تھے ان میں یہودیت کا رنگ نہ تھا۔

ہیرود کا عہد حکومت خوفناک مظالم سے داغدار تھا جن سے اس کی خانگی زندگی پُرآلام ہوگئی۔ لیکن اپنی موت یعنی سنہ ۴ ق م سے کچھ پہلے اس کی ریاست میں رودیرڈن (جورڈان یا "الشریہ") کے پار کے بعض اضلاع بھی شامل ہوگئے تھے، ان سب کو اُس نے اپنی اولاد میں اس طرح تقسیم کیا کہ یہودیہ مع سامریہ اور جودیمیہ کے ارکلوس کو ملے اور بتانیہ کا ضلع فیلیپ کے حصے میں آیا اور اسے ہیرود کے بھائی ہیرود انتی پاس کو "تترارک" (یعنی رئیس) کا لقب بھی متوارث ہوا اور انتی پاس کے ورثے میں جلیل (گالیلی) انیز یرڈن پار کے اضلاع آئے۔ لیکن ہیرود کی ریاست زیادہ دن رہنے والی نہ تھی خود یہودیوں کو اپنے قومی بادشاہ کی بجائے براہ راست رومیوں کی رعایا بن کر رہنا زیادہ پسند تھا اور بیت المقدس سے ان کا ایک وفد روما گیا کہ اغسطس سے اس بادشاہی کے معدوم کرنے کی التجا کرے۔ اغسطس نے اول اول ایک بین بین طریقہ اختیار کیا۔ یعنی اگرچہ ارکلوس سے یہودیہ کی ریاست نہ لی لیکن اسے "بادشاہ" کا خطاب دینے سے انکار کر دیا اور سامریہ کا علاقہ بھی اس سے واپس لے لیا۔ مگر کچھ عرصے بعد ارکلوس کی نااہلی کی بنا پر یہودیوں کی درخواست کے مطابق عمل کیا گیا اور سنہ ۶ئ میں یہ ملک ایک رومی صوبہ بنا لیا گیا اور اس کا انتظام ایک رومی عامل (پروکیوراتور) کے سپرد ہوا جو کسی حد تک ضرور شام کے جیش سالار کے ماتحت تھا اور یہ جنگی سردار خاص خاص صورتوں میں اسی قسم کی مداخلت کرسکتا ہوگا جیسے کہ مثلاً پانونیہ کے صوبہ دار کو نوری کم کے معاملات میں دخل دینے کی اجازت تھی۔ یہودیہ تھے رومی عامل کے ماتحت وہاں کی بستیوں کو ایشیہ اور اکائیہ کے شہروں کی مثل، اپنے اندرونی معاملات کا خود فیصلہ کرنے کا حق دے دیا گیا تھا۔ بیت المقدس میں شاہان سکیو کورسی کے زمانے سے "انسان ہدریم" قائم تھی، وہی۔ اب بھی مجلس بلدیہ کے فرائض انجام دیتی رہی اور وہاں کا دینی پیشوا جسے رومی عامل مقرر کرتا تھا شہر کا حاکم عدالت تسلیم کر لیا گیا۔ جدید نظم و نسق میں اس بات کا پورا لحاظ رکھا گیا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو یہودیوں کے مذہبی مراسم اور معتقدات کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے۔ مثلاً وہ تصویروں کو قابل اعتراض

جانتے تھے لہذا یہاں کے رومی سکوں پر بادشاہ کا چہرہ کندہ نہ کیا جاتا تھا۔ یا جس وقت رومی سپاہی بیت المقدس میں داخل ہوتے تو وہ اپنے جھنڈے سبزارہ میں چھوڑ جاتے تھے۔ یہ طرز عمل جو شرقی یہودیوں کے ساتھ مرعی رکھا گیا دوسرے مقامات کے یہودیوں سے نمایاں اختلاف رکھتا تھا اور یہ بات تعجب سے خالی نہیں ہے کہ وہی رومی بادشاہ جنھوں نے ممالک مغربی میں یہودیوں پر طرح طرح کے ظلم و تعدی کو روا رکھا، خود اُن کے وطن میں یہودی رسم و آئین کا نہایت اہتمام سے ادب و لحاظ کرتے رہے لیکن یہودیوں کو اس پر بھی قناعت نہ تھی۔ وہ سرکاری مالگزاری ادا کرنے میں بھی ناراضی کا اظہار کرتے تھے جس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ خراج کچھ بہت زیادہ تھا بلکہ یہ کہ ان کا ادا کرنا وہ اپنے مذہب کے خلاف بتاتے تھے۔ وسپاشیاں کے زمانے میں جو عظیم "جنگ یہود" برپا ہوی وہ انہی اسباب کا نتیجہ تھی اور اس کا حال آگے آئے گا۔

بعض اور چھوٹی ریاستوں کو رومیوں نے عرصے تک بحال خود قائم رہنے دیا چنانچہ کوماجین کی شمالی ریاست سنہ ۷۲ء تک رومی صوبوں میں داخل نہیں ہوی دمشق کے شمال مغرب کی ریاست کالکیس اس سے بھی زیادہ مدت (سنہ ۹۲ء تک) قائم رہی۔ مگر اس کے اور دمشق کے درمیان کی ریاست اپلین کا سنہ ۴۹ء میں الحاق کر لیا گیا تھا۔ امسہ کے رئیس جام بلی کوس کو جنگ اکتیم سے چند ہی روز قبل انتونی نے قتل کرا دیا تھا اور اغسطس نے اول اول اس کی ریاست صوبہ شام کے ساتھ ملحق کر لی تھی لیکن سنہ ۲۰ ق م میں اُس نے دوبارہ اسے وہیں کے ایک خاندان سامپسی جراموس کے ایک شخص کو عطا کر دیا اور پھر وہ آخر کار سنہ ۸۱ء میں رومی علاقے میں شامل ہوی۔ اگرچہ یہ بات تحقیق کے ساتھ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ شام کی ریاست پامیرا کا جسے سوریانی زبان میں تدمور کہتے تھے الحاق کب ہوا لیکن قرینہ چاہتا ہے کہ یہ عہد اغسطس ہی کا واقعہ ہے۔ یہ مرفہ الحال شہر بحر متوسط اور فرات کی تجارتی شارع پر صحرائے عرب کے ایک نخلستان میں واقع تھا اور رومی سیادت کے زمانے میں بھی اس کی حکومت اپنے شہری عہدہ داروں کے ہاتھ میں تھی تا آنکہ تیسری صدی عیسوی میں اسے اورِلیان نے تباہ و

تاراج کر دیا؛

فصل چہارم - مصر

(۸۶) خاندان بطلیموس کی آخری ملکہ کلیوپاترا کی وفات کے بعد ہی ملکِ مصر ایک باج گزار ریاست کی بجائے براہِ راست روما کے زیر نگیں آگیا۔ اکثر مصنف اس کا شمار بادشاہی صوبوں میں کرتے ہیں لیکن درحقیقت اس کی نوعیت (جیسا کہ باب اوّل اور ششم میں ہم بیان کر چکے ہیں) سب صوبوں سے جداگانہ تھی، اور اس پر بادشاہ کا حقوقِ ذاتی کی بنا پر قبضہ تھا۔ بالفاظ دیگر اغسطس محض رومیوں کے نائب یا پروقنصل کی حیثیت سے مصر کا حکمران نہ تھا بلکہ وہ درحقیقت بطلیموس کا جانشین بن گیا تھا اور اسے وہاں بجز شاہی خطاب کے اور سب بادشاہی اختیارات حاصل تھے۔ چنانچہ یہ ملک ہمیشہ بادشاہ کی املاکِ ذاتی کی حیثیت رکھتا تھا[1] اور مصر کے پروہت انہی رسوم کے ساتھ جو بطالمہ پرستی کے زمانے میں رائج ہوئی تھیں اغسطس کی دیوتا بنا کے پوجا کرتے تھے؛ غرض بادشاہ کی املاک ذاتی میں داخل ہونے کی وجہ سے اصولاً مصر کا نظم و نسق دوسرے بادشاہی صوبوں سے جداگانہ ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ اس کی صوبہ داری مجلس اعیان کے اراکین کو نہ مل سکتی تھی اور اسی باعث مصر کا صوبہ دار "لگاتوس" (جیش سالار) کی بجائے محض "پرفکتوس" (یعنی "مہتمم" یا "ناظم") کا مرتبہ رکھتا تھا۔ بایں ہمہ اس کے تحت میں فوج کے تین جیش ہوتے تھے اور یہی ایک عہدہ ایسا تھا جس میں فرقہ متوسط کے افراد جیش کی سپہ سالاری کرتے تھے۔ ادھر، اراکین مجلس کو نہ صرف مصر کی صوبہ داری سے خارج رکھا گیا تھا بلکہ وہ اس سرزمین کے شخصی مالک یعنی بادشاہ کی اجازت کے بغیر مصر میں قدم بھی نہ دھر سکتے تھے۔ یہ ضابطہ جو فرقۂ متوسط کے سب سے ممتاز افراد پر بھی

[1] تاسی توس مصر کے شاہی نظم و نسق کے بیان میں اس کو "دومی رنی نیز (یعنی صرف خاص) کے نام سے یاد کرتا ہے۔

نافذ تھا اغسطس نے حفاظت ذاتی کی خاطر وضع کیا تھا کیونکہ کسی ذی اثر رکن مجلس کے واسطے جو بغاوت پر آمادہ ہوئے حساب جنگی ساز و سامان اور محل وقوع کے اعتبار سے مصر سے بہتر کوئی میدان نہ ہو سکتا تھا۔ خانہ جنگی کے دوران میں مصر کی جنگی اہمیت بخوبی ظاہر ہو چکی تھی۔ اگر مصر کی بندرگاہوں پر کسی شخص کا قبضہ ہو تو وہ روما اور اطالیہ کا مایحتاج زندگی یعنی غلہ کی رسد روک سکتا تھا جس کے معنی یہ تھے کہ وہ سکندریہ میں بیٹھے بیٹھے اہل روما سے ہتیار رکھوا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ مصر پر حملہ کرنا دشوار اور اس کی مدافعت کرنی نہایت سہل تھی۔ وہ جزیرہ نہ تھا مگر بحری ملک ہونیکی حیثیت رکھتا تھا۔ غرض روما کے بادشاہوں کی نظریں ہمیشہ مصر پر لگی رہتی تھیں اور اس بارے میں انھیں جو غلو تھا اس کی مثال مصر کے پہلے ناظم کو رنلیوس گالوس کی سرگذشت ہے کہ جب اس نے اہرام مصری پر اپنا نام اور کارنامے کندہ کرانے کی جسارت کی تو اس کی یہ بے باکی بادشاہ کے خلاف غدر و سرکشی سے تعبیر کی گئی اور مجلس اعیان میں اس پر مقدمہ دائر کیا گیا۔ مجلس نے اسے عہدے سے برطرف کر دیا اور اس برطرفی کی شرم سے گالوس نے خودکشی کر لی۔ اسی واقعے پر کہتے ہیں اغسطس نے یہ شکایت کی تھی کہ سوائے میرے کوئی رومی ایسا نہ ہوگا کہ اگر کسی دوست سے ناراض ہو تو وہی دوست اس کا دشمن بنجائے! ناظم کے علاوہ عدالتی کاروبار کے واسطے مصر میں ایک "جورِدی کوس" (حاکم عدالت) اور مالیات کے انتظام کے واسطے بھی ایک عہدہ دار مقرر ہوتا تھا جسے "ایدیولوگوس" کہتے تھے۔

انتظامی اعتبار سے بھی مصر کی حالت دوسرے صوبوں سے مختلف تھی؛ اغسطس نے یہاں کے بطلیموسی بادشاہوں کا نظم و نسق بجنسہ رہنے دیا تھا اور نہ اہل مصر کو حکومت بلدیہ ملی تھی اور نہ سلطنت کے دوسرے علاقوں کی مثل یہاں شہر آباد کرنے کی کوشش کی جاتی تھی بلکہ ملک کو اضلاع (نومس) میں تقسیم کرکے ہر ضلع پر سرکاری عہدہ دار مقرر کر دیے گئے تھے۔ لوگوں کے خیالات و آرا اظہار کرنے کے واسطے کوئی مجلس بھی نہیں بنائی گئی تھی اور جس طرح بطالمہ کے زمانے میں مصر کے باشندے سیاسی حقوق سے محروم اور اپنے حکمرانوں سے کم رتبہ سمجھے جاتے تھے اسی طرح رومیوں کے عہد میں بھی رہے۔

رومیوں کے زمانے میں مصر صعید کی جنوبی سرحد الی فنٹائن (متصل اسوآن) سے اسی عرض بلد پر ساحل بری نیس (= بناس) تک تھی اور یہ بری نیس اُس "گولڈن بری نیس" سے جو بہت جنوب میں عدن کے بالمقابل ساحل پر واقع ہے بالکل علیحدہ مقام ہے۔ اور اس کو جتانے کا مقصود یہ ہے کہ "گولڈن بری نیس" زولا اور تھرون کی طرح سلطنت رومہ میں داخل نہ تھا۔

وادیٔ نیل کی زرخیزی ضرب المثل تھی۔ یہاں سے بے شمار مالگزاری خزانہ شاہی میں داخل ہوتی تھی اور اغسطس کے یونانی پیش رو جو بھاری بھاری محصول مصریوں پر عائد کر گئے تھے، اغسطس نے ان میں ذرا بھی کمی نہیں کی البتہ بعض رفاہی تدابیر سے (جن میں نیل کی نہروں کو صاف کرا کے دوبارہ جاری کرنا خاص طور پر قابل ذکر ہے) لوگوں کو اس قابل ضرور بنا دیا کہ وہ اپنے بار گراں کو برداشت کر سکیں۔ انہی تدبیروں سے لوگوں کی وہ مالی زیرباری اور مصیبت کم ہوئی جس میں کلیوپاترا کی حکومت نے انھیں پھنسا دیا تھا۔ مصر کی سب سے بڑی پیداوار غلہ تھی۔ لیکن ململ کی تیاری میں اہل مصر شامیوں سے مقابلہ کرتے تھے۔ آئینہ سازی میں وہ سب سے بازی لے گئے تھے اور بھوج پتر (پاپیر) وہیں سے بن کر ساری دنیا میں جاتا تھا۔ مصر کا شہر سکندریہ آمد و رفت کے لئے بہترین مقام اور سلطنت رومہ میں دوسرے درجے کا شہر تھا مگر تجارتی مرکز ہونے کے لحاظ سے تو اُن دنوں دنیا میں کوئی شہر اس کا مثیل و مدمقابل نہ تھا۔ مغرب و مشرق کے آنے جانے والے اس کی بندرگاہ کے گھاٹوں اور شہر کے بازاروں میں ملتے تھے اور اسی کے مدارس میں یونان کے فلسفے اور مشرق کے مذاہب کی باہم آمیزش ہوتی تھی۔ اس میں نہایت پرشکوہ عمارتیں تھیں اور ان میں سب سے بڑھکر ہیکل سراپیس، دارالفنون (میوزیوم) اور شاہی محلات دیکھنے کے قابل تھے۔ وہ جس قدر طالب علم اور محقق کے واسطے کشش رکھتا تھا اسی قدر سیاح اور سوداگر کی دلچسپی کے بھی اسباب وہاں موجود تھے۔ اس میں یونانی علم ادب کا بے نظیر کتب خانہ تھا اور اس کے دارالفنون کے اساتذہ سلطنت بھر میں سب سے فاضل و ذی علم تھے۔ ایک یونانی مصنّف لکھتا ہے کہ دولت، زر و جواہر، فلسفہ، کنج عزلت اور دارالفنون، سیر و تماشا اور شراب غرض جو شے چاہیئے مصر میں

ملتی ہے۔ شہر میں[1] یہودیوں کی بھی کثیر تعداد آباد تھی اور یہ اپنے سردار کے تحت میں (جسے اتنارک کہتے تھے) بطور ایک برادری کے سب سے علیحدہ رہتے تھے، اور جیسا کہ ہر شہر کا جس میں یہودیوں کی کوئی بڑی تعداد آکر بس جاتی قاعدہ تھا، سکندریہ میں بھی آئے دن ہنگامے اور کشت و خون ہوتے رہتے تھے۔

قیصر کی تسخیر سکندریہ کی یادگار میں رومیوں نے شہر کے قریب نیکوپولیس کے نام سے ایک عمارت بنوائی تھی جو شہر کو نگرانی میں رکھنے کے واسطے جنگی مورچے کا کام دیتی تھی اور فوج کا ایک جیش بھی یہیں رہتا تھا۔ انتونی کے مندر کا جو شہر کی فتح کے وقت زیر تعمیر تھا، تکمیل ہونے کے بعد قیصر سے انتساب کر دیا گیا اور کچھ مدت بعد خود اغسطس نے بھی ایک منارہ یا لاٹھ بنوائی تھی جو اگرچہ سکندریہ میں نہیں رہی مگر اب تک سلامت ہے[2] اور "کلیوپاترا کی سوئی" کہلاتی تھی۔

مصر میں سال کا حساب بطلیموسی بادشاہوں کے سنہ جلوس سے کیا جاتا تھا۔ یہی طریقہ نئے فرماں روا کے زمانے میں جاری رہا مگر اس کا آغاز پہلی اگست سنہ ۳۰ ق م کی بجائے جو فتح کا دن تھا، ۲۹ اگست سے کیا گیا کیونکہ یہ مصری ماہ توث کی پہلی تاریخ کے مطابق تھا جسے قدیم مصری سال کا پہلا دن شمار کرتے تھے، دوسرے کلیوپاترا اگست کی پہلی تاریخ کے بعد بھی کئی دن تک زندہ رہی اور ممکن ہے کہ اغسطس کے سنہ جلوس کو چند روز بعد سے شروع کرنے کی یہ بھی ایک وجہ ہوئی ہو۔

اغسطس کی وفات کے وقت

رومی صوبوں کی فہرست

(۱) مجلسی صوبے۔ (ا) جن پر قنصلی مرتبے کے صوبہ دار مقرر ہوتے تھے:

---

[1] یہ قول ہرودس کی ایک "نقل" میں تحریر ہے جس کا نسخہ حال میں دستیاب ہوا (فصل اول صفحہ ۲۷) اور اگرچہ یہ نقل نگار غالباً تیسری صدی ق م کا آدمی ہے لیکن اس کا قول ہی عہد کے سکندریہ پر بھی اس طرح چسپاں ہوتا ہے جیسے وہاں کے پہلے حالات پر۔

[2] چند سال ہوئے اس لاٹھ کو نیویارک لے گئے ہیں۔

ایشیا اور افریقہ

(۱) مجلسی صوبے۔ (ب) جن پر پری توری مرتبے کے صوبہ دار مقرر ہوتے تھے،

صقالیہ، بتی کہ، نار بونن سیس، مقدونیہ، اکائیہ،

بتھی نیہ، (دپون توس، قبرس، کریت (وسیرنی)

(۲) شاہی صوبے (۱) جن پر قنصلی مرتبے کے جلیش سالار مقرر ہوتے تھے:۔

تاراکونن سس، پانونیہ، دلماشیہ، میزیہ، شام

(ب) جن پر پری توری مرتبے کے جیش سالار مقرر ہوتے تھے،

لوسی تانیہ، اکوی تانیہ، لگودونن سس، بلجیکا، نمالیشہ

(ج) جن پر ناظم یا عامل مقرر ہوتے تھے:۔

مصر، (نظامت) سارڈینیہ (وکورسیکہ) ریتیہ (نظامت)

نوری کم، الپس بحری (نظامت) الپس ساحلی (نظامت)

یہودیہ (نظامت)

* ۔ ان صوبوں کے صوبہ دار یا جیش سالار اغسطس کی وفات کے وقت جرمانی کوس کے ماتحت تھے جو افواج جرمانیہ کا سپہ سالار تھا۔

باب ہشتم

رومہ اور پارتھیہ - عرب اور حبش کی جنگی مہمات

ذیلی عنوان - (۱) جمہوریت کے آخری سنین میں رومہ اور پارتھیہ کے تعلقات کی حالت - انتونی کا ورود ممالک مشرق میں - مسئلہ ارمینیہ (۲) اغسطس کی حکمتِ عملی - کراسوس کے جھنڈے کی بازیابی - صوبۂ ارمینیہ کی دوبارہ دستیابی - گایوس سیزر کا ورود - اس کی وفات (۳) "ارابیا فلیکس" (عرب خضرا) الیوس گایوس کی فوج کشی اور اس کی ناکامی (۴) کندا اس ملکۂ حبش پر فوج کشی -

(۱) یونانی خاندان سلیوکوس کے زوال کے بعد سلطنت ایران پر اشکانیوں کا تسلط ہو گیا تھا اور ان کی سلطنت کی حدود فرات سے ہندوستان تک وسیع تھیں - اشکانیوں کا اصلی وطن پارتھیہ[1] تھا جو مدیہ اور باختریہ کے درمیان بحر خزر کے جنوب مشرق میں واقع ہے - اشکانی سلطنت کو پارتھیہ کہتے ہیں تاکہ اس میں اور پہلے کی کیانی سلطنت نیز بعد کی ساسانی سلطنت میں امتیاز رہے - مگر اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اشکانی بادشاہ نسل کے اعتبار سے ایرانی تھے اور ایران ہی کی ایک زبان بولتے تھے - انہوں نے زرتشتی مذہب کو قائم رکھا تھا اور ان کا دربار خالص ایرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا - اسی نظر سے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ محاربات پارتھیہ میں اہل رومہ نے نہ صرف اپنی اغراض کے لئے بلکہ

---

[1] ایران کی قدیم تاریخوں میں جو خود اہل ایران نے لکھیں پارتھیہ کا علیحدہ کہیں ذکر نہیں آتا لہذا اس نام کو بجنسہ اختیار کر لینا پڑا - جغرافی حدود کے اعتبار سے اس ملک میں موجودہ قہستان، خراسان اور کچھ ترکستان یا توران کا علاقہ شامل تھا - مترجم

انہی دشمنوں سے جنگ کی جن سے تھمیس توکلس لڑا اور زرکسیس (زرزیر) کو پسپا کرنے میں کامیاب ہوا تھا یا جو سکندر کے مقابلے میں اس وقت آئے تھے جب کہ اس نے داریوش (دارا) کو مغلوب و منہزم کیا۔ سلطنت پارتھیہ کئی ماتحت سلطنتوں یا "ست راپیوں" سے مرکب ہوتی تھی لیکن اس قاعدے سے عراق عرب کی یونانی بستیاں مستثنیٰ ہیں اور انہی میں ترقی پذیر تجارتی شہر سلیوکیہ کو شمار کر لینا چاہیے جو قدیم بابل کا جانشین ہو گیا تھا۔ بعض اوقات اس معاملے میں رومی اور پارتھی سلطنتوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے کہ پارتھیہ میں تو اصولاً ہر جگہ باج گزار سلطنتیں قائم کر دی جاتی تھیں اور شہری ریاستوں کا وجود مستثنیات میں داخل تھا لیکن رومہ میں شہری ریاستوں کا آئین جاری تھا اور باج گزار ریاستیں مستثنیات کا حکم رکھتی تھیں۔

میتھرادائیس شاہان پارتھیہ کا رقیب تھا اور اس کے استیصال سے پہلے یہ بادشاہ رومی سلطنت کو اپنا دوست سمجھتے رہے۔ لیکن جب پومپی کی فتوحات نے مشترک دشمن کا خاتمہ کر دیا تو رومہ اور پارتھیہ بلا فصل ایک دوسرے کے سامنے آ گئے اور باہم حریف بن گئے۔ اس وقت ملک شام رومی سلطنت کا صوبہ بنا لیا گیا اور مغرب و مشرق کی ان طاقتور سلطنتوں میں دریائے فرات کو حد فاصل قرار دیا گیا۔ مگر ایسی قرار دادوں سے جنگ و عداوت کا سدِ باب نہ ہو سکتا تھا اور لڑائی کے بہت سے اسباب موجود تھے۔ چنانچہ گیا وہ سبب کی طرح رومیوں کا ملک ارمینیہ پر قبضہ ہو جانا ہی جنگ و جدال کی لازمی تمہید تھا۔ جنگی مصالح کے اعتبار سے اس ملک پر قبضہ کرنا دونوں سلطنتوں کے لئے مفید اور ضروری تھا اور اس کے معنی یہ تھے کہ ارمینیہ کے نصیب میں گیند کی طرح ادھر سے ادھر لڑھکنا لکھا تھا کہ کبھی رومہ اُسے جھپٹ لے اور کبھی پارتھیہ، زبان، معاشرت اور قومیت کے لحاظ سے ارمینیہ کا مغربی سلطنت کی نسبت اپنے مشرقی ہمسایوں کے ساتھ تعلق کہیں زیادہ قوی تھا اور اہل رومہ نے اسے جن سیاسی رشتوں سے اپنے ساتھ متحد کیا وہ کبھی تکلف و تصنع سے خالی نہ تھے۔

عداوت کا ایک اور سبب، ارمینیہ کے جنوب کی سرزمین اٹروپاٹین (آذربیجان) بن گئی کہ وہاں کا باج گزار بادشاہ اکثر پارتھیہ کی سیادت سے

آزاد ہو کر روما کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ لڑائی کی چھیڑ رومیوں نے کی اور اپنے معاہدے کے خلاف عراق عرب کے شہر اڈیسا پر دعوئ سیادت اور اپنی باج گزار ریاست ارمنیہ کی حدود کو پارتھیہ کے علاقوں میں بڑھانے لگے۔ اس پر پارتھیہ کا ارمنیہ کے خلاف اعلان جنگ کرنا، اس پر کراسوس کی فوج کشی اور کارّی (حران) کے میدان میں تباہ ہونا اور رومیوں کی اسی ہزیمت کی وجہ سے ارمنیہ کا پارتھیہ کے ہاتھ پڑنا وہ گذشتہ واقعات ہیں جنھیں اس کتاب میں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

مگر اس کامیابی نے شاہان پارتھیہ کو اتنا مغرور کیا کہ اب وہ رومیوں سے شام کو چھوڑنے کا مطالبہ کر رہے تھے اور ادھر اہل روما کی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ جس طرح ہو کارّی کی شکست کا بدلہ اور کراسوس کے چھینے ہوئے علم واپس لیں۔ خانہ جنگی نے ان منصوبوں کی تکمیل نہ ہونے دی اگرچہ ۳۸ سنہ ق م میں جب پارتھیہ والوں نے شام پر چڑھائی کی تو انھیں ونٹی ڈیوس باسوس نے شکست دی اور اسی میدان کندا روس میں بادشاہ پارتھیہ کا بیٹا پاکوروس کھیت رہا۔ اس کے بعد انتونی پارتھیہ کے مسئلہ کی طرف پورے اہتمام کے ساتھ متوجہ ہوا کیونکہ اس کے سر میں یہ ہوس سمائی تھی کہ مشرق میں ایک بہت بڑی سلطنت قائم کرے جو باج گزار ممالک پر مشتمل ہو۔ مگر پارتھیہ پر اس کی مہم کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اصل میں ان دنوں پارتھیہ کا بادشاہ فراآتس (فرہیز ر) تھا جس سے اہل ملک نہایت بیزار تھے اور اس کے مقابلے میں مونی سس نامی ایک شخص نے بادشاہی کا دعوئ کیا تھا۔ انتونی بھی اسی مدعی کا حامی بن گیا اور ادھر ارمنیہ کے بادشاہ ارتاواس دس نے بھی آذربیجان پر تصرف حاصل کرنے کی طمع میں بڑے شوق سے انتونی کا ساتھ دیا۔ لیکن جب ناکامی نصیب ہوی تو انتونی نے اس ناکامی کا الزام ارتاواس دس کے سر تھوپا اور اسی جھوجھل میں ۳۴ سنہ ق م میں ارمنیہ جا کر اس بادشاہ کو گرفتار کر کے مصر لے آیا جہاں کلیوپاترا نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کا بیٹا ارتاکسس فرار ہو کر پارتھیہ پہنچ گیا۔ ادھر انتونی کو آذربیجان کے بادشاہ نے جو ارمنیہ کے مقتول بادشاہ کا ہمنام

تھا رضامند کر لیا اور انتونی کے ایک بیٹے سے جسے انتونی نے ارتاداس دس کی بجائے ارمینیہ میں بادشاہ بنایا تھا، اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ لیکن اسی زمانے میں انتونی کو سیزر (اغسطس) کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور پارتھیہ کے بادشاہ نے یہ موقع غنیمت سمجھکر ارمینیہ اور آذربیجان دونوں ریاستوں کے بادشاہوں کو الگ کر کے دونوں کا بادشاہ ارتاکسس کو بنا دیا۔ یہ رومیوں کی خوش قسمتی تھی کہ اتفاق سے انہی دنوں جب کہ انتونی اور سیزر میں کشمکش ہو رہی تھی خود ایران میں بھی اندرونی فساد برپا ہو گئے فراآتس معزول کر دیا گیا اور تری داتس نے اس کی جگہ لی۔

(۳) اغسطس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے بڑی غفلت کی کہ اپنے رقیب کو مغلوب کرنے میں پوری قوت کے ساتھ مشرقی مسئلہ پر متوجہ نہیں ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے ارمینیہ پر اپنا تسلط جمانے اور اس ملک کو مستقل طور پر رومی سلطنت کا جزو بنانے کی فوری تدبیر کرنی چاہئیے تھی اور اسی کے ساتھ ان کولکیسی، ابری اور لبانی قوموں سے باضابطہ اپنی حکومت منوالینی چاہیے تھی، جو قفقاز و ارمینیہ، اور بحر افشین و خزر کے درمیان آباد تھیں۔ دوسرے اغسطس کو لازم تھا کہ ان رومی جھنڈوں کو واپس لے جو کاری کے میدان میں اہل پارتھیہ نے چھینے تھے اور یہ کوشش اس لئے اور بھی برمحل ہوتی کہ اسی زمانے میں ایک طرف تو آذربیجان کا معزول بادشاہ ارتاواس دس دستگیری کا خواہاں تھا اور دوسری طرف خود تری داتس نے جو بادشاہ ہونے کے تھوڑے ہی دن بعد پارتھیہ میں شکست کھا کے ملک سے خارج کر دیا گیا تھا، اغسطس سے اعانت طلب کی۔ ان دنوں رومیوں کے دل میں پارتھیہ والوں کو ذلیل و سرنگوں کرنے کا جو جذبہ تھا اس کا اندازہ ہوریس کے ابتدائی کلام سے ہوتا ہے جس میں اغسطس کو "جو دنیس پارتھیس ہورن دوس" (یعنی پارتھیہ کے حق میں بلائے تازہ) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر وہ اہل برطانیہ اور خطرناک ایرانیوں کو سلطنت روما کا حلقہ بگوش بنا دے تو دنیا میں حقیقی دیوتا سمجھا جائے[1]" مختصر یہ کہ پارتھیہ سے جنگ چھیڑنے کی عام طور پر

[1] دیکھو "ہجویات" فصل دوم صفحہ ۵ — اور "قطعات" فصل سوم صفحہ ۵!

لوگوں کو امید لگی ہوئی تھی۔ لیکن اغسطس نے مصر کی فتح کے بعد مشرقی مسئلے کا فیصلہ کسی دوسرے وقت پر ملتوی کر دیا۔ جس کا سبب ممکن ہے کہ انتونی کی سابقہ ناکامی ہو۔ اور یہ تو بہر حال یقینی ہے کہ اب اس کی فوج آرام و انعام کی آرزو مند تھی۔ اور ارمنیہ میں ایک تازہ جنگ کی صعوبتیں اٹھانے پر شاید ہی آمادہ ہوتی۔ مگر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ خود اغسطس جنگی سپہ سالار نہ تھا اور پارتھیہ کو اندرونی نفاق و شقاق میں مبتلا دیکھ کر اسے امید ہو گئی تھی کہ بغیر لڑے بھڑے سیاسی پیام و سلام کے ذریعے ہی رومہ کا مطلب حاصل ہو جائے گا۔ ارتاواس دس کو تو اس نے ارمنیہ خورد کی حکومت دے کر اشاک شوی کی اور تری داتس کو اپنی پناہ میں لے کر شام کے علاقے میں ٹھیرا لیا۔ پھر جب ۲۳ سنہ ق م میں فراآتس نے ایک سفارت بھیجی کہ تری داتس کو اور خود فراآتس کے ایک شیر خوار بچے کو جسے تری داتس اپنے ساتھ لے بھاگا تھا، حکومت پارتھیہ کے حوالہ کر دیا جائے تو اس کے عوض میں اغسطس کو اپنے جھنڈے اور کاری کے قیدی واپس طلب کرنے کا موقع ملا اور اس قرارداد پر کہ انھیں رومیوں کے حوالہ کر دیا جائے گا، اغسطس نے فراآتس کے بچے کو پارتھیہ بھجوا دیا۔ اسی موقع پر اگری پا کو پروقنصلی امارت دے کر ان مشرقی علاقوں میں بھیجا گیا تھا اور جب فراآتس نے قرارداد کی شرطیں بلاتاخیر پوری نہ کیں تو ۲۰ سنہ ق م میں خود اغسطس مشرق میں آگیا اور اس وقت پارتھیہ کے بادشاہ نے رومیوں کے مطالبہ کی تعمیل کر دی۔ اغسطس کو اپنی اس کامیابی پر جو ناز تھا اس کا اندازہ اس تحریر سے ہوتا ہے جس میں اپنے کارناموں کی ضمن میں اس واقعے کو اس نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "میں نے اہل پارتھیہ کو مجبور کیا کہ تین رومی فوجوں کے جھنڈے اور غنیمت کا مال واپس دیں اور رومی قوم سے دوستی کی عاجزانہ درخواست کریں۔ پھر ان بازیافتہ جھنڈوں کو میں نے مارس استقور کے مندر میں محفوظ کرا دیا۔" شعرا نے بھی اس واقعے پر اسی قسم کے جذبات شادمانی کا اظہار کیا ہے کہ گویا وہ رومی افواج کی ممتاز ترین فتوحات کے ہم رتبہ تھا۔ ورجیل "ارورا دیوی کے پیچھے پیچھے جانے اور پارتھیہ والوں سے اپنے عقابی علم طلب کرنے" کے گیت گاتا ہے اور عالم خیال میں فرات کے جوش و خروش کو دھیما ہوتے

دیکھتا ہے - ادھر ہوریس ان جھنڈوں کے واپس آنے کو جن کے لئے ہاتھ اٹھانے کی بھی نوبت نہیں آئی تھی، لکھتا ہے کہ ہم پھر انھیں دشمن کے ہاتھ سے "نوچ لائے"۔[1]

لیکن اسی سال ایک زیادہ مادی کامیابی بھی حاصل ہوئی اور وہ ارمینیہ کی بازیابی تھی - دراصل خود اس ملک میں بعض لوگوں نے شاہ ارتاکسس کے خلاف سازش کی اور اغسطس کے پاس پیام بھیجا کہ ارتاکسس کے چھوٹے بھائی تیگرانس کو (جس نے روما میں تعلیم پائی تھی) بھائی کی بجائے حکمرانی کرنے ارمینیہ بھیجدیا جائے - ارتاکسس کو معزول کرکے اس کی جگہ تیگرانس کو بادشاہی دلوانے کی خدمت اغسطس کے سوتیلے بیٹے تی بریوس کے سپرد ہوئی ادھر سازش کرنے والوں نے خود ہی ارتاکسس کو موقع پاکے مار ڈالا اور تیگرانس ارمینیہ کا بادشاہ بن گیا جس سے یہ ریاست دوبارہ سلطنت روما کی باج گزار ہوگئی۔ لیکن اب آذربیجان کا علاقہ ارمینیہ سے جدا کردیا گیا اور اس کی حکومت وہاں کے پہلے بادشاہ ارتاواس دس کے بیٹے اریو بارزانس کے حوالے کردی گئی - اس شہزادے نے بھی تیگرانس کی طرح روما میں تعلیم پائی تھی مگر بہ احوال ظاہر وہ باج گزار پارتھیہ ہی کا رہا۔

مگر ان واقعات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ارمینیہ میں پھر ہلچل مچ گئی تیگرانس زیادہ نہ جیا اور اس کے مرتے ہی روما اور پارتھیہ کے طرفداروں کی کشمکش نے ملک میں شورش بپا کردی - اغسطس نے وہاں کا انتظام درست کرنے کے لئے دوبارہ اپنے ربیب کو نامزد کیا تھا مگر تی بریوس نے کسی ذاتی ناراضی کی بنا پر اس خدمت کے انجام دینے سے انکار کردیا سنہ ۶ ق م) اور آیندہ چار سال تک یہ معاملہ یونہی معرض التوا میں رہا - آخر یہ قرار پایا کہ ممالک مشرقی کے ضبط و انتظام کا کام بادشاہ کے پوتے گایوس سیزر کے سپرد کیا جائے اس کا ابھی آغاز شباب تھا مگر توقع تھی کہ سلطنت کے آیندہ امیر الطور کی عملی زندگی کی ابتدا انہی مشرقی میدانوں میں بڑی آب و تاب کے ساتھ ہوگی - خود نوجوان شہزادے کے دل میں بہت کچھ امنگیں بھری تھیں اور عجب نہیں کہ مشرق کی

---

[1] قطعات - فصل چہارم صفحہ ۱۵ -

طرف روانہ ہوتے وقت وہ وہاں کی فتوحات اور شہرت میں سکندر اعظم کی ہمسری کرنے کے خواب دیکھتا ہو۔ اس کے سن رسیدہ ساتھ والے ان ولولوں کو اور بڑھاتے تھے اور ناممکن ہے کہ شہزادے کا جوش وخروش دیکھکر خود متاثر ہوتے ہوں۔ حتیٰ کہ جوش میں آکر ایک درباری شاعر پکار اٹھا "نمس، اوریس الیتم انوسترایس" (اب، اے مشرق اقصیٰ! تو ہماری ہے!) اور موریتانیہ کے انشاپرداز بادشاہ جوبا نے خاص گایوس کے فائدے کے لئے ملک عرب کے حالات قلمبند کئے کیونکہ گایوس کی نظر خاص طور پر اسی ناقابل تسخیر ملک کی فتح پر جمی ہوئی تھی۔ ابتدا میں ارمنیہ کے معاملات سلجھانے میں کچھ دقت نہ پیش آئی۔ بادشاہ پارتھیہ فراتس کے بیٹے فراتاسس نے فرات کے ایک ٹاپو پر بیچ دریا میں گایوس سے ملاقات کی اور ملک ارمنیہ کے دعاوی سے دست برداری پر رضامند ہوگیا لیکن اس قرارداد کے مطابق خود ارمنیہ جاکر روما کی سیادت منوانا ضروری تھا اور اسی غرض سے گایوس ارمنیہ گیا کہ وہاں جاکر اریوبارذانس کو تخت پر بٹھادے لیکن ارتاجیرہ کی شہرپناہ کے سامنے کسی نے اسے دغا سے زخمی کردیا اور چند مہینے بعد اسی ضرب کاری کے اثر سے لیسیہ کے شہر لمیرا میں اس نے وفات پائی (۴ سنہ ع) اغسطس کے باقی ایام حکومت میں بڑے پیمانے پر کوئی اور کارروائی ارمنیہ کے متعلق نہیں کی گئی اور اس ریاست میں روما اور پارتھیہ کے طرفداروں کے درمیان برابر لڑائی جھگڑے اور فتنہ وفساد ہوتے رہے!

(۳) نوجوان سیزر کی افسوسناک موت نے فتح عربستان کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ ورنہ روما کے ارباب حل وعقد بہت دن سے اس مہم کی فکر میں تھے بلکہ کچھ مدت پہلے انہوں نے ایک مرتبہ اور عرب کو فتح کرنے کا اقدام بھی کیا تھا۔ دراصل جنوبی عرب کا قبضہ، اگرچہ ارمنیہ یا میزیہ کی طرح کوئی جنگی اہمیت نہ رکھتا تھا لیکن خالص تجارت کے لحاظ سے رومیوں کے واسطے نہایت مفید ہوتا۔ ہندوستان اور یورپ کی تجارت کا بڑا راستہ بحر قلزم سے گزرتا تھا اور "ادانہ" یعنی موجودہ عدن کی بندرگاہ اس زمانے میں بھی وہی ممتاز مرتبہ رکھتی تھی جو اسے

آج کل حاصل ہے۔ یہ بندرگاہ اہل عرب کے ہاتھوں میں تھی جنہیں تجارت سے طبعی مناسبت ہے اور اس فن میں کمال رکھتے ہیں۔ ہندوستان کا مال انہی تاجروں کے ذریعے عرب کے مغربی ساحل کی بندرگاہ لیوکوس کوم پر اترتا تھا اور وہاں سے براہ خشکی پٹرا ہو کر کسی شامی بندرگاہ تک پہنچتا یا براہ راست مصر کے مشرقی ساحل پر میوس ہورموس پر آتا اور وہاں سے اسے اونٹوں پر لاد کر کوپتوس (قریب تھبس) تک لاتے جہاں سے پھر وہ جہازوں میں بھر کر سکندریہ بھیجدیا جاتا تھا۔ غرض مصر پر قبضہ ہونے کے بعد یہ بات رومی حکام کی نظر سے مخفی نہ رہ سکتی تھی کہ بحر قلزم کے پورے راستے (یعنی دونوں طرف کے ساحلوں) پر بلا شرکت تصرف ہو جانے سے ساری تجارت رومی رعایا کے قبضے میں آجائے گی جس سے کثیر منافع کی امید تھی۔ اسی بنا پر اپنا اقتدار پوری طرح قائم ہو جانے کے بعد ہی اغسطس نے اس معاملے پر توجہ کی اور صرف یہی ایک موقع تھا کہ اس نے ملک ستانی کے واسطے پیش دستی کو جائز رکھا۔ اس نے ایک مہم تیار کی جس کا مقصود یہ تھا کہ جزیرہ نمائے عرب کے مغربی گوشے یعنی سرزمین یمن پر تسلط جمایا جائے۔ اس علاقے کو اہل رومہ "ارابیا فیلکس" (عرب خضرا) اور یہاں کے حمیری باشندوں کو "سابھی" (= سبائی) کے نام سے یاد کرتے تھے۔ یہ بہت دولتمند ملک تھا اور بجائے خود حملے کا لالچ دلاتا تھا لیکن جیسا کہ ہوریس نے لکھا ہے، دور دراز فاصلے پر ہونے کی وجہ سے یہاں کے خوش حال وعیش کار باشندے کبھی کسی بیرونی فاتح کے محکوم نہ ہوئے تھے۔ ان کے ملک سے سلطنت رومہ کے ممالک میں مسالے، عطریات، خیار شنبر، لوبان، ایلوا، اور ابرک وسا ور آتی تھی اور اس کے عوض میں وہ سونا اور دیگر جواہرات وصول کرتے اور اپنے ہاں جمع رکھتے تھے۔ اغسطس نے اس ملک پر ۲۵ ق م میں مہم روانہ کی اور ایلیوس گالوس نامی مصر کے ایک اعلیٰ عہدہ دار کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا۔[1] مصر کی متعینہ فوج میں سے نصف یعنی دس ہزار رومی سپاہی گالوس کے ساتھ کئے گئے۔ اور نبط اور یہودیہ کی کومکی

[1] مومسن کے نزدیک گالوس مہم لے جانے سے پہلے ہی مصر کا ناظم مقرر ہو چکا تھا۔ لیکن تاریخی شواہد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اسے یہ عہدہ اس مہم کے بعد ملا۔

افواج اس تعداد کے علاوہ تھیں۔ بنطیوں کی یمن میں برابر آمد و رفت رہتی تھی اور اسی لئے رومیوں نے ان کے بادشاہ **اوبوداس** (عباد ؟) کے ایک وزیر **سیلیوس** کو رہ نمائی کے لئے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ مگر اس مہم میں سخت بد نظمی پیدا ہوگئی اور یہ متعین کرنا دشوار ہے کہ اس خرابی کا گالوس کس حد تک ذمہ دار تھا اور یا کس حد تک اس رہ نما نے اسے دانستہ کوئی فریب دے کر نقصان پہنچایا۔ گالوس کا دوست **اسٹرابو** (جغرافیہ نویس) جس کی تحریر کے ذریعے اس مہم کے تفصیلی حالات ہم تک پہنچے ہیں، سارا الزام سیلیوس کے سر لگاتا ہے اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے کہ نبطی، اس اندیشے سے کہ اگر یہ مہم کامیاب ہوگئی تو تجارت کا راستہ جو ان کے ملک سے گزرتا تھا بدل جائے گا، دل میں اس مہم کی ناکامی کے خواہاں ہوں۔

بہر حال رومی سپاہ خاکنائے سویز کے مقام **ارسی نو** سے جنگی جہازوں میں سوار ہوئی۔ مگر جنگی جہاز لے جانا بے سود تھا کیونکہ بحری جنگ پیش آنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ اور **لیوس کوم** کی بندرگاہ پر (موجودہ ینبوع کے شمال میں) فوجوں کو ساحل پر اتار لیا گیا۔ قرینہ کہتا ہے کہ یہ بندرگاہ اُن دنوں سلطنت رومہ کی مطیع تھی اور رومی فوج نے سردیوں کا موسم یہیں گزارا۔ موسم بہار کے آتے ہی فوج یمن کی طرف روانہ ہوئی اور دشوار گزار و پیچ در پیچ راستوں سے ہوتی ہوئی آخر کار سبائیوں کے دارالحکومت تک پہنچ گئی۔ اگرچہ اہل عرب نے راستے میں اس فوج کو بہت کم پریشان کیا تھا لیکن رسد کی قلت اور بیماری سے سخت نقصان اٹھانا پڑا اور جب وہ شاہ یمن **ماریبا**[1] کے قصر کے سامنے پہنچی جو ایک سر سبز پہاڑی پر واقع تھا، تو فوج اور سپہ سالار دونوں اس قدر ماندہ اور بے دل ہو چکے تھے کہ ان میں محاصرہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ چنانچہ ۶ دن وہاں گزارنے کے بعد گالوس نے یہ خیال چھوڑ دیا۔ فوج واپس اپنے وطن کی جانب روانہ ہوئی اور اس کوچ میں آنے کی نسبت کہیں زیادہ تیز رفتار سے واپس گئی۔ اس مہم سے اتنا فائدہ تو ہوا کہ عرب کے

---

[1] قدیم شاہان یمن کا دارالحکومت "معرب" تھا۔ ظاہرا رومیوں نے تلفظ بگاڑ کر اسی کے نام سے وہاں کے بادشاہ کو موسوم کر دیا ہے۔

بعض نامعلوم مقامات کے حالات منکشف ہوئے ورنہ سبائی قوم جس طرح پہلے تھی اسی طرح اب بھی غیر مفتوح رہی۔ بایں ہمہ اغسطس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ اس ناکامی کا اقبال کرے وہ بڑی متانت سے اس مہم کو اپنے کارناموں میں محسوب کرتا رہا۔ اور گالوس واپس آیا تو اس نے بطریق صلہ اُسے نظامتِ مصر سے بھی سرفراز کر دیا۔

(۴) جس زمانے میں مصر کی آدھی فوج کشورستانی کے لئے عرب گئی ہوئی تھی، باقی ماندہ فوج کو ایک ہمسایہ ریاست کے مقابلے میں خود مصر کی جنوبی حدود کی مدافعت کرنی پڑی۔ مصر صعید کا علاقہ اس زمانے میں اسوان کے قریب تک وسیع تھا اور اس کے آگے حبشہ کی سرحد شروع ہو جاتی تھی جس پر اُن دنوں وہاں کی یکچشم ملکہ کندیس حکومت کرتی تھی۔ مصر کی جنوبی سرحد پر اس نے حملہ کیا اور سینین اور الی فانتین کے مقامات لوٹ لئے۔ جب تاوان کے مطالبے کی کوئی شنوائی نہ ہوئی تو اس غارتگری کا بدلہ لینے کے لئے مصر کے رومی ناظم سی پترونیوس کو (۲۴ ق م میں) فوج کشی کرنی پڑی اور وہ دس ہزار پیادہ اور آٹھ سو سوار لے کر حبشہ کی طرف بڑھا۔ اس نے دشمن کو میدان جنگ میں شکست دی اور نیل کے کنارے قریۂ سل کیس پر قبضہ کرکے بناتا تک پیش قدمی کی جو حبشہ کے پایۂ تخت ہرو (مراوی) کی نواح میں واقع تھا اور وہیں ملکہ کا محل بھی تھا۔ پترونیوس نے اس قصبے (بناتا) کو تڑوا کر زمین کے برابر کر دیا۔ اور اگرچہ سارے ملک پر اپنا عمل دخل نہیں جما یا تاہم اپنی جنگی چوکی اسی علاقے میں پرہم نیس (یا پریمیس) کو قرار دیا جو نہایت مستحکم مقام تھا۔ اگلے سال حبشہ والوں نے اس مقام پر حملہ کیا اور پترونیوس کو اسے بچانے کے واسطے دوبارہ فوج کشی کرنی پڑی ۲۲ ق م میں اس نے دشمن کو پھر شکست دی اور ملکہ کندیس کو صلح کی درخواست کرتے ہی بنا اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ اس کے سفیروں کو اغسطس کے پاس بھیجا گیا جو اُن دنوں ساموس آیا ہوا تھا اور یہیں اس نے صلح کی

منظوری دی اور اپنے ناظم کو حکم بھیجا کہ حبشہ کے جس علاقے پر قابض ہے اسے خالی کر دے۔ پھر اغسطس نے سیئین ہی کے مقام کو اپنی سرحد قرار دیا۔

باب نہم

جرمانیہ کی فتح اور پھر ہاتھ سے نکل جانا۔ اغسطس کی وفات

ذیلی عنوان (۱) جرمانیہ کی فتح کے ارادے۔ (۲) جرمنوں کی معاشرت اور ملکی انتظامات کا حال جو "سیزر کی توضیحات" سے معلوم ہوتا ہے۔ (۳) غالیہ اور دریائے رائن کی شورشیں۔ (۴) ڈروسوس کا تقرر۔ اس کی پہلی جنگ (سنہ ۱۲ ق م) (۵) چروسکی اور چیٹی قوم سے لڑائیاں (سنہ ۱۱ و ۱۰ ق م) رائن کا استحفاظ (۶) ڈروسوس کی پیش قدمی البیں تک (سنہ ۹ ق م) اس کی موت۔ (۷) تی بریوس کا ورود جرمانیہ میں (سنہ ۹ تا ۶ ق م) اور (سنہ ۴ تا ۵ء) (۸) ماربوڈوس پر فوج کشی (۹) پانونیہ اور دلماشیہ کی بغاوت۔ تی بریوس کا اسے فرو کرنا۔ (۱۰) جرمانیہ کی شورش۔ واروس کی ہزیمت (۱۱) تی بریوس کی رائن کو واپسی۔ (۱۲) اغسطس پر ان مصائب کا اثر۔ اسکا آخری زمانہ اور وفات (سنہ ۱۴ء) (۱۳) اغسطس کے عہد حکومت پر رائے (۱۴) "کتابۂ انکائرہ" اور "خلاصہ حالات ملک"

پہلی فصل۔ جرمانیہ کی فتح

(۱) اس باب میں جرمانیہ کے اُن علاقوں کا بیان ہے جنھیں سلطنت رومہ کا جزو بنانے کی تجویز تھی۔ جولیس سیزر کا غالیہ پر قبضہ ہی اس بات کو چاہتا تھا کہ فتوحات کا دائرہ غالیہ تک محدود نہ رہے بلکہ یہ قبضہ سمندر میں شمالی جزیرے کا

راستہ دکھاتا تھا اور مشرق میں رہائن پار وسط یورپ کے جنگلوں کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ خود جولیس سیزر نے فتح برطانیہ کی تمہید ڈال دی تھی اور رہائن کو بھی عبور کرنا سکھا دیا تھا۔ لیکن جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے اغسطس نے اپنے مربی کی تجویز پر عملدرآمد نہیں کیا اور اس جزیرے کی فتح کا سہرا اس کے ایک جانشین کے سر رہا۔ البتہ جرمانیہ کے معاملے میں اغسطس نے دوسرا طرزِ عمل اختیار کیا۔ اور اس میں شک نہیں کہ جنگی مصالح کے اعتبار سے سلطنت کی سرحد کا رہائن کی بجائے البیس (= البے) تک وسیع ہونا اور اس علاقے کی اقوام پر تسلط ہو جانا عین مفید مطلب بھی معلوم ہوتا تھا کیونکہ رہائن کی بجائے البیس کے حد فاصل بننے سے اول تو سرحد چھوٹی ہو جاتی اور دوسرے وین دو بیسا سے لاؤر یا کم تک بالائے ڈین یوب کی حفاظت کرنے کی ضرورت نہ رہتی۔ قرینہ کہتا ہے کہ محتاط بادشاہ توسیع سلطنت کی اس تجویز پر اپنے منظور نظر ربیب درو سوس کے جوش و حوصلہ مندی کے اثر سے آمادہ ہوا تھا اور کام کی ابتدا بھی ایسی اچھی ہوئی کہ اس میں کامیابی یقینی نظر آتی تھی لیکن آگے چل کر ایک ناشدنی واقعہ ایسا پیش آیا کہ یہ سارے منصوبے خاک میں مل گئے اور یا ممکن ہے کہ اس ارادے سے دست بردار ہونے کا کوئی اصلی اور تہ کا سبب رومی حکام کے خفیہ مشورے ہوں۔ بہرحال جرمانیہ کا فتح ہونا اور پھر ہاتھ سے نکل جانا تاریخ کا نہایت دلچسپ باب ہے اور انہی واقعات کے ضمن میں سب سے پہلی مرتبہ ہمیں وسط یورپ کے دشت و دریا کی جھلک نظر آتی ہے۔

(۳) سیزر نے اپنی توضیحات (کومن ٹریز) میں اجمالی طور پر اہل جرمانیہ اور بالخصوص وہاں کی سُوابی قوم کے سیاسی اور تمدنی حالات لکھے ہیں۔ یہ حالات اگرچہ کسی قدر مبہم ہیں اور لازمی طور پر غالباً یہ دالوں سے سن سنا کر لکھے گئے ہوں گے تاہم انگریزوں کی نظر میں نہایت قابل قدر ہیں کہ یہ ان کے اجداد کی معاشرت کا سب سے قدیم بیان ہے جسے دنیا کے ایک نامور مدبر نے تحریر کیا تھا۔ سیزر ان لوگوں کو جفاکش، محنتی اور اعتدال پسند قوم بتاتا ہے

جنکی زندگی کا مشغلہ شکار اور جنگی ورزشیں تھیں۔ اُن میں بہت کم لوگ زراعت کرتے تھے اور دودھ، پنیر، یا گوشت ان کی عام غذا تھی۔ زمین کا کوئی قطعہ کسی کے مستقل قبضے میں نہ ہوتا تھا بلکہ ہر سال ان کے چودھری یا سردار مختلف برادریوں کو زمین کا ایک حصہ صرف ایک سال کے تصرف کے واسطے تقسیم کر دیتے تھے اور یہ برادریاں مل کر ایک "سی وی تاس" (بستی) کہلاتی تھی مگر سال کے ختم پر ہر برادری اپنی زمین سے دست بردار ہو کر کسی دوسرے حصۂ زمین پر نقل مکان کرتی تھی اس دستور کے کئی سبب بیان کئے گئے ہیں لیکن ان میں سب سے بڑا سبب یہی تھا کہ لوگوں کو مستقل طور پر کسی ایک جگہ بس جانے کی اجازت نہ دی جائے کہ مبادا وہ زراعت کا پیشہ اختیار کر لیں اور جنگی مشاغل سے علیحدہ ہو جائیں۔ دوسری مصلحت یہ تھی کہ زیادہ طاقتور افراد کمزوروں کو ان کے مقبوضہ قطعات سے خارج نہ کر سکیں اور تیسرے یہ کہ سب میں مساوات اور ہر شخص مطمئن رہے، ہر برادری کی زمین اس کے ہمسائیوں کی زمین سے علیحدہ ہوتی تھی اور ان کے درمیان ایک غیر آباد زمین کا ٹکڑا خالی چھوڑ دیا جاتا تھا کہ ناگہانی حملے کا بھی کسی کو موقع نہ مل سکے، جنگ کے زمانے میں خاص سردار منتخب کئے جاتے تھے لیکن زمانہ امن میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی اور ہر ضلع (پاگی) یا برادری کے پرگنے کے چودھری ہی آپس کے جھگڑے چکاتے تھے۔ سیزر نے سوابی قوم کے ایک سو پاگی یا پرگنے بتائے ہیں جس میں سے ہر پرگنہ ایک ہزار مردان جنگ فراہم کر سکتا تھا اور باقیماندہ اپنے گھروں میں رہ کر لڑنے والوں کی رسد کا انتظام کرتے تھے۔ پھر ایک سال کے بعد یہ لڑنے والے واپس آ کر زراعت کا کام سنبھالتے اور جو لوگ گھروں پر ٹھیرے رہتے تھے ان کی جگہ لڑنے چلے جاتے تھے۔

اس سرسری بیان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جن قبائل کو سیزر نے دیکھا وہ درحقیقت بدوی اور حضری زندگی کے درمیان کی حالت میں تھے اور صحرائی مشاغل چھوڑ کر بتدریج زراعتی زندگی کی طرف آ رہے تھے۔ قرینہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض قبائل نسبتہً زیادہ ترقی یافتہ ہوں گے اور اغسطس کے زمانے میں ان کی مدنی ترقی جاری ہو گی۔ لیکن اس ترقی کے مدارج کا کوئی

سراغ کہیں نہیں ملتا؛

(۳۳) جنگ اکتشیئم کے بعد پہلا فتنہ جو غالیہ میں برپا ہوا وہ گسوریالکم (بولون) کی نواح میں قلطی نسل کی قوم موریزی کی سرکشی تھی اور عجب نہیں کہ اس کا کچھ نہ کچھ سوابیوں کی یورش سے بھی تعلق ہو جو انہوں نے اسی سال (سنہ ۲۹ ق م) رہائن اتر کر کی تھی؛ لیکن رومی سردار **گایوس کاریناس** نے حملہ آوروں کو پسپا کر دیا اور موریزی قوم کو بھی ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ اسی طرح **نونیوس گالوس** نے وادیٔ موزلا کی بغاوت کو فرو کیا جو تریوری قوم نے برپا کی تھی۔ آیندہ سنین ممالکِ غالیہ کے نظم ونسق کی درستی میں جس کا ہم پہلے ہی چوتھے باب میں حال بیان کر چکے ہیں، صرف ہوئے۔ اس موقع پر معلوم ہوتا ہے سرکاری محاصل بہت گراں عائد کئے گئے تھے جس سے رعایا ناراض رہی۔ اور احتمال ہے کہ سنہ ۲۵ ق م میں جرمن حملہ آوروں نے رہائن اتر کے جو یورش کی شاید اس میں خود رومی رعایا کی سازش کا بھی دخل تھا اگرچہ اس کی کوئی شہادت ہم تک نہیں پہنچی۔ بہر حال اس حملے کو **ام دی نی سیوس** نے دفع کر دیا۔ لیکن اس کے نو سال بعد جو حملہ ہوا وہ کہیں زیادہ اندیشہ ناک تھا۔ اس غارت گرانہ تاخت میں زیریں رہائن کے دائیں کنارے کی تین قومیں (**سوگامبری**، **اوسی پیس**، اور **تنک تری**) شریک تھیں اور انہوں نے دریا اتر کے جیش سالار **لولیوس** کو شکست دی اور پانچویں جیش کا عقابی پرچم چھین کر لے گئیں یہ نقصان تو بڑا نہ تھا لیکن رومیوں کے لئے بڑی ذلت کی بات ضرور تھی[1] اور خود اغسطس تی بریوس کو ساتھ لے کر فوراً غالیہ آیا اور شمالی سرحد کی دفاع کا مسئلہ نہایت اہم سمجھا جانے لگا۔ اب تی بریوس کو غالیہ کا سپہ سالار مقرر کیا گیا اور یہی زمانہ ہے جب نوریکم کا الحاق اور ریتیہ اور **وِندلیسیہ** کی تسخیر عمل میں آئی[2]

[1] ہوریس نے اپنے قطعات میں جہاں لولیوس کی تعریف کی ہے وہاں اس واقعے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ (فصل چہارم۔ صفحہ ۹)

[2] ان فتوحات کے حالات باب ششم عنوان ۱۰ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۴۷)۔ سنہ ۱۲ ق م میں تی بریوس کی بجائے دروسوس رہائن کی افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اس کی عمر ابھی پوری پچیس برس کی بھی نہ تھی مگر وہ نہایت ذہین اور ہونہار نوجوان تھا۔ اور اس کی شجاعت و رعنائی نے سب کو اس کا گرویدہ بنا دیا تھا اخلاق ایسے عمدہ کہ سپاہی اس کی پرستش کرتے تھے پھر جوش و خرد و ہوش اور اولوالعزمی کے ساتھ سرداری کی پوری قابلیت اور حزم و دانائی خدا نے اسے ودیعت کی تھی۔ غرض سپہ سالار مقرر ہوتے ہی اس نے رہائن پار فتوحات کے منصوبے کا عملی کام شروع کر دیا اور اس کا عمدہ موقع یہ ہاتھ آیا کہ انہی دنوں سگامبری قوم کی خود اپنے حلیفوں سے جنگ ٹھن گئی۔ پس دروسوس لگودونم میں اغسطس کی قربان گاہ کی بنیاد رکھکر (اور اس طرح اہل غالیہ سے خراجِ عقیدت وصول کر کے) زیرین رہائن کی طرف روانہ ہوا اور دریا پر پل باندھکر اسی پیتیس قوم کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ کیونکہ یہ قوم بھی پہلے سے لڑائی کی چھیڑ کر چکی تھی۔ یہ قوم دریائے رہائن کے ایک معاون لوپیا کے شمالی کنارے پر بستی تھی اور اس ندی کا پرانا نام لیپے کی صورت میں اب تک باقی ہے۔ اسی ندی کے جنوب کی زمین سگامبری قوم کا مسکن تھی اور اس سے بھی آگے جنوب میں تنک تری قوم کا علاقہ لاؤگونا تک پھیلا ہوا تھا (جسے اب "لاہن" کہتے ہیں) رومی سپہ سالار نے اسی پیتیس کو زیر کر لیا اور اب جنوب میں بڑھا کہ سگامبری کی سرکوبی کرے جس نے اپنے سردار ملو کے ماتحت لڑائی شروع کر دی تھی۔

لیکن ابھی جنوب میں زیادہ آگے بڑھنا اسے منظور نہ تھا۔ فتح کا جو نقشہ اس نے سوچا تھا اس میں جرمانیہ کے شمالی علاقوں کی تسخیر مقدم تھی جنھیں اس نے شمالی ساحل کی جہازی گرد آوری کی ذیل میں فتح کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ رہائن سے البیس تک کشور کشائی میں تین مرحلے تھے۔ یعنی اول تو امی سیہ پر پیش قدمی، پھر وادیٔ ویزور جلیس کا قبضہ اور آخر میں وادیٔ البیس کی فتح جو حملہ آوروں کی آخری منزل تھی۔ رومی لب و لہجہ نے ان تینوں ندیوں کے جو مذکورہ بالا لاطینی تلفظ اختیار کئے تھے وہ آج تک امس، ویزر اور الب کی صورت میں مروج ہیں۔

ایک تجویز یہ تھی کہ نہر کھود کر دریائے رہائن کو جھیل فلیو سے ملا دیا جائے (یہ پانی کا وہ قطعہ ہے جسے اب زائڈر زی کہنے لگے ہیں) چنانچہ دروسوس کی نگرانی میں رومی فوج نے یہ کام انجام دیا اور اسی کے نام پر نہر "فوسا دروسیانہ" تیار کر لی کہ رہائن کا بیڑا اسی راستے جھیل کے راستے بحر شمال تک اور پھر ساحل ساحل امی سیہ کے دہانے تک پہنچ سکے۔ اہل بتاویہ نے رومی سیادت کو بلا مزاحمت قبول کر لیا اور نہر کا دی میں رومی سپاہیوں کا ہاتھ بٹایا۔ اسی طرح جھیل فلیو کے شمال میں جو لوگ (اہل فری سیہ) بستے تھے انہوں نے بغیر لڑے دروسوس کی اطاعت قبول کر لی اور جب رہائن سے امی سیہ تک پورے ساحل پر قدم جم گیا تو اس نے جزیرہ بور کا نیس پر قبضہ کر لیا (جسے اب بلا شبہ بورکم کا قدیم نام سمجھ سکتے ہیں) جو امی سیہ کے دہانے پر واقع تھا اور پھر اس ندی میں آگے بڑھکر بروک تری قوم کو ایک بحری لڑائی میں شکست دی۔ پھر وہ واپس سمندر میں چلا آیا اور قوم چوسی کے علاقے پر حملہ آور ہوا جو ویزور جلیس کے دہانے کے دونوں طرف آباد تھی لیکن یہ صاف طور پر نہیں معلوم ہوتا کہ آیا دروسوس یہاں تک جہازوں میں آیا تھا یا امی سیہ سے براہ خشکی بڑھ کر چوسی کے علاقے میں پہنچا تھا۔ واپسی کے وقت بعض جہاز پایاب جھیلوں کے نامعلوم حصوں میں بہت خطرے میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن انھیں فری سوئی لوگوں کی دوستی اور مدد نے اس الجھاوے سے نکال لیا جو پیادہ پا رومی لشکر کے ہمراہ آئے تھے۔

(۵) اس طرح دروسوس کی سپہ سالاری کا پہلا سال شمالی جرمانیہ کے (ویزور جلیس تک) ساحل کی فتح میں گزرا اور سال آیندہ (۱۱ ق م) اس نے قصد کیا کہ اسی سمت کے اندرونی اضلاع کو فتح کرے۔ اس غرض کے لئے اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ کیونکہ زیریں رہائن پر رومی افواج کا سب سے بڑا مرکز ان دنوں کاسترا ویترا تھا اور وہ لوپیا ندی کے دہانے سے زیادہ دور نہیں ہے۔ موسم بہار میں یہاں سے روانہ ہو کر رومی فوج نے رہائن کو عبور کیا

ملہ موجودہ بیرٹن کے قریب ذان ٹن

اور چیٹی اُسی پیٹیں کو دوبارہ مغلوب کر کے لوپیا پر پل ڈال دیا جس پر سے فوج اُتر کے سگامبری کے علاقے میں داخل ہوئی۔ مشرق میں آگے بڑھنے کے لئے اُن موذی قوموں کو جو عقب میں آجائیں قابو میں لانا ضروری تھا۔ پھر یہ کام کرنے کے بعد دروسوس لوپیا ہی کے کنارے کنارے چروسکی قوم کے علاقے (موجودہ ویسٹفالیہ) میں ویزورجیس کے کنارے تک بڑھا۔ اندیشہ تھا کہ اس پیش قدمی میں سگامبری قوم بہت روڑے اٹکائے گی۔ لیکن وہ ہمہ تن اپنے جنوبی ہمسایوں (یعنی چیٹی قوم) کے ساتھ لڑنے میں مصروف تھی جو کہ کوہ تونوس کے قریب آباد تھے۔ رسد کی قلت اور موسم سرما کی آمد رومیوں کو ویزورجیس کے عبور کرنے سے مانع آئی۔ اور واپسی میں وہ ایک خطرناک جال میں بھی پھنس گئے تھے کہ اگر سپہ سالار ایسا باتدبیر اور سپاہی ایسے سدھے ہوئے نہ ہوتے تو اس کا انجام تباہ کُن ہوتا۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ اربالو نامی ایک مقام پر جس کا اب پتہ نہیں چلتا، وہ ایک تنگ درے میں گھر گئے جہاں دشمن کمین میں بیٹھا تھا۔ لیکن اس بھروسے کہ ہم پر حملہ نہیں ہو سکتا اور رومی سپاہی اب کسی طرح نہ بچ سکیں گے، جرمنوں نے حملہ کرنے میں کافی احتیاط نہیں کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ رومی جیش ان کی صفیں چیر کر لڑتے بھڑتے درے سے نکل گئے اور لوپیا تک صحیح سلامت آپہنچے۔ اسی ندی کے کنارے، جہاں ر دالیسو اس ندی سے ملتی ہے، دروسوس نے ایک قلعہ تعمیر کیا اور اسے اس علاقے میں جس پر پورا تسلط نہیں ہوا تھا، اپنی سب سے اگلی جنگی چوکی قرار دیا، انہی ایام میں ایک اور قلعہ چیٹی قوم کے علاقے میں کوہ تونوس پر بھی تعمیر کیا گیا اور چیٹیوں کو رومیوں نے وہاں سے جبراً نکال کر سگامبری کے علاقے میں دھکیل دیا۔ ظاہراً آئندہ سال (سنہ ق م) بھی اسی قوم (چیٹی) کو مطیع کرنے میں صرف ہوا کیونکہ وہ لاوگونا اور مینوس (مین) کے درمیان اپنے پرانے مسکن کو دوبارہ لینے کے لئے جد و جہد کر رہی تھی۔ اس سال دروسوس کو پروقنصلی اختیارات حاصل ہوئے جو بادشاہ کے ماتحت گویا دوسرے درجے کی سپہ سالاری تھی۔ یہ اختیارات بطریق نامزدگی اسے پچھلے سال تفویض ہوئے تھے اور اسی کے تھوڑے دن بعد غالباً آئندہ سنہ میں، اسے اپنے بھائی تی بریوس کے ساتھ "امپراطور"

کا لقب عطا ہوا۔

لیکن فتح جرمانیہ کے منصوبۂ عظمیٰ کی تکمیل کی یہ جد و جہد دروسوس کو رہائن کی دفاعی تدابیر سے غافل و بے پروا نہ کر سکی تھی۔ اور اسی زمانے میں سمندر سے وین ونیسا تک پچاس دفاعی قلعے تعمیر کرائے گئے تھے۔ شمالی رہائن کا سب سے بڑا جنگی مرکز کاسترا وِیترا میں تھا اور بالائی رہائن کے مرکز موگون تیاکم (= مینز) کی بنیاد ہی غالباً دروسوس نے رکھی تھی۔ اسی زمانے میں یا اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد جو بڑے بڑے مرکز رومیوں نے اس علاقے میں قائم کئے ان میں سب سے مشہور ارجن توراتم، جنوبی نو دیوماگوس (جس کا اب سپائر جانشین ہے) بوریتوماگوس، بین گیوم، اور بونا تھے۔ شمالی نو دیوماگوس اب تک نیم گوان کہلاتا ہے اور دریائے رہائن پر جو دوسرا (شمالی) لگودونم آباد ہوا تھا وہ لیڈن کے نام سے مشہور رہا ہے اور اس کے مقابلے میں اس کے ہم نام کا تلفظ زیادہ نرم ہو کر لیون رہ گیا ہے۔

(۶) نوجوان فاتح اب "کشور کشائے جرمانیہ" کے لقب کا دعویٰ کرتا تو بیجا نہ تھا۔ سال آئندہ اسے پہلی مرتبہ قنصل بھی بنا دیا گیا اور اگرچہ آغاز سال کے وقت رومہ میں کچھ شگون اچھے نہ تھے، لیکن یہ باتیں اسے موسم بہار میں اپنی ماورائے رہائن فتوحات کی تکمیل کے لئے روانہ ہونے سے مانع نہ آئیں۔ اور اس مرتبہ وہ اس عزم مصمم کے ساتھ چلا کہ پہلے جس علاقے تک پہنچا تھا اس سے اور آگے جائے گا۔ یعنی ویزر اور جیس کی بجائے جو اس کی پہلی پیش قدمی کی حد تھی اب کے وہ البیس سے ادھر رکنا نہ چاہتا تھا۔ اس مہم کے لئے غالباً اس نے موگون تیاکم سے کوچ شروع کیا اور چتی قوم کے مفتوحہ علاقے سے گزر کر سوابیوں کی حدود میں داخل ہو گیا۔ پھر شمال کی جانب بڑھ کر وہ چروسکی اور ویزر و جیس کے کنارے تک جا پہنچا اور اس ندی کو عبور کر کے البیس پر غالباً اس نواح میں جا کے دم لیا جہاں اب میگ ڈبرگ آباد ہے، اس کوچ کے جنگی واقعات کے متعلق بجز اس کے کچھ تحریر

ع۱ یعنی موجودہ اسٹراس برگ۔ آخری تینوں شہروں کے نام آج بہ ترتیب ورمز، بنجن، اور بون ہیں۔

نہیں ہے کہ راستے میں رومیوں نے علاقے کو پامال وتاراج کر دیا اور ان کے ساتھ چند خونریز معرکے بھی ہوئے، البیس کے کنارے پر دروسوس نے ایک فتح کی یادگار تعمیر کی جو رومی پیش قدمی کی آخری منزل ظاہر کرتی تھی۔ اس کے واپس روانہ ہونے کی اصلی وجہ اور نیز آئندہ اس پر جو کچھ گذرا اس کے متعلق یہ عجیب کہانی بیان کی جاتی تھی کہ ایک عورت جس کا قد وقامت معمولی انسانوں سے بڑا تھا اس کے راستے میں آکھڑی ہوئی اور اسے واپس ہونے کا اشارہ اور یہ خطاب کیا "سیر نہ ہونے والے دروسوس! اس قدر تیز کدھر چلا۔ ان سب چیزوں کو دیکھنا تیرے نصیب میں نہیں ہے۔ واپس جا کہ تیرے کاموں اور زندگی کا خاتمہ قریب آگیا ہے۔"

اور حقیقت میں یہی ہوا۔ دروسوس کا وقت پورا ہو گیا۔ البیس کی ایک معاون ندی سیالا اور ریز ور جیس کے درمیان کسی مقام پر وہ گھوڑے سے گرا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ پھر تیس دن کی تکلیف کے بعد اسی صدمہ سے اس نے وفات پائی کیونکہ معلوم ہوتا ہے فوج میں کوئی قابل جراح نہ تھا۔ اغسطس کو جلد سے جلد اس حادثے کی ہوش فرسا خبر پہنچا دی گئی تھی۔ وہ ان دنوں غالیہ کے کسی شہر میں تھا۔ فوراً تبریوس کو جو تنہا سی گمراہی تھا، جرمانیہ بھیجا گیا اور وہ نہایت سرعت کے ساتھ جرمانیہ کے جنگلوں کو طے کرتا ہوا عین اس وقت دروسوس کی لشکرگاہ میں پہنچ گیا جب کہ بھائی کی زندگی کے آخری سانس گنے جا رہے تھے، اس موت نے سبھی کو سوگوار بنا دیا۔ بادشاہ اور فوج دونوں کا منظور نظر جدا ہو گیا اور سلطنت ایک لایق سپہ سالار کی خدمات سے محروم ہو گئی۔ دروسوس کی عمر ابھی پوری تیس برس کی بھی نہ تھی بایں ہمہ وہ بہت کچھ کر چکا تھا اور اس سے بہت زیادہ کر دکھانے کا مشتاق تھا۔ تاریخ میں اس کو جو منزلت حاصل ہے شاید اس کا بہترین اندازہ کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ اگر موت دروسوس کو اپنا منصوبہ پورا کرنے کی مہلت دیتی تو پھر جو کام اس نے شروع کیا تھا وہ آسانی سے برباد وخراب ہو سکتا نہ وہ واقعات پیش آتے جن کا ذکر آگے آتا ہے اور گویا وسط یورپ کی تاریخ کا رنگ ہی دوسرا ہوتا۔

دروسوس کی نعش پہلے رہائن کے کنارے فوج کے سرمائی مقام پر

لائی گئی وہاں سے روما لے گئے اور جلا کر اس کے "پھول" (راکھ) اغسطس کے مقبرے میں محفوظ کر دیے گئے۔ اس کی وفات پر دو تقریریں ہوئیں ایک تو چوک میں تی بریوس نے کی اور فلامی نوس کے دنگل میں خود اغسطس نے کی۔ ان رسوم ماتم کے علاوہ متوفی کشور کشا کا اعزاز و توقیر قائم رکھنے کی اور تدبیریں بھی اختیار کی گئیں۔ فاتح جرمانیہ کی حیثیت سے اسے اور آیندہ اس کی اولاد کو لقب "جرمانی کوس" عطا کیا گیا موگون تیاکم میں ایک چھتری اور محراب تعمیر کرائی گئی کہ نئے صوبہ کے فاتح کا نام قائم رہے معلوم ہوتا ہے اس شہر کو دروسوس کے ساتھ کوئی خاص تعلق بھی تھا۔ سنگ و خشت کی یہ یادگاریں ہمارے زمانے تک سلامت نہ رہ سکیں لیکن نظم میں ایک یادگار باقی رہ گئی جو مرثیے کی صورت میں کسی نے متوفی کی ماں ملکہ لیویہ کو لکھ کر بھیجی تھی۔ مگر اسے پڑھ کر ہمیں خیال ہوتا ہے کہ اس نظم "کون سولاتیو اد لی ویام" کے مصنف نے نوجوان فاتح کی موت کا ماتم تو کیا لیکن اس کی خوبیاں جس وضاحت کے ساتھ چاہئے تھیں بیان میں نہ آئیں۔

فصل دوم۔ تی بریوس کا جرمانیہ آنا پانونیہ کی بغاوت

(۷) اپنے بھائی کے کام کو سرانجام دینے کی خدمت اب تی بریوس کے تفویض ہوئی جو پرو قنصلی اختیارات اور لقب "امپراطور" سے سرفراز ہو چکا تھا۔ بھائی کی جگہ غالیہ کے تینوں صوبوں کی صوبہ داری اور افواج رہائن کی سپہ سالاری اسے دی گئی اور رہائن و البس کے درمیان کے نیم مطیع جرمن قبائل پر اس نے رومی سیادت بھی قائم رکھی۔ آخر میں سخت تدابیر سے سگامبری قوم کو بھی پوری طرح فرماں بردار بنا لیا گیا اور انھیں رہائن کے بائیں کنارے پر بسنے کے لئے زمین دی گئی۔ گرمی کے موسم میں ہر سال رومی فوجیں نئے صوبے کے مختلف حصوں میں گشت لگاتیں۔ رومی سردار مقدمات کا فیصلہ کرتے اور

رومی وکیل رہائن کے پار تک وکالت کرنے پہنچتے تھے۔ جرمانیہ کو دوسرے صوبوں کی مثل بنانے میں ابھی بہت کچھ کمی تھی اور اہل جرمانیہ سے افواج ملکی یا کسی باقاعدہ مالگزاری کا مطالبہ کرنا بھی غالباً خطرے سے خالی نہ تھا۔ ادھر تی بریوس پر اگرچہ فوج کو پورا اعتماد تھا لیکن خود بادشاہ کو اس سے محبت نہ تھی اور ۹ ق م میں جب کہ وہ دوبارہ عہدہ قنصلی پر ممتاز ہوا، اسے جلوس فتح کے نکالنے کی اجازت تو دی گئی لیکن جرمانیہ کی طرف نہ بھیجا گیا اور سال آیندہ وہ معاملات ملکی سے کنارہ کش ہو کر روڈس چلا آیا۔ جرمانیہ میں اس کے جانشینوں نے جو کچھ کیا اُن کا بہت ہی کم حال ہم تک پہنچا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ نا اہل تھے یا بیکار وقت گزارتے رہے ہوں گے۔ اصل یہ ہے کہ اس زمانے کے درباری انشاپردازوں کی نظر تو صرف دروسوس اور تی بریوس یعنی شاہی خاندان کے افراد کے کارناموں پر رہتی تھی اور دوسروں سے وہ اغماض برتتے تھے ورنہ یہ بالکل یقینی بات ہے کہ دروسوس کے مفتوحہ مقامات کے ضبط و استحکام کی کوششیں برابر جاری رہیں گو اس زمانہ میں مقامی اقوام اس قسم کی شورش و بغاوت بھی کرتی رہی ہوں گے جیسی کہ ۱ ق م میں ام دی تی لیوس کو فرو کرنی پڑی۔ ایک اور جیش سالار (دومی تیوس اہینو بار بوس) کے سڑک بنانے کا بھی ذکر آتا ہے جو امی سیہ کو رہائن سے ملاتی اور ”پونتس لونگی“ (لمبی پٹری) کہلاتی تھی۔ مگر واضح رہے کہ ان فوجی سرداروں کو دروسوس اور تی بریوس کی طرح غالیہ کے صوبوں کی حکومت تفویض نہیں کی جاتی تھی۔

گایوس اور لوسیوس سیزر کی وفات کے بعد تی بریوس کا اپنے سوتیلے باپ سے ملاپ ہوا اور اس نے پھر ایک مرتبہ افواج رہائن کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لی۔ اس انتخاب سے سپاہی بھی بہت خوش ہوئے کیونکہ انھیں تی بریوس کی سپہ سالاری کا تجربہ اور اس پر پورا بھروسہ تھا اور دوسرے یہ کہ اب وہی آیندہ بادشاہی کا حقدار رہ گیا تھا۔ ادھر فوج کو ایک سخت گیر نگران کی بھی ضرورت تھی جس کے بغیر ان میں سرکشی اور نافرمانی کا مادہ ترقی کرتا نظر آتا تھا۔

تی بریوس نے دوبارہ سپہ سالار مقرر ہونے کے بعد سب سے پہلی فوج کشی

(سنہ ۲ ھ) میں ویزور جیس کے پار تک پیش قدمی کی اور قوم چروسکی کو مطیع کیا جسنے رومیوں کا طوق حکومت اتار پھینکا تھا۔ اسی مہم کے زمانے میں رومی سپاہ نے پہلی مرتبہ موسم سرما رائن کے پار قلعۂ الیسو میں گزارا جو لیپا کے کنارے واقع تھا۔ سال آیندہ (سنہ ۵ ء) رومی افواج زیرین البین تک بڑھیں اور چروسکیوں کی بغاوت کو فرو کیا۔ اسی موقع پر لانگوباردی قوم کو رومیوں نے مغلوب کیا جو انہی علاقوں میں آباد تھی۔ یہ وہی قوم ہے جس کے نصیب میں آیندہ ایک عرصے کے بعد اطالیہ پر فرماں روائی کرنا اور "لومبارد" کے نام سے شہرۂ آفاق ہونا لکھا تھا لیکن تاریخ میں اس کا پہلی مرتبہ ذکر اسی مہم کے ضمن میں آتا ہے اس فوج کشی میں تی بریوس نے اُسی قسم کی جنگی تیاریاں زیادہ وسیع پیمانے پر کی تھیں جیسی کہ دروسوس کی اٹھارہ برس قبل کی مہم کے حالات میں ہم دیکھ چکے ہیں۔ یعنی جنگی بیڑا بھی بری سپاہ کے ساتھ تھا اور اگر دروسوس کے جہاز زیادہ سے زیادہ ویزور جیس کے دہانے تک بڑھے تھے (حالانکہ یہ بھی یقین نہیں ہے) تو تی بریوس کا بیڑا البیس بلکہ جزیرہ نمائے کیمبری (ڈنمارک) کے شمالی سرے تک پہنچ گیا اور سمنونی اچاری ولس اور کیمبری وغیرہ بعض قوموں نے جو البیس کے بھی آگے مشرق میں بستی تھیں ایلچی بھیجے کہ رومہ کی قوم اور بادشاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کریں۔

(۸) اس طرح تی بریوس کے عہد سپہ سالاری میں رومہ کے ماورائے رائن مقبوضات قابو میں آگئے اور سال آیندہ (سنہ ۶ ء میں) جوہر سپہگری دکھانے کے لئے ایک اور میدان بھی نکل آیا جس میں کشور کشائی کی خدمت اسی کے سپرد کی گئی۔ واضح رہے کہ جب دروسوس اپنی پچھلی مہم میں مینوس تک بڑھا تو مارکومانی قوم کی زمین بھی اس کی زد میں آگئی۔ لیکن جب رومی اس علاقے میں داخل ہوئے تو یہ قوم اپنے سردار مارو بودوس کے ماتحت ہٹ کر وسط یورپ کے اس کوہستانی ملک میں پناہ گزین ہو گئی جو قلطی نسل کی بوئی قوم کے نام سے (اس زمانے میں بھی قوم اس ملک میں بستی تھی) بوئیو ہیمم یا بوہیمیہ کہلانے لگا ہے۔ نو وارد مارکومانیوں نے قلطیوں کو نکال دیا اور ان کے بادشاہ مارو بودوس نے

یہاں ایک متحد اور طاقتور ریاست قائم کی اور شمال اور مشرق کے وہ جرمن قبائل بھی اسی ریاست کے ماتحت ہو گئے جو بوہمیہ کے ہمسائے میں آباد تھے، اصل یہ ہے کہ اس لائق بادشاہ کی نظر اپنے ہموطنوں سے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ وہ رومی تمدّن کی طرف مائل اور نظم و نسق کے اصول اور طریقوں میں رومیوں کی تقلید پر آمادہ تھا۔ اس لیے رومی طرز اور انہی کے اصول کے مطابق ستر ہزار پیادہ اور چار ہزار سوار کی فوج بھی مرتب کی تھی لیکن اس کا منشا جنگجوئی نہ تھا بلکہ امن و صلح کو وہ اپنی حکمت عملی کا لازمی جزو سمجھتا تھا۔ اسے رومیوں کے ساتھ اُلجھنے کی خواہش نہ تھی مگر اسی کے ساتھ وہ صاف طور پر انھیں جتا دینا چاہتا تھا کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ اپنے دفاع کی کافی قوت رکھتا ہے۔ رومیوں کا حلیف بننے میں اسے تامّل نہ تھا لیکن وہ ان کا باج گزار بننا نہ چاہتا تھا۔ مگر اس کی ریاست کا محل وقوع ایسا تھا کہ تصادم ناگزیر ہو گیا۔ کیونکہ شمال میں جرمانیہ اور جنوب میں نوری کم اور پانونیہ پر قبضہ ہونے کے بعد رومی حکومت اس بات کو کسی عنوان جائز نہ رکھ سکتی تھی کہ اس کے صوبوں کے درمیان ایک آزاد جرمن ریاست کی میخ گڑی رہے۔ ادھر درا و وس اور ڈینیوب کے درمیان کا علاقہ اگر ابھی براہ راست قبضے میں نہ آچکا تھا، تو بھی اس میں صرف وقت اور موقع ملنے کی کسر باقی تھی اور پھر یہ بات آپ سے آپ ضروری تھی کہ ڈینیوب سے البس تک سرحد کا غیر منقطع سلسلہ قائم کر دیا جائے۔ بہ الفاظ دیگر سلطنت کی مصالح کا مقتضیٰ تھا کہ مارو بودُوس کی ریاست کا الحاق اور ماروس تک پیش قدمی کی جائے (یہ ندی جو پرس برگ کے قریب ڈینیوب سے ملی ہے آج کل مارچ کہلاتی ہے)

القصہ ایک آزمودہ کار سپہ سالار سن ستیوس ساترنی نوس کی قیادت میں رہائن کی سپاہ نے کوچ کیا اور ہرکینیہ کے جنگلوں کے نامعلوم حصوں کو طے کرتی ہوئی بڑھی کہ الی ریکم کی فوجوں سے جا ملے جنھیں خود تی بریوس ڈینیوب کے پار سے کار نونتم پر لا رہا تھا۔ دونوں فوجوں میں بارہ جیش یعنی ماربودُوس کی جمع کردہ فوج سے دُگنے سپاہی تھے۔ اور تی بریوس جیسے محتاط و تجربہ کار سپہ سالار کی قیادت میں مہم کی کامیابی یقینی نظر آتی تھی۔ لیکن یہ امر شدنی نہ تھا۔ اس سے قبل کہ

دونوں رومی فوجیں ایک دوسرے سے ملیں یکایک ایسی پریشان کن خبریں ملیں کہ تی بریوس کو فوراً واپس جانا پڑا۔ یعنی خود دلماشیہ اور پانونیہ میں ناقابل برداشت محصولات عائد کئے جانے کی وجہ سے بغاوت پھوٹ پڑی اور اس نے ایسی اندیشہ ناک صورت اختیار کرلی کہ اسے فرو کرنے کے لئے نہ صرف الی ریکم کی فوجوں کو واپس آنا پڑا بلکہ میزیہ اور سمندر پار (غالباً شام) سے بھی مدد طلب کرنی پڑی۔ ماربوددوس کے واسطے خود حملہ کرنے کا یہ بہت اچھا موقع تھا لیکن وہ اس اندرونی فساد میں اپنے علیحدہ رہنے کی حکمت عملی پر قائم رہا اور تی بریوس نے صلح کی جو شرطیں پیش کیں وہ اس نے قبول کرلیں۔ ساترنی توس کی فوجیں بہ عجلت رہائن کی طرف واپس ہوئیں کہ ادھر اسی قسم کی بغاوت ہونے کا سدّباب کریں۔

(۹) پانونیہ کی بغاوت تین سال سے پہلے فرو نہ ہوی اور دلماشیہ کی بغاوت نے ایک سال اور طول کھینچا۔ یہاں باغیوں کا سرغنہ باتو نامی ایک شخص تھا جس نے ایک مرتبہ سالونی کو فتح کرنے کی کوشش بھی کی اور خود سخت زخم کھا کر پسپائی پر مجبور ہوا اور مقدونیہ کے ساحل کو اپولونیہ تک تاخت تاراج کرنے کے سوا اور کچھ نہ کرسکا۔ اس کے مقابلہ میں الی ریکم کا جیش سالار اور مشہور مقرر مسالا کا بیٹا والریوس مسالی نوس تھا جسے لڑائی میں کبھی فتح اور کبھی شکست ہوتی رہی ادھر پانونیہ میں بھی باغیوں کا سب سے مشہور سرغنہ ایک دوسرا باتو تھا۔ اور جس طرح دلماشیہ کے باتو کو سالونی لینے میں ناکامی ہوی اسی طرح سیرمیم پر قبضہ کرنے کی کوشش میں پانونیہ کا باتو ناکام رہا اور اس شہر کی فصیل کے سامنے اسے میزیہ کے جیش سالار سوی روس نے جو بہ عجلت میدان جنگ میں پہنچ گیا تھا، شکست دی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے یہ دونوں باتو آپس میں مل گئے اور انھوں نے سیرمیم کے قریب کوہ الماس پر ایک مستحکم مقام کو اپنا مستقر بنالیا تی بریوس سردیاں گزارنے سیس کیا میں ٹھیر گیا تھا اور اسی مقام کو اس نے پانونیہ پر فوجیں بڑھانے کے لئے اپنا مرکز قرار دیا تھا۔ اس کی ماتحتی میں رفتہ رفتہ پندرہ جیش تک ان باغی صوبوں میں جمع ہو گئے تھے اور تھریس کا وفادار امیر بھی

دستگیری کے لئے آگیا تھا۔ علاوہ ازیں کومی فوج کی ایک غیر معمولی تعداد یعنی پورے نوّے ہزار سپاہی اس لڑائی میں جھونک دیئے گئے تھے۔ باغیوں کی دہشت کچھ مقدونیہ ہی میں نہیں اطالیہ اور رومہ میں بھی پھیل چلی تھی۔ خود اغسطس بہ تعجیل اری می نیم آگیا کہ مقام جنگ سے قریب رہے۔ اطالیہ میں نئی فوج بھرتی کی گئی اور دروسوس کے نوجوان بست و یک سالہ فرزند جرمانی کوس کو اس نئی فوج کا سردار مقرر کیا گیا۔ ۸ء میں جنگ نے ایک منتشر صورت اختیار کرلی یعنی باغی کھلے میدان میں جم کر لڑنے سے جی چرانے لگے سیس کیا سے جرمانی کوس رود انا کے کنارے کنارے مغربی دلماشیہ میں بڑھا اور میزہ ئی قوم کو اس نے مغلوب کرلیا جو اس زمانے کے صوبہ بوسینہ کے مغربی سرے پر بستی تھی۔ پھر اس نے ۸ء و ۹ء میں تین بڑے بڑے قلعے سر کئے جو بظاہر لی بورنیہ اور رجاپی دیہ کی سرحد پر واقع تھے اس کے بعد قلعہ اردو پا کا طویل محاصرہ اور وہاں کا یہ عبرت ناک واقعہ قابل ذکر ہیں کہ جس وقت یہ قلعہ فتح ہوا تو وہاں کی بہادر عورتوں نے خود اپنے تئیں اور اپنے بچوں کو آگ میں جھونک دیا۔ لیکن ان واقعات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آئندہ موسم خزاں میں پانونیہ کے باتو کو رومیوں نے توڑ لیا اور باتھی نوس نالے کی لڑائی (۳ اگست) میں اس نے نہ صرف خود ہتھیار ڈال دئے بلکہ اپنے رفیق و حریف پینے کو بھی گرفتار کرکے تی بریوس کے حوالے کردیا۔ اس غدارانہ بکار گزاری کے صلے میں اسے قوم بریوسی کا رئیس تسلیم کرلیا گیا تھا لیکن اسے بہت جلد اس شرمناک فعل کی سزا مل گئی یعنی اس کے ہم نام دلماشیہ کے باتو نے اسے پکڑ کر جان سے مروا دیا۔

باتھی نوس نالے کی جنگ نے جس کی خبر لے کر خود جرمانی کوس اغسطس کے پاس اری می نم دوڑا گیا تھا، بادشاہ کو بہت کچھ مطمئن کردیا اور اس نے رومہ

۱؎ ممکن ہے کہ یہ مقام اس راستے پر واقع ہو جو ناروناسے اسکو دڑا آتا تھا۔

۲؎ یہ نالہ جو مقام "وارث دین" کے جنوب مشرق میں ڈریو ندی سے ملتا ہے، اب بدینا کہلاتا ہے۔ اس لڑائی کی تاریخ ایک کتبے میں محفوظ ہے (دیکھو "مجموعۂ کتبات لاطینی")

واپس آکر شکرانے کی نذر و نیاز ادا کی۔ بے شبہ رومیوں کی اس کامیابی نے جنگ کا عملی طور پر خاتمہ کر دیا تھا پھر بھی تی بریوس کو سال آیندہ اپنی فوجیں اہل ولماشیہ کے خلاف میدان میں لانی پڑیں اور جب تک باتو نے اپنے آخری ملجا اندت ریم (قریب سالونی) میں گھر کر ہتھیار نہ ڈال دئے لڑائی جاری رہی۔ آخر باتو گرفتار ہو کر راونا بھیجا گیا اور وہاں اس نے وفات پائی۔ جب اسے حراست میں تی بریوس کے سامنے لائے اور اس سے دریافت کیا گیا کہ تم نے بغاوت کیوں کی تو اس نے جواب دیا کہ "یہ نتیجہ ہے خود تمھارے اس طرز عمل کا کہ تم اپنی بھیڑوں کی حفاظت کے لئے کتے یا گڈریئے نہیں مقرر کرتے بلکہ بھیڑئے بھیجتے ہو کہ ان کا شکار کریں" اس پریشان کن اور طویل جنگ کو ختم کرنے میں اچھے رومی ہنی بال کی جنگ کے بعد سب سے دشوار و سخت بتاتے تھے جرمانی کوس نے جو حصہ لیا وہ بہت امید افزا تھا اور اسے دیکھکر توقع ہوتی تھی کہ یہ نوجوان آگے چل کر بہت کچھ کارنمایاں کرے گا۔ لوگوں میں وہ اپنے باپ کی طرح نہایت ہر دلعزیز تھا اور اسی کامیابی کے صلے میں اسے بہت کچھ انعام اکرام دیا گیا اور پری توری مرتبے کے اعیان میں سب سے اونچی جگہ عطا ہوئی۔ خود تی بریوس کے لئے مجلس نے جلوس فتح نکالنے کا فیصلہ کیا مگر اس جشن شادمانی کا انعقاد مقدر میں نہ تھا اور اس سے قبل کہ لوگ افواج ڈین یوب کی کارگزاری کی پوری داد دے سکیں، اس ہولناک مصیبت کی اطلاع ملی جو افواج رہائن پر پیش آئی تھی،

فصل سوم۔ جرمنوں کی بغاوت اور وارو س کی شکست

(۱۰) معلوم ہوتا ہے بادشاہ کو جرمانیہ کے نئے صوبے میں کسی بغاوت کا چنداں اندیشہ بھی نہ تھا۔ کیونکہ اس نے افواج رہائن کی سپہ سالاری پر ایک ایسے شخص کو مقرر کیا جو میدان جنگ کا تجربہ اور کسی نازک موقع پر

کام کرنے کی مطلق صلاحیت نہ رکھتا تھا وہ پبلیوس کوئینک تی لیوس وار وس، اغسطس سے دُور کا سمد ھیانے کا رشتہ دار تھا اور شام کے ملک میں بادشاہی جیش سالار کی حیثیت سے اگر نیکنامی نہیں تو دولت ضرور اُس نے کمائی تھی چنانچہ مشہور تھا کہ جب وہ شام آیا تو یہ مُلک مالا مال اور وہ خود مفلس تھا لیکن جب واپس گیا تو خود مالا مال اور ملک مفلس ہو گیا تھا! لیکن شام کی حکومت کے یہی مزے جرمانیہ آکر اس کے حق میں نہایت ناساز گار ثابت ہوئے وہ یہاں کی صورت حالات کو بالکل نہ سمجھا اور اسی خیال خام میں رہا کہ جن طریقوں سے اُس نے شام میں کامیابی پائی تھی وہ جرمانیہ میں بھی اسی طرح چل جائیں گے بہ الفاظ دیگر ان دونوں صوبوں کی حالت میں جو کھلا ہوا فرق تھا، وہ اسے نہ سوجھا اور وہ اتنی بات بھی نہ سوچ سکا کہ البیس ورہائن کے درمیان کے علاقے پر ابھی تک رومہ کا قبضہ کس قدر کمزور ونا پائدار ہے۔ سلطنت رومہ کے چتر کے نیچے ہونے کی وجہ سے وہ جرمانیہ کے وحشی قبائل میں بھی اپنے آپ کو بالکل محفوظ تصور کرتا تھا اور بے دھڑک وہاں کے لوگوں پر تاوان اور جرمانے ٹھونک دیتا اور فیصلے کرتے وقت عواقب اور نتائج کی ذرا بھی پروا نہ کرتا تھا۔

مگر عین اس کی آنکھوں کے سامنے سخت شورش کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ جرمانیہ کے وہ فدائیان وطن جو اغیار کی حکومت کا عار کبھی صبر کے ساتھ نہ اٹھا سکتے تھے تاڑ گئے کہ اگر قوم کی آزادی کے لئے جد و جہد کا کوئی مساعد وقت ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ اس ہمت کے کام میں جرمانیہ کی صرف چار ممتاز قومیں شریک ہوئیں ،۔ چِروسکی، چتّی، مارسی اور بروک ترِی۔ دروسوس کے مقابلے میں بھی یہ سب سے پیش پیش رہی تھیں۔ باقی فریسی، چوسی اور سوابی قوموں نے جو شاہ ماروبودوس کی سیادت میں آگئی تھیں، اس بغاوت میں کوئی حصّہ نہیں لیا۔

بغاوت کا بانی اور سرغنہ چروسکی قوم کا امیر ارمی نیوس ابن سیجی مر تھا اس کی عمر پچّیس سال سے زیادہ نہ تھی اسے اور اس کے بھائی فلاووس کو خاص اغسطس نے رومہ کا ملکی باشندہ بنا کر سرفرازی کی تھی پھر وہ ترقی پاکر رومہ

کے طبقہ متوسط میں داخل کیا گیا اور رومی پرچم کے نیچے جنگ میں بھی شریک ہو چکا تھا۔ وہ نہ صرف جسمانی قوت و مردانگی کا امتیاز رکھتا تھا بلکہ سب جانتے تھے کہ ذہن و ذکا کے اعتبار سے بھی غیر متمدن لوگوں میں وہ نہایت غیر معمولی شخص ہے مذکورۂ بالا اسباب سے اہل روما اسے طبعاً معتمد علیہ سمجھتے تھے اور جب اس کے ایک ہم وطن سجیس تس نے جو رومیوں کی نسبت کہیں بہتر واقفیت رکھتا تھا ارمی نیوس کے خلاف کچھ الزام لگائے تو رومیوں نے کوئی شنوائی نہ کی۔

لیکن ارمی نیوس نے جب استحصال آزادی کی تیاریاں کیں تو خود اس سجیس تس کا ایک بھائی سجی مر اور بیٹا سجی منڈ بھی ارمی نیوس کے شریک حال ہو گئے اور سب سے بڑھکر یہ کہ سجیس تس کی بیٹی تسنلدہ نے بھی اپنے باپ کے خلاف منشا نوجوان محب وطن ارمی نیوس کے ساتھ شادی کر لی۔

بغاوت کے بانیوں کی حکمت عملی یہ تھی کہ اپنے منصوبوں کو آخری وقت تک مخفی رکھا جائے اور اس عرصے میں وار وس کو جو اپنی جگہ پہلے ہی مطمئن تھا اور بھی زیادہ غافل و مطمئن کر دیا جائے جرمانیہ میں ان دنوں رومیوں کے پانچ جیش رہتے تھے۔ دو کا قشلاق (یعنی سرمائی مستقر) موگون تیاکم میں تھے اور باقی تین شمالی رائن کے کنارے کاستر اوتیر ا پر رہتے یا الیسو کے قلعے میں جو رود لوپیا کے کنارے واقع تھا۔ گرمیوں میں وہ کبھی کبھی صوبے کے اندرونی حصوں میں گشت لگاتے اور سنہ ۹ء میں وار وس تین جیشوں کے ساتھ ویروز جیس کے کنارے گرمیاں گزارنے آگیا تھا اور اس کا یہ مستقر غالباً موجودہ منڈن اور پورٹا ویسٹ فالیہ سے کچھ زیادہ فاصلہ پر نہ ہو گا۔

لشکر میں سپاہیوں کے علاوہ بہت سے اہل مقدمہ اور اُن کے وکیل آئے ہوئے تھے خود سازش کے سرغنہ وہاں موجود اور صوبہ دار کے ساتھ نہایت دوستانہ تعلقات رکھتے اور اکثر اس کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ جب خزاں کا موسم آیا اور بارشیں شروع ہونے سے قبل وار وس نے مغرب کی طرف مراجعت کی تیاریاں کیں۔ تو اس میں شبہ کرنے کی گنجایش نہیں کہ اس کے تابستانی مقام سے الیسو تک آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری تھا اور وہ اگر اسی راستے سیدھا الیسو چلا جاتا

تو اری نیوس کو اپنے منصوبوں میں شاید ہی کوئی کامیابی ہوتی۔ لیکن یکایک کسی قبیلے کی بغاوت کی اطلاع ملی جو بہت دُور کار ہنے والا تھا۔ اور وار وس نے سیدھے واپس جانے کی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ چکر کھا کے اس قبیلے کی سرکوبی کرتا ہوا اپنے مقام پر جائے۔ اہل سازش کے حق میں مذکورہ بالا اطلاع ایسی برمحل تھی کہ خواہ مخواہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ بھی انھی سازشیوں کا فریب نہ ہو۔

اب رومیوں کو سنگستانی زمین اور ایسے جنگلوں میں سفر کرنا پڑا جہاں نہ کوئی لیباک تھی نہ بٹیا۔ ادھر بوجھ بھار اور بہیر و بنگاہ کے ساتھ ہونے سے ان کی دشواریاں اور بھی زیادہ ہوگئیں اور اس پر بارش کا آنا مستزاد ہوا جو ان کے کوچ کے وقت شروع ہوگئی تھی اور اس نے زمین کو پھسلنی بنا دیا تھا۔ غرض جرمن محبان وطن کے ہاتھ اس سے بہتر وقت نہ آسکتا تھا کہ حصول آزادی کے لئے جان پر کھیل کر جو کچھ کرنا ہے کر گزریں۔ سیگیس تس نے وار وس کو آنے والے خطرے سے متنبہ کردیا تھا لیکن یہ سرشار غفلت ارمی نیوس کے قول و قرار پر پھولا رہا۔ حتیٰ کہ جس وقت رومی جیوش "سالتوس تیو تو برگتین سیس" کے دشوار و پیچیدہ راستے سے گذر رہے تھے، ان پر باغیوں نے متفق ہو کر حملہ کیا۔ اس "تیو تو برگی جنگل" کا ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں چل سکا لیکن بظاہر یہ امی سیا اور لو پیا کے درمیان کسی جگہ البیو کے شمال مشرق میں تھا۔ بہر نوع اب یہ فیصلہ کرنا محال ہے کہ رومیوں پر جو تباہی نازل ہوئی اس میں صورت حالات کی مجبوریاں کیا تھیں اور سپہ سالار کی نااہلی کو کس قدر دخل تھا!

رومی سپاہ تین روز تک آگے بڑھتی اور جس حد تک ممکن ہوا دشمن کے حملوں کو روکتی رہی اور حق یہ ہے کہ اگر وار وس میں یہ قابلیت ہوتی کہ سپاہی اس پر پورا بھروسہ رکھنے یا اس بات کی صلاحیت کہ اپنی فوج کو پیوستہ رکھ سکتا تو گمان غالب یہ ہے کہ وہ اس مہلکے سے صحیح سلامت نکل آتا۔ لیکن اس کی سپہ سالاری نے سردار و سپاہی سب کے حوصلے پست کر رکھے تھے۔ فوج کا میر آخور (یا گھوڑوں کا مہتمم) سارا رسالہ ساتھ لے کر اور اپنی جگہ چھوڑ کر چل دیا تھا کہ پیادوں پر جو کچھ گزرتی ہے گزرے اور اس کی جان بچ جائے۔ ادھر فوج میں سب سے پہلے خود وار وس کی

ہمت نے جواب دے دیا۔ اور ایک زخم کھانے کے بعد اس نے مایوس ہو کر خودکشی کر لی۔ بعض اور فوج والوں نے بھی اس کی تقلید کی اور باقی سب سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ باغیوں نے ان قیدیوں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا اور بعض کو زندہ دفن کر کے مارا بعض کو سولی پر لٹکا دیا اور بعض کو اپنے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا دیا واروس کی ماتحتی میں تین جیش (ہفدہم، ہجدہم اور نوزدہم) چھ کوہورت اور رسالے کے تین دستے تھے لیکن اہل سازش کی استدعا پر کئی دستے قیام امن کے واسطے مختلف قبائل کے علاقوں میں بھیجدئے گئے تھے! اس سے ادھر تو فوج کی اصلی قوت کم ہوئی اور ادھر بغاوت پھیلتے ہی یہ دستے جن میں زیادہ تر گولی افواج کے سپاہی تھے، جہاں تھے وہیں گھیر گھیر کر قتل کر دئے گئے۔ باقی تیوتوبرگی جنگل میں جو سپاہی دام بلا میں گرفتار ہوئے اُن کی کل تعداد غالباً بیس ہزار کے قریب ہی ہوگی اور ان میں سے سواروں اور اکّا دکّا پیادوں کے سوا کوئی بھی زندہ نہ بچا۔ تینوں جیشوں کے عقابی جھنڈے فتحمندوں کے ہاتھ آئے اور مجموعی طور پر یہ ایسی ہزیمت رومیوں کو نصیب ہوئی کہ یوم کاری کے بعد کبھی نہ ہوئی تھی۔

آخر آزادی کی کوشش سرسبز ہوئی۔ وسط جرمانیہ کے باشندے ویزر جیس سے راہن تک اغیار کا طوق اطاعت پھینک کر آزاد ہو گئے۔ پھر یہ کہ اس کامیابی سے معلوم ہوتا تھا کہ دو ایسے نتیجے پیدا ہوں گے جو سلطنت روما کے حق میں نہایت خطرناک تھے۔ اوّل تو یہ اندیشہ تھا کہ اگر فتحمند باغی بڑھتے ہوئے راہن کے پار بائیں طرف اُتر آئے تو وہاں بھی شورش کا طوفان بپا ہو جائے گا جو عجب نہیں کہ غالیہ کی وفاداری کو تزلزل میں ڈال دے اور دوسرا خدشہ یہ تھا کہ بغاوت کو ایسا کامیاب دیکھ کر کہیں مارکومانی قوم کا رئیس اور سوابی قبائل کا سرگروہ ماربودوس بھی باغیوں کے ساتھ نہ ہو جائے۔ لیکن یہ دونوں خطرے ٹل گئے یعنی پہلے خطرے کا قلعہ الیسو کی فوج کے سردار لوسیوس سی دی سیوس کی جانبازی اور نونیوس اسپرناس کی مستعدی نے سدباب کر دیا جو موگونتیاکم کی چھاؤنی کے باقی ماندہ دو جیشوں کا سردار تھا۔ لیکن باغیوں نے اپنی فتح کے بعد سب سے پہلے الیسو ہی پر بڑھ کر حملہ کیا تھا جسے سی دی سیوس نے

اس بہادری سے لڑکر بچایا کہ انھیں اس کے محاصرے پر قناعت کرنی پڑی۔ ناکہ بندی نے آخر قلعے میں اجناس کا قحط ڈال دیا اور جب رسد کم ہوئی اور کوئی مدد نہ پہنچی تو قلعے کی فوج ایک اندھیری رات میں چپکے سے باہر نکل آئی اور لڑتی بھڑتی مصیبت اٹھاتی کاسترا ویترا تک پہنچ گئی۔ اسی مقام پر (واروس کی ہزیمت کی خبر سن کر) اس پر ماس بھی اپنی فوج کو جس قدر جلد ممکن ہوا لے آیا کہ جرمنوں کو رہائن عبور کرنے سے روک دے۔

دوسرا خطرہ جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا خود ماربودوس کے مزاج کی بوالعجبی سے زائل ہوا۔ ارمی نیوس نے اپنی حیرت انگیز کامیابی کے ثبوت میں خود واروس کا سر کاٹ کر ماربودوس کے پاس بھیجا تھا اور اسے امید تھی کہ یہ بادشاہ اپنے متحدہ قبائل کو لے کر رومہ کے خلاف جرمن باغیوں کا شریک حال ہو جائے گا۔ لیکن اس کا پیام بے سود ثابت ہوا۔ ماربودوس کو الگ تھلگ رہنے کی حکمت عملی نہ بدلنی تھی نہ بدلی اور باغیوں کے ساتھ ایکا کرنے سے انکار کر دیا۔

(۱۱) جب اس ہزیمت کی اطلاع رومہ پہنچی تو اغسطس نے موقع کی نازکی کے مطابق بہت ہمت اور سرگرمی سے کام لیا۔ شہر والے خطرے سے بالکل بے پروا معلوم ہوتے تھے اور اکثر نے فوجی فہرست میں نام درج کرانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ آخر بادشاہ کو جرمانے اور سخت سزا کی دھمکیاں دینی پڑیں پھر سابق سپاہی اور موالی کی جس قدر تعداد ممکن ہوئی بہ تعجیل سمیٹ کر رہائن کی طرف بھیجدی گئی کہ جس قدر جلد ممکن ہو وہاں پہنچ جائے۔ ادھر جرمن سپاہیوں کو جو بادشاہ کی فوج خاصہ میں شامل تھے۔ فوراً اسلحہ لے کے رومہ سے باہر نکال دیا گیا۔ آیندہ سال (سنہ ۱۰ئہ) رہائن کی فوج کی جس کی تعداد بڑھا کر اب آٹھ جیش کر دی گئی تھی سپہ سالاری تی بریوس کے تفویض ہوئی۔ قیاس چاہتا ہے کہ اس میں سے نصف یعنی چار جیش ضرور موگونتیاکم اور باقی چار ویترا کے مقام پر متعین کئے گئے ہونگے اور غالباً بادشاہ کا ارادہ تھا کہ اس فوری خطرے کے زائل ہونے کے بعد جرمانیہ کی افواج کو مستقل طور پر دو سپہ سالاروں کے ماتحت تقسیم کر دیا جائے۔

معلوم ہوتا ہے تی بریوس کا پہلا سال صرف رہائن کی دفاعی تدابیر بیز پہلی فوج کی ہمّت تازہ کرنے اور نئی فوج میں ضبط و باقاعدگی پیدا کرنے میں صرف ہوا پھر دوسرے سال (سنہ ۱۱ء میں) اس نے دریا کو عبور کیا اور موسم گرما جرمانیہ میں گزارا - بایں ہمہ معلوم ہوتا ہے اسے زیادہ دور تک آگے بڑھنے یا کسی جنگی چھیڑ چھاڑ کرنے کی ہمّت نہ ہوئی - اس موقع پر اسکا بھتیجا جرمانی کوس بھی ہمراہ تھا جسے پروقنصلی اختیارات دیدے گئے تھے - سال آیندہ اس نوجوان شہزادے کو قنصل کی حیثیت سے خاص روما میں ٹھیرنا پڑا لیکن سنہ ۱۳ء میں تی بریوس کی بجائے افواج رہائن کی بلاشرکت سپہ سالاری اسی کو ملی - ان چند سال میں جرمنوں سے کوئی صلح نہیں ہوئی اور گویا حالت جنگ قائم رہی لیکن رومیوں نے کوئی جنگی کارروائی بھی ان کے مقابلے میں نہ کی - تاآنکہ جرمانی کوس سپہ سالار ہو کر آیا اور وہ زیادہ عرصے تک یہ گوارا نہ کرسکا کہ اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے معلوم ہوتا تھا کہ اپنے باپ کے کام کو جس کا سارا کیا دھرا اس بری طرح غارت ہوگیا، تکمیل کو پہنچانے کا فرض نوجوان جرمانی کوس ہی پر عائد ہوتا ہے اور خود اسے بھی یہ فرض ادا کرنے کی سخت بیتابی تھی - لیکن چھنے ہوئے ملکوں کو واپس لینے اور پھر البیں تک پہنچنے کی جد وجہد کو جو جرمانی کوس نے کی، ہمیں کسی علیحدہ باب کا موضوع بنانا پڑے گا!

فصل چہارم - اغسطس کی وفات

(۱۲) جرمانیہ کے جنگلوں میں واردس کی فوجوں کے اس طرح نابود دفنا کردئے جانے سے رومیوں کی جنگی سطوت کو داغ لگ گیا اور عہد اغسطس کے آخری ایام پر افسردگی سی چھا گئی - خود بادشاہ کو جس کی عمر ڈھل چکی تھی یہ صدمہ سوہان روح ہوگیا اس نے خط بنوانا چھوڑ دیا سر و ریش کے بال بڑھنے دئے - اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ اپنے کمرے کی دیواروں سے سر دے دے مارتا اور چلاتا کہ "واروس! او واروس! میرا لشکر مجھے واپس دے!" بہر حال وہ رومی

ہزیمت کے دن اس کا سوگ مناتا اور سمجھ گیا تھا کہ بس اب میری زندگی کا خاتمہ بھی قریب ہے۔ اسی یقین کی بنا پر اس نے اپنے گھر کا انتظام درست کرنا شروع کیا اور ۱۲ءء میں مجلس اعیان کے نام ایک خط لکھا جس میں جرمانی کوس کو مجلس کی نگرانی میں اور خود مجلس کو تی بریوس کی امان میں سونپا۔ آیندہ سال اس نے ایک مرتبہ اور اپنے پرو قنصلی اختیارات کی دس سال کے واسطے تجدید کرائی اسی کے ساتھ تی بریوس کو (جیسا کہ چوتھے باب میں ہم پڑھ چکے ہیں) قریب قریب خود بادشاہ کے برابر اعزاز اور اختیارات عطا ہوئے اور اس کے فرزند دروسوس کو بطور رعایت خاص تین سال میں عہدۂ قنصلی پر فائز ہونے کی اجازت ملی اور اس کے لئے پہلی سیڑھی چڑھنے یعنی عہدہ پر تیور حاصل کرنے کی شرط اٹھالی گئی۔

۱۴ءء میں اہل روما کی مردم شماری ہوئی اور اس فہرست کی تکمیل کے بعد تی بریوس اعلیٰ سپہ سالاری کی خدمت انجام دینے الی ریکم روانہ ہوا۔ بنی وینتم تک خود اغسطس اس کے ہمراہ آیا تھا لیکن ساحل کمپانیہ کی طرف مراجعت میں اسے سخت پیچش ہوئی اور اسی میں وہ شہر نولا پہنچ کر فوت ہو گیا۔ (۱۹ اگست ۱۴ءء) بیماری ہی میں تی بریوس کو بلانے کے لئے ہرکارے دوڑ گئے تھے اور غالباً وہ ایسے وقت پر پہنچ گیا تھا کہ اپنے سوتیلے باپ کے وداعی الفاظ سن لے۔ اس الزام کو باور کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ بادشاہ کے مارنے یا جلد خاتمہ کرنے کے لئے لیویہ نے زہر دیا۔ اس کے بیٹے کی جانشینی مسلم ہو چکی تھی۔ اغسطس عمر کی آخری منزل میں پہنچ چکا تھا اور طاقت جسمانی جواب دے چکی تھی۔ ایسی حالت میں ایسے جرم قبیح کے ارتکاب کی ضرورت ہی کیا تھی؟

(۱۳) معاصرین اور نیز آیندہ نسلیں اگر اغسطس کو اپنا محسن سمجھیں تو کچھ بیجا نہیں ہے۔ کیونکہ اسی نے انھیں امن کی نعمت عطا کی۔ انھوں نے اسے "فلیکس" یعنی صاحب نصیب کے نام سے بھی یاد کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس کی خوش نصیبی گویا ضرب المثل ہو گئی تھی۔ لیکن کسی نے خوب کہا ہے کہ نقدیر ہی ایسی چیز تھی جو اغسطس کے ہاتھ نہ آئی! دونوں خیال درست ہیں۔ واقعی وہ غیر معمولی

طور پر خوش نصیب تھا۔ جس وقت وہ حصول قوت کے لئے مقابلے کے میدان میں داخل ہوا اس وقت اس کے مقاصد و اغراض بھی غالبًا ایسے ہی ادنیٰ تھے جیسے کہ اس کے دوسرے حریفوں کے۔ اور یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ آرزوئے حکومت کی تہ میں وہ کسی ملکی اصلاح کے بلند خیالات رکھتا تھا یا اُسے آرزو تھی کہ وہ ایک بہترین حکمران کی مثال بن کر دکھائے۔ خانہ جنگی کے دَوران میں اغسطس کے سب کاموں سے اس کی زیرکی اور ضبط و سکون ضرور ظاہر ہوتا ہے مگر کسی بلند خیالی یا اس کی آیندہ عظمت کے آثار نہیں پائے جاتے۔ "لیکن اس کی دولت کے ساتھ اسکی عقل و ذہن میں بھی ترقی ہوئی اور عقل کے ساتھ اس کے حوصلے بھی بڑھ گئے[1]"۔ جب تقدیر نے اسے کرسی بادشاہی پر پہنچایا تو پھر اس نے اس منصب جلیل کی اہلیت بھی پیدا کرلی۔ اور دنیائے رومہ کی فرماں روائی کا عالی حوصلگی کے ساتھ حق ادا کرنا سیکھ لیا نیز اس کے دل میں ایک ولولہ اُن کاموں کے انجام دینے کا پیدا ہوگیا جو اس کے ہاتھ سے ہونے لکھے تھے۔ پھر یہ کہ وہ اس دولت و حکومت کی سمائی بھی رکھتا تھا۔ بایں ہمہ عین عروج و اقبال کے وقت تقدیر نے اس کا ساتھ نہ دیا اور سلطنت کی بناڈالنے کے باوجود یہ نہ ہونا تھا نہ ہوا کہ خود اس کی اولاد اس دولت و بادشاہی کی وارث ہوتی یہی وہ گتھی تھی جسے سلجھانے میں اسے پیہم ناکامی ہوئی اور سخت خانگی پریشانیاں اُٹھانی پڑیں جن کا حال اوپر ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ اسی طرح یہ بھی اغسطس کے نصیب میں نہ تھا کہ اپنی سلطنت کے شمالی صوبوں کی محفوظ سرحد بنا جاتا۔ اس بارے میں جو کوششیں اس کی نگرانی میں ہوئیں اور جن کی نسبت گمان تھا کہ کامیابی کے سب مراحل طے کیا چاہتی ہیں وہ تقدیر کی ایک ہی گردش سے خاک میں مل گئیں۔ ان سب باتوں کے باوجود اس کے سوانح اور کارناموں پر مجموعی طور پر غور کیا جائے تو بے شبہ ہمیں کہنا پڑے گا کہ "اس خدا کے بنائے بادشاہ" کو دنیا کی نعمت و کامرانی سے اتنا وافر حصہ ملا تھا جو شاذونادر ہی فانی انسانوں کے نصیب میں آتا ہے۔

---

[1] میری ویل۔

(۱۴) اس موقع پر اُس تحریر کا ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا جس میں خود اغسطس نے مرنے سے پہلے اپنے کارنامے درج کرا دئے تھے۔ یہ تحریر ناتمام حالت میں ایک لاطینی کتبے کے ذریعے تک پہنچی جو انکائرہ (انگورہ یا انقرہ) کے مندر اغسطس کے برآمدے کی دیواروں پر لکھا ہوا تھا۔ اسی اتفاق کی بنا پر اسے "مونیومنٹم انکی رانوم" کہنے لگے ہیں حالانکہ اس کا اصلی نام "ریز جسٹی دیوی اوگستی" (یعنی کارنامہ ہائے اغسطس دیوتا) تھا۔ اسی تحریر کے اصل یونانی زبان میں بعض اجزا اپی سی دیہ سے برآمد ہوئے اور جہاں کہیں لاطینی کتبے کی عبارت سے مطلب حل نہ ہوا وہاں ان اجزا سے اصل مفہوم کو سمجھنے میں اہل تحقیق کو مدد ملی۔ اس تحریر میں اغسطس نے اپنے انیس[19] برس کی عمر سے ستتر برس کی عمر تک کے کارناموں کو نہایت متانت و وقار کے ساتھ بہ اجمال اور بغیر مبالغہ بیان کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی یادداشت، جسے خود بانی سلطنت نے قلمبند کیا ہو اہل تاریخ کی نظر میں کس قدر مفید و گراں بہا ہوگی!

ذیل میں ہم اس کتبے کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں کہ ناظرین کو اندازہ کرنے کا موقع ملے کہ یہ نامور فرماں روا اُن واقعات کو کس طرح بیان کرتا ہے جو خود اس کے ہاتھوں "تاریخ" بنے:-

وہ لکھتا ہے کہ "میں نے رومی قوم کے اُن سب صوبوں کی حدود کو وسیع کیا جن کے آگے وہ قومیں آباد تھیں جو ہماری سلطنت کی مطیع نہ ہوئی تھیں، میں نے غالیہ، ہسپانیہ، اور جرمانیہ کے صوبوں کو ازگادس تا البیس، پوری طرح فرماں بردار بنا دیا۔ میں نے کوہستان البیس کے علاقے میں بحیرہ ادریاتیک کے نزدیک ترین ضلع سے لے کر بحیرہ توس کانیہ تک، بغیر کسی بے جا تغلب یا تشدد کے امن و امان قائم کیا۔ میرے بیڑے نے دریائے رہائن کے مشرق میں کیمبری قوم کے علاقے تک بحری سفر کیا جہاں پہلے کوئی رومی خشکی یا تری کے راستے سے نہ پہنچ سکا تھا۔ پھر کیمبری، چاری دس، سمنونی اور دیگر جرمن اقوام جو اس ملک میں آباد تھیں، میری اور رومی قوم کی دوستی کی خواستگار ہوئیں، میرے حکم سے اور میری سرپرستی میں دو فوجیں، قریب قریب ایک ہی وقت میں حبشہ اور عرب کے اس حصے پر جسے "یودمون" (فلیکس یا خضرا) کہتے ہیں بڑھائی گئیں اور

انھوں نے دونوں ملکوں میں دشمن کے ہزاروں سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور بہت سے شہر و قصبات فتح کئے۔ جس وقت جلشہ پر حملہ کیا وہ (اس ملک کے پایۂ تخت مروٓ کے بالکل قریب ساتاتم تک پہنچ گئی تھی اور جو سپاہ عرب پر بھیجی گئی وہ سابیئوں (سبائیوں) کے ملک میں شہر ماریباتک بڑھ آئی تھی۔

ایک اور مختصر کتاب جو اغسطس نے مرتب کی "بروباریوم امپی ریائی" تھی جس میں اجمالی طور پر سلطنت رومہ کے تمام مداخل اور نیز خاص رومی باشندوں غیر رومی رعایا اور اتحادیوں کی آبادی کا شمار مندرج تھا۔ گویا یہ سلطنت رومہ کے اعداد وشمار کا ایک لبِّ لباب تھا اور اسی کے آخر میں اغسطس نے اپنے جانشینوں کو بتاکید یہ وصیت کی تھی کہ سلطنت کی حدود کو وسیع کرنے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔

توضیحات وحواشی

۱- دلماشیہ کی رومی افواج۔ (۶ سنہ تا ۹ سنہ ء)

دلماشیہ میں بغاوت کے وقت چھ رومی جیوش بھیجے گئے تھے یعنی جیش ہفتم ہشتم، نہم، یازدہم، پانزدہم (اپالی ناریس)، بستم (والریہ ویک ٹریکس) ان میں سے ہفتم و نہم بغاوت فرو ہونے کے بعد بھی اسی ملک میں رہے اور باقی چار جیش واپس طلب کر لئے گئے تھے۔ جیش پانزدہم اور بستم کی بھرتی اور ترتیب خاص اسی جنگ کے واسطے عمل میں آئی تھی، جیش ہفتم کی چھاؤنی ساوونی کے شمال مشرق میں بمقام دلمی نیم تھی اور جیش یازدہم اوّل اوّل لی بورینہ کی جنوبی سرحد پر کیس تانجہ کے قریب قصبہ برنم میں رکھا جاتا تھا لیکن بعد میں غالباً اسے خاص ساوونی میں منتقل کر لیا گیا۔ اسی مقام برونم میں جیش بستم کی چھاونی تھی مگر ہشتم اس کے کچھ مغرب میں غالباً اسریا میں رہتا تھا جو زارا کے راستے میں اس زمانے کے شہر پودگراز کے قریب واقع تھا۔

(ملاحظہ ہو اوہرس ڈبلیو فیلٹ کا
معرکہ آرا مضمون "السرکش ..."
ھرمیس۔ جلد بست و پنجم صفحہ ۳۵۱ وغیرہ)

ب - وارو س کی ہزیمت کا مقام

اس مقام کا سراغ لگانے کی جہاں وار وس کے رومی جیوش تباہ ہوئے، اور تیو تو بورگن سیلس سالتوس" کا تعین کرنے کی بہت کچھ کوششیں کی جا چکی ہیں بعض بعض مقامات کے متعلق لوگوں نے دعوی بھی کیا کہ یہی وہ جگہ تھی لیکن معلوم ہوتا ہے اس مسئلہ کا قطعی طور حل ہونا محال ہے، تمام روایات کو پڑھنے سے یہ تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ لیپ کے شمال میں امس و دیرز کے درمیان کوئی مقام تھا اور یہ واقعہ کہ زمین کوہستانی تھی اسکا سراغ نکالنے میں ایک حد تک رہنمائی بھی کر سکتا ہے اگرچہ دوسری بات کہ وہاں دلدلیں تھیں چنداں مفید مطلب نہیں کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اس زمانے کی دلدلیں اب خشک ہو چکی ہوں۔ لیکن ایک اور قرینہ بہت سے طلائی نقرئی اور مسی سکوں کے برآمد ہونے سے بھی پیدا ہوا۔ یہ سب عہد اغسطس کے سکے ہیں اور اسنا برگ کے چند میل شمال میں دین اور اس کے نواح کے جو دلدلی مقامات ہیں، وہاں دستیاب ہوئے حالانکہ اغسطس کے بعد کا کوئی سکہ شاذ و نادر ہی وہاں سے ملا ہے۔ نظر براین مومسن کا یہ نتیجہ کہ وار وس کو اسی مقام پر وہ ہزیمت نصیب ہوئی، بہت قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں وہ پہاڑیاں جن کا اس لڑائی کے حالات میں ذکر آتا ہے، وہ ہوں گی جو آج کل "وی ہن برجی" کے نام سے موسوم ہیں۔

باقی لڑائی کے سنہ میں کہ وہ ۹ سنہ تھا نہ کہ ۱۰ سنہ (جیسا کہ برانڈس نے حجت نکالی ہے) کوئی شبہ نہیں ہے اور قرینہ غالب یہ ہے کہ اس کا موسم گرمی کا بالکل آخری زمانہ تھا۔

باب دہم

شہر رومہ عہد اغسطس میں۔ اس کی مشہور عمارتیں

ذیلی عنوان۔ شہر رومہ کی تاریخ میں عہد اغسطس کی خصوصیت'(۲) فورم (یا چوک) (۳) "فورم سیزاریس" اور" فورم اوگستی"! ہیکل زہرہ اور ہیکل مرتخ۔ (۴) "کامپوس مارتیوس"۔ "پان تھیون" (مقبرہ وغیرہ) (۵) "کاپی تولیوم"۔ (۶) پلاتین کی پہاڑی۔ اغسطس کا محل اور اپولو کا مندر اوُن تین کی پہاڑی۔

(۱) شہر رُومہ کی تاریخ میں اغسطس کا زمانہ ایک نئے دور کا افتتاح کرتا ہے۔ اغسطس ناز کیا کرتا تھا کہ جب میں آیا تو رومہ اینٹ گارے کا شہر تھا اور اب میں اسے سنگ مرمر کا شہر چھوڑ کے جاتا ہوں! اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس عہد میں شہر کی جو کایا پلٹ ہوئی تو صرف یہی نہیں کہ اغسطس کی سرپرستی میں بہت سی نئی عمارتیں بنیں بلکہ ان میں جو مصالحہ لگایا گیا وہ بھی بالکل مختلف اور کہیں اعلیٰ قسم کا تھا۔ لونا کے سنگ مرمر کی کانیں اسی زمانے میں برآمد ہوئی تھیں اور بہت سی سرکاری عمارات میں یہی گراں بہا پتھر لگایا گیا۔ ادھر شہر کے وضیع و شریف بادشاہ کا شوق دیکھکر خود بھی اس طرف متوجہ ہوئے اور عام طور پر بیش دالانوں پر سفید سنگ ریزے کا صندلا ہونے لگا جس سے مکانات کی زیب و زینت دوبالا ہو گئی۔ مگر شہر کی صورت میں سب سے نمایاں تبدیلی عہد اغسطس میں چوک (فورم) کے بدل جانے اور اس کے متصل نئے محلوں کے بننے سے ہوئی۔ یہ جدت بھی اور بہت سی باتوں کی طرح جولیس سیزر کا نتیجہ فکر تھی لیکن اجل نے اسے اتنی مہلت نہ دی کہ ان تجاویز کو عملی جامہ پہنا سکتا!

(۳) شہر روما کا فورم یا بڑا چوک پلاتین پہاڑی کے شمال مغربی کونے سے کاپی تول کے سامنے تنگ و بسیع ہے۔ اس کے شمالی سرے پر کومی تیوم یعنی وہ احاطہ بنا ہوا تھا جس میں رومی اشراف کے جمع ہونے کا ایوان تھا۔ پہلے اس احاطے اور بازار کے درمیان "ادس تروم" یعنی وہ چبوترہ شامل تھا جس پر سے کھڑے ہو کے لوگ تقریریں کرتے تھے لیکن سنہ ۵۴ ق م میں اسے توڑ کر گویا کومی تیوم کو بھی چوک میں داخل کر لیا گیا اور یہ پہلا کام تھا جس سے چوک کی مجموعی صورت بدل گئی۔ خود جلسہ گاہ کی عمارت میں دس برس پہلے آگ لگ چکی تھی اور سیزر نے وہاں از سر نو عمارت بنانی شروع کی تھی جسے اغسطس نے اتمام کو پہنچایا اور "کیوریا جولیا" کے نام سے موسوم کیا۔ یہی عمارت آج کل "سان اندریا" کہلانے لگی ہے۔ لیکن رومی تمدن و معاشرت کے مرکز میں آئندہ شان و شوکت پیدا ہونے کی یہ محض ابتدا تھی۔ ذیل میں عہد اغسطس کی بڑی بڑی عمارات کا اجمالی احوال دیکھنے سے ظاہر ہوگا کہ اس شہر کی پہلے ہی صدر کے زمانے میں کس قدر صورت بدل گئی تھی۔

بازار کے شمال مغربی کونے پر قلعے کے قریب ہی جہاں ارکس کی چڑھائی شروع ہوتی ہے، تی بریوس نے سنہ ۱۰ء میں کونکرڈ (یعنی وداد) کے مندر کی از سر نو تعمیر کی اور اسے اپنے اور اپنے متوفی بھائی دروسوس کے نام پر "ادیس کون کوروئی اوگستئی" (یعنی ارباب وداد اغسطس) ہونے کی حیثیت سے موسوم کیا۔ یہاں زمین کی ہیئت کچھ اس قسم کی تھی کہ یہ مندر بھی بچا رہ گیا اور اس کا پیش دالان چوڑائی میں اندر کے کمرے سے صرف آدھا بنانا پڑا۔ اس مندر سے ملی ہوئی جنوب کی طرف اور کاپی تول کی ڈھلان اور بازار جگاریوس کے درمیان زحل کی ہیکل تھی جسے سنہ ۴۲ ق م میں امپلانکوس نے اپنی فیاضی سے دوبارہ بنوایا تھا۔ مگر وہ آٹھ یونانی ستون جو ابتک اس مندر کی نشانی رہ گئے ہیں کچھ عرصے بعد کے ہیں۔ شاہی خزانہ اسی عمارت میں رہتا تھا اور اسی کی مناسبت سے اسے "ایراریوم ساتورنی" یعنی "زحل کا خزانہ" کہنے لگے تھے۔

بازار جگاریوس اور بازار توس کوس کے درمیان "باسی لیکا جولیا" (یعنی "جولیس کی کچہری") کی عمارت چوک کے جنوبی پہلو کے بیشتر حصے میں پھیلی

ہوئی تھی۔ "ایوان اشراف" کی مثل اسے بھی جولیس سیزر نے ناتمام چھوڑا اور اس کے لے پالک نے انجام کو پہنچایا تھا۔ بننے کو تو یہ ۵۴ سنہ ق م میں شروع ہو کر ۴۶ سنہ ق م میں تکمیل کو پہنچ گئی تھی مگر افتتاح کے چند سال بعد آگ سے جل گئی اور پھر اسے زیادہ شاندار اور وسیع پیمانے پر تعمیر کیا گیا۔ چنانچہ اغسطس نے اپنی وفات سے چند ہی مہینے قبل اپنے بدقسمت نواسوں، گایوس اور لوسیوس سیزر کے نام سے اس کا افتتاح کیا تھا، باسی لیکا کے مشرق میں اور توس کوس بازار کے دوسرے رُخ کاستور کا مندر واقع تھا جس کے تین کورنتھی ستون اور ایک یونانی وضع کا "پیش" اب تک سلامت ہیں۔ اصل میں تو یہ مندر اُن توام بھائیوں کی یادگار میں بنایا گیا تھا جن کی نسبت مشہور تھا کہ انھوں نے اہل روما کی جھیل اجی لوس کے کنارے بڑے آڑے وقت میں دستگیری کی تھی۔ لیکن اب عہد اغسطس میں تی بریوس نے اس کی تجدید کی اور دوآو کے مندر کی طرح یہ بھی لی دیہ کے دونوں بیٹوں کے نام سے موسوم ہو گیا۔

چوک کے مشرقی سرے پر اُس نئے چبوترے کے مقابل میں جو دوآو کے مندر کے سامنے بنایا گیا تھا، جولیس دیوتا کا مندر تھا۔ یہ مندر اسی جگہ پر تعمیر ہوا جہاں جولیس کی ارتھی اس کے متبنٰی نے تمام رسوم مذہبی کے ساتھ جلائی تھی یا اس کے عقب میں رجیہ کی قدیم عمارت مقدس آتش (وستا) کے گول مندر کے شمال میں واقع تھی اور اس کی بنا کو شاہ نیوما سے منسوب کیا جاتا تھا اور جمہوریت کے زمانے میں سب سے بڑے مذہبی پیشوا کا دفتر بھی اسی عمارت میں رہتا تھا۔ اس عمارت کو بھی آگ نے جلا ڈالا تھا اور دوبارہ اس کی تعمیر ۳۶ سنہ ق م میں دومی تیوس کال وی نوس نے کی اور پہلے سے کہیں زیادہ عالیشان بنا دیا۔ لیپی دوس اپنے زمانے تک مذہبی محکمے کے کاروبار اسی میں بیٹھ کر انجام دیتا رہا لیکن جب ۱۲ سنہ ق م میں خود اغسطس کو اسقف اعظم کا عہدہ ملا تو اس نے اس رجیہ کو بھی آتش وستا کی کنواریوں کے حوالے کر دیا۔ اسی شمالی قطار میں اور ایوان اشراف کے مشرق میں ایک اور عالیشان عمارت تھی اس کی بنیاد تو ۱۶۹ سنہ ق م میں فلویوس اور امی لیوس نامی محتسبوں نے رکھی تھی لیکن ۵۴ سنہ ق م میں امی لیوس پالوس نے

اس کو از سر نو بنوایا اور اس وقت سے وہ "باسی لیکا امی سیا" کہلانے لگی مگر بننے کے چالیس برس بعد اس میں آگ لگ گئی تو اس وقت اغسطس نے پھر اسے تعمیر کیا اور فریجیہ کے سنگ مرمر کے ستون لگا کر اس کی زیب و زینت بڑھائی۔ اسی عمارت اور ایوان اشراف کے درمیان کسی جگہ پر جس کا اب ٹھیک ٹھیک تعین نہیں ہو سکتا، جانوس دیوتا کا مندر واقع تھا جس کے دروازے اغسطس نے تین مرتبہ بند کرائے اور اسی کے قریب ارجی لتوم کا بازار چوک میں آملتا تھا۔

(۳) یہ ارجی لتوم کتب فروشوں کی وجہ سے مشہور تھا اور چوک کے شمالی حصے سے گزرتا تھا جہاں نہایت گنجان آبادی تھی اور خوب گہما گہمی رہتی تھی اس کے ہر طرف کثرت سے مکانات اور بیچ میں بہت تنگ گلیاں تھیں۔ جولیس سیزر نے ارادہ کیا تھا کہ اس گنجان محلے کا راستہ کشادہ کر دے کہ چوک سے لے کر دوسری جانب کامپوس مارتیوس تک آمد و رفت میں آسانی ہو جائے جو رومہ کے مضافات میں سب سے مشہور اور بڑا محلہ تھا۔ اسی غرض سے سیزر نے ایک نئی منڈی بھی بنوائی تھی اور غالباً اسی خیال کو پیش نظر رکھ کر ایوان اشراف کی جو نئی عمارت اسی زمانے (۵۴ ق م) میں بننی شروع ہوئی اس کو پرانے ایوان کی نسبت چوک سے زیادہ قریب رکھا تھا۔ اسی کے ساتھ جولیس کا چوک (فورم جولیم) بھی اس نے بنوانا شروع کیا اور اس کا رسمی افتتاح بھی ۴۶ ق م میں کر دیا تھا لیکن ایوان اور چوک دونوں اس کی زندگی میں ناتمام رہے اور مرنے کے بعد تکمیل کو پہنچے۔ اس چوک میں سب سے شاندار عمارت "وینوس جنیٹرکس" کا مندر تھا۔ یہ دیوی جولین نسل کی جدہ مانی جاتی تھی اور جنگ فرسالیا کے موقع پر سیزر نے یہ مندر بنانے کی منت مانی تھی۔

بڑے سیزر کی طرح چھوٹے سیزر نے بھی فیلپی کی جنگ میں منت مانی تھی کہ انتقام کے دیوتا مریخ کا مندر تعمیر کرا دے گا۔ چنانچہ اس منت کو پورا کیا اور ایک نیا چوک بنا کے اس کے وسط میں خونخوار مریخ کا استھان تیار کرایا۔ اس مندر کو بانی نے ۲ ق م کے اس مہینے کی جو اسی کے نام سے موسوم ہے پہلی تاریخ وقف کیا اور یہیں وہ جھنڈے رکھوا دیئے جو اپنے سیاسی توڑ جوڑ کے ذریعے اہل پارتھیہ سے

واپس لئے تھے، یہ نیا چوک "فورم اوگستوم" سیزر کے چوک سے جانب شمال ملا ہوا بنایا تھا۔ وہ مستطیل شکل کا تھا لیکن مشرق اور مغرب کے رُخ بیچ میں ایک قوس بنا کے کمانچوں کی جگہ نکالی تھی جن میں رومی سپہ سالاروں کے بت جلوس فتح کے لباس میں نصب کئے تھے۔ یہ بھی رسم پڑ گئی تھی کہ شاہی خاندان کے لڑکے اسی چوک میں آکر سن بلوغ کا جامہ زیب تن کرتے۔ اور جب فتحمند سپہ سالاروں کی برنجی بت بنا کے عزت افزائی کی جاتی تو وہ بت اسی چوک میں نصب کئے جاتے تھے" سیزر اور اغسطس کے ان دو چوکوں کے بن جانے سے شہر کا یہ حصہ از سر نو آباد ہونے لگا تھا اور پھر ایک صدی بعد نروا اور تراجن کو اس جانب توجہ ہوئی اور انھوں نے چوک اور مریخ کے میدان تک آمد و رفت کا سیدھا راستہ تیار کرا دیا۔ ورنہ پہلے چوک آنے والوں کو کارمن تالی دروازے سے گزر کر کاپی تول کے مغربی اور جنوبی پہلو کا چکر کھانا پڑتا تھا"۔

(۴) خود مریخ کے میدان کی (خواہ اس کی اصلی وسیع حدود کو لیا جائے یا تنگ تر رقبے کو) ان سیزروں کے زمانے میں صورت بدل گئی۔ صحیح معنی میں اس میدان کی حد جنوب میں سرکوس فلامی نیوس (دوڑ کا چکر) اور مشرق میں "ویالاتا" تھی اور اس زمین پر سب سے پہلے تعمیر کا کام جولیس سیزر کے نامور رقیب نے شروع کیا تھا۔ اور یہاں "سنگ مرمر کی تماشا گاہ" ۵۵ ق م میں پومپی ہی نے بنائی تھی۔ پھر جولیس سیزر نے سنگ مرمر کا سپتا یعنی رومی برادریوں کے رائے دینے کے وقت جمع ہونے کے احاطے کی بنیاد ڈالی اور اس کی تکمیل اگرپیانے کی۔ بلکہ سچ پوچھئے تو سیزر و پومپی دونوں سے زیادہ اگرپیا اس بات کا مستحق ہے کہ مریخ کے میدان کی آبادی اس سے منسوب کی جائے۔ یہاں پان تھیون کی عمارت جو آج کے دن تک سلامت ہے اگرپیا ہی کے ذوق تعمیر کی یادگار تھی۔ اس عمارت کو مدوّر رکھا اور اس پر نہایت عالیشان گنبد بنایا تھا جس کے اوپر اول اول صیقل کئے ہوئے برنجی پتّر سے جما دئے تھے۔ یہ گنبد اس بات کی "ایک نظیر ہے کہ رومیوں کو چونے گچی کے کام میں کیسی غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ یہ پورا گنبد یکساں لداؤ کا ہے اور

اس کے پہلوؤں میں کوئی کھانچہ نہیں دیا بلکہ اس طرح سے بنایا ہے جیسے پورا قبہ ایک پتھر سے تراش لیا گیا ہو۔ اگرچہ اس کی شکل محرابی ہے لیکن اسے محراب کی ڈاٹ کے اصول پر نہیں بنایا گیا ہے"[1]

عمارت میں روشنی صرف گنبد کے روشن دان سے آتی تھی۔"اس کا قطر اندر سے ۴۴ گز اور اسی قدر بلندی رکھی ہے۔ دیواروں میں سات بڑے بڑے طاق اور خانے نکالے ہیں، اس ترتیب کے ساتھ کہ ایک محرابی طاق کے بعد دوسرا مستطیل خانہ بنایا ہے، اور انہی میں کچھ مدت بعد وہ بیش بہا سنگ مرمر کے ستون نصب کئے تھے جن کے اوپر حاشیہ چھوڑ کر پھر ایک درجہ تیار کیا گیا اور اس کے بیچ میں بہت خوشنما تھم یا کھمبے بنائے۔ اس درجے کی صورت بھی ضرور آخر میں بدلی گئی ہوگی کیونکہ یہ ہمیں معلوم ہے کہ پہلے ستونوں کے حاشیے اور طاق کے سرے کے فصل کو زنان حمالہ کی مورتیں چند حصوں میں تقسیم کرتی تھیں۔ پھر اس بالائی درجے کے اوپر نیم کروی صورت کا وہ عظیم قبہ ہے جس کی چوٹی پر ایک چھبیس (۲۶) فیٹ کی جالی یا روشن دان چھوڑ دیا ہے کہ نہایت فراوانی سے روشنی نیچے کی سطح تک پہنچتی ہے۔ اس عمارت کی سادہ باقاعدگی اس کے حصوں کی خوشنمائی، وہ گراں بہا پر تکلف مصالحہ جو اس میں لگایا گیا ہے اور روشنی پہنچانے کا یہ عجیب اور مناسب طریقہ سب نے مل کر اس میں ایسی شان عظمت پیدا کر دی ہے کہ بعد کی کسی قدر ناموزوں ترمیم سے بھی اس میں کوئی خاص فرق نہیں آیا۔ ان میں سب سے نمایاں ترمیم گنبد میں کی گئی ہے جس کے خوشنما اور درجہ وار زاویے پہلے بیش قیمت رنجی مصنوعات سے اسی طرح آراستہ تھے کہ کوئی جگہ خالی نہ چھوٹی تھی۔ اب اس گزشتہ شان و شوکت کی یادگار لے دے کے وہ پر تجمل ستون رہ گئے ہیں جنہیں زرد سنگ مرمر سے تراشا تھا اور ان کے اوپر نیچے سفید سنگ مرمر کے پائے بنائے تھے یا سنگ مرمر کی وہ کاریگری ہے جن سے نیچے کی دیواروں کی زیب و زینت کی تھی۔ سامنے کے سائبان کی شان کو سولہ کورنتھی ستونوں سے دوبالا کر دیا ہے"[2]

اس عمارت سے ملے ہوئے حمام بھی اگریپا نے بنوائے تھے (۲۷ – ۲۵ ق م)

---

۱ دیکھو مڈلٹن "ریمینز آف اینشینٹ روم" باب دوم صفحہ ۱۳۱
۲ ماخوذ از "ہسٹری آف آرٹ" مولفہ لوبکے انگریزی ترجمہ

اور اسی کے نام پر وہ "تھرمی اگرپپی" کہلائے۔ نیز وہ "باسی لی کا" (کچہری) جسے اپنی بحری فتوحات کی یادگار میں اس نے **نپتون** دیوتا کی نذر کیا تھا اور اس کے گرد وہ پیش دالان بنایا تھا جو اپنی تصوروں کی بدولت "**ارگونات** کا پیش دالان" کہلانے لگا۔ اسی زمانے کے ایک اور دولتمند امیر کبیر **استاتی لیوس تورروس** نے سب سے پہلی مرتبہ رومہ میں سنگی دنگل (امفی تھیٹر) بنوایا اور اس کی جگہ بھی اسی مریخ کے میدان میں کہیں تھی۔ اس طرح اغسطس نے اس میدان کی زینت و آبادی کو اپنے سے کمتر ہموطنوں کے اظہار شوق و فیاضی کے واسطے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن ان سب عمارتوں سے جن کا ذکر ہوا، دور شمال میں بڑھکر جہاں سڑک **فلامی نیا** دریا کے قریب پہنچتی ہے اور یہ میدان تنگ ہوتا چلا گیا ہے اس نے جولیس کے خاندان کے واسطے ایک بہت بڑا مقبرہ تیار کرایا اور اس مدور عمارت کے اوپر خود اپنا مجسمہ نصب کیا۔

فلامی نیوس کے چکر (سرکوس) کے جنوب میں ایک سبزہ زار اسی فلامی نیوس کے نام سے منسوب تھا اور جب میدان کا وسیع مفہوم لیتے تو اسے بھی میدان کے اندر داخل سمجھتے تھے۔ اس سبزہ زار میں اغسطس نے اپنی بہن کے نام پر ایک ایوان "پورٹی کو س اکتاوی" تعمیر کیا اور اسی کے ساتھ ایک کتب خانہ اور اس میں فنون لطیفہ کی نادر اشیا فراہم کیں۔ اسی کے قریب فنون لطیفہ کا ایک اور منڈل "تمپلوم ہرکولیس موسا روم" نامی واقع تھا جس کی بنیاد تو **انیوس** شاعر کے مربی **لوبی لیور** نے رکھی تھی لیکن تجدید اب اغسطس نے کی اور اس کے گرد ایک پیش دالان اپنے رضاعی باپ فیلیپی کی یادگار میں تعمیر کرا دیا۔ اسی طرح ایوان اکتاویہ کے قریب **بالبیوس** اور **مارسلوس** نامی دو تماشا گاہوں کا بھی اسی زمانے میں (۱۱ سنہ ق م) افتتاح ہوا۔ ان میں سے پہلی عمارت شہر کے دولتمندوں نے اغسطس کی ریس میں تیار کرائی تھی اور دوسری کی تعمیر سیزر نے شروع کی تھی اور اب اغسطس نے تکمیل کی اور اسے اپنے بھانجے مارسلوس کے نام سے موسوم کیا۔ ایک اور دالان جسے اکتاویوس نے پرسیوس پر فتح پانے کی یادگار میں بنایا اور بعد میں آگ سے جل گیا تھا اغسطس کے عہد میں از سر نو تعمیر ہوا۔ اسے بانی کے نام سے "پورتی کوس اکتادیائی" کہتے تھے اور اس کی خاص وجہ شہرت یہ تھی کہ کورنتھ کے ستون رومہ میں سب سے پہلے اسی عمارت میں لگائے گئے تھے۔

(۵) کاپی تول کی چڑھائی چوک سے شروع ہو کر زحل کے ہیکل سے گزرتی ہوئی کوہ کاپی تول کی چوٹی تک پہنچ جاتی تھی اور یہی شہر رومہ کی سب سے چھوٹی پہاڑی تھی۔ پھر جنوب کی طرف کسی قدر نیچے اتر کے پہاڑی کی دوسری چوٹی یعنی خاص کاپی تولیوم تک پہنچ جاتی تھی جو رومہ کے قدیم بادشاہ سرویوس کا قلعہ تھا اور جہاں غیر اقوام کے ساتھ معاہدے محفوظ رکھے جاتے اور مال غنیمت کے چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ ایک دوسری پگ ڈنڈی شمالی چوٹی ارکیس نامی تک جاتی تھی جس کی حالت میں جمہوریت کے بعد بھی چنداں فرق نہ آیا۔ اس کے برخلاف جنوبی چوٹی پر اغسطس کے عہد میمنت مہد میں بہت سی نئی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ پہاڑی کے سب سے بلند مقام پر تو جوپیٹر اوپٹی موس ماکسی موس کی عالی شان ہیکل بنی ہوئی تھی جس میں خاص خاص مذہبی رسوم کے موقعوں پر مجلس اعیان کا اجلاس ہوتا۔ یہ ہیکل ۸۳ء ق م میں آگ سے جلی اور از سر نو بنائی گئی تھی لیکن اغسطس کے زمانے میں بھی اس کی مرمت پر بہت کچھ روپیہ خرچ ہوا۔ ہیکل کے گرد ذرا نشیبی چوٹیوں پر اور بہت سے چھوٹے چھوٹے مندر بنے ہوئے تھے جن میں شاہ نیوما کا بنایا ہوا مندر فی دیس اور جوپیٹر فریت ریوس کا مندر جس میں دشمن سے چھینے ہوئے اسلحہ رکھے جاتے تھے، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اغسطس نے ان مندروں کی تعداد میں اور اضافہ کر دیا۔ یعنی ۲۰ء میں تو اس نے "منتقم مریخ" کے گول مندر کا افتتاح کیا اور ۲۲ء ق م میں جوپیٹر تونان کا مندر بنوا کے اپن کیا۔ یہ اس واقعہ کی یادگار میں کہ کنتابریہ کی مہم کے زمانے میں وہ صاعقۂ آسمانی سے بال بال بچا تھا۔ اس مندر کی خوبصورتی اور شان دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اور یہاں تماشائیوں اور پجاریوں کا میلا لگا رہتا تھا۔ دوسرے یہ ٹھیک اس مقام پر واقع تھا جہاں کہ چڑھائی خاص کاپی تولیوم کے احاطے تک پہنچتی تھی لہذا گمان ہوتا تھا یہ برق و رعد کا دیوتا گویا اپنے سے بزرگ تر جوپیٹر کی دربانی کر رہا ہے!

(۶) مگر شہر کی ترقی اور پھیلاؤ کا اصلی مرکز پلاٹین کی پہاڑی تھی۔ رومہ کی اصلی اور قدیم بستی "رومہ کوادراتا" یہیں بستی تھی اور اس کے اول اول بسنے کے

افسانے اسی مقام کے حصّوں سے مخصوص و منسوب تھے۔ کاسا رومیولی کا آغاز؛ لوپرکال کی کھو، جن میں بھیڑئے نے رومیولوس و رےموس کی پرورش کی تھی، اخروٹ کا درخت اور وہ "منڈوس" یعنی طاقچہ جس میں شہر کی بنا رکھتے وقت اس کی حفاظت و خوش حالی کے واسطے مختلف اشیا بادی تھیں، یہ سب شہر کے اسی حصّے میں نظر آتے تھے۔ عہد جمہوریت میں شہر کے بڑے بڑے امرا اور نامی لوگ اسی پلاتین کے محلوں میں سکونت رکھتے تھے۔ خود اغسطس کی پیدایش یہیں ہوئی اور اس نے اپنے رہنے کا مکان بھی اسی حصّے میں بنوایا۔ پھر یہ بالکل مناسب و موزوں بات تھی کہ رومہ کے صدر شہری کا یہی مکان یا محل "پلاتیوم" کے نام سے مشہور ہو گیا جو درحقیقت قدیم محل و توسع کے اعتبار سے خود شہر رومہ کا اصلی نام تھا۔ اغسطس کا یہ محل اسی جدید اور فصیح طلب طرز پر جس کا انہی دنوں رومہ میں رواج ہوا تھا، بنایا گیا اور شہر کی نہایت عالی شان عمارت تھا۔ اوید شاعر عالم خیال میں جوپیتر استاتور کے مندر کے قریب اس جگہ کھڑے ہو کر جہاں پلاتین کی پہاڑی ہیچل ہو کر سڑک سا کر اسے جا ملتی ہے اس محل کے پر شکوہ پیش گو دیکھتا ہے تو وہ اسے "ایک دیوتا کی شان کے لایق" نظر آتا ہے۔

"سنگولا دُم میرور' ویدیو فاگلن تیمیوس اریمیس
کونس پی کو ڈس پوسٹس ٹکتاک ویگینا دیتو"[۱]

اغسطس کی ایک اور بڑی عمارت جس نے پلاتین کی صورت کو بدل دیا اپولو کا مندر تھا جو سکستوس پومپی کی جنگ کے خاتمے پر ۳۶ ق م میں شروع ہوا اور آٹھ سال کے بعد اس کے افتتاح کی رسم عمل میں آئی۔ یہ ایک اٹھ کھمبا بلند مسقف تھا جس میں نوما کے سنگ مرمر کے ستون لگائے تھے اور طرح طرح کی تصاویر اور نقش و نگار سے اسے آراستہ کیا تھا۔ ان میں سب سے قابل دید شئے خود اغسطس کا دیو پیکر برنجی مجسمہ تھا جسے اپولو دیوتا کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ ستونوں کے بیچ میں دناوس کی پچاس بیٹیوں کی مورتیں تھیں اور ان کے مقابلے میں اوپر کے رخ ان کے خواستگار اجیپ توس کے پچاس بیٹے گھوڑوں پر سوار دکھائے گئے تھے۔ دیوتا کے بُت کے نیچے ایک تہ خانہ میں سبیل یعنی کاہنہ عورتوں کی

[۱] ترلیستیہ۔ دیکھو باب سوم صفحہ ۱

مقدس کتابیں محفوظ تھیں اور پیش دالانوں میں ایک طرف لاطینی اور ایک طرف یونانی کتب خانے تھے۔

پلاتین کی شمالی ڈھلان پر کاپی تول کے مقابل میں اغسطس کا وہ مندر تعمیر ہوا جسے اس کی وفات کے بعد تی بریوس اور لی وِیہ نے اس کی یادگار میں بنوایا تھا۔ جنوب کی طرف پلاتین کے دامن میں دوڑ کا چکر "سرکوس ماکسی موس" تھا جسے اغسطس نے از سر نو صاف کرایا۔ اور دوسری طرف مقابلے میں اَوَن تین کی پہاڑی واقع تھی جو مدت تک غیر آباد پڑی رہی اور پھر وہاں طبقۂ ادنیٰ کے کچھ لوگ جا بسے۔ اس پہاڑی پر سب سے مشہور معبد دیانا دیوی کا مندر تھا اور اسی لئے کبھی کبھی اس پہاڑی کو "کولیس دیانی" (دیانا کی پوجا) کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اس مندر کو اغسطس کے زمانے میں کورنی فی کیوس نے از سر نو بنوایا اور خود اغسطس نے اسی پہاڑی پر منروا اور جونو ریجینا اور جوپیٹر لی برتاس کے مندروں کی تجدید کی۔ انہی بنا پر اگر مورخ لیوی نے اغسطس کو رومہ کے "تمام مندروں کا بانی اور دوبارہ آباد کرنیوالا" کہا تو یہ محض مبالغہ نہیں ہے۔

(۷) یہاں چند لفظ فتح کی کمانوں ("ارکوس تریوم فالیس") کے متعلق بھی لکھنے ضروری ہیں جو بادشاہی عہد میں رومہ نیز دوسرے شہروں کی عمارات میں ایک نمایاں شئے ہو گئی تھیں۔ ان میں صرف وہ کمانیں ہی داخل نہیں ہیں جو جنگی فتوحات کی یادگار میں تعمیر ہوئیں بلکہ وہ بھی جو کسی دوسری کامیابی یا قومی کارنامے کی خوشی میں بنا دی جاتی تھیں۔ یہ فتح کی کمان بازار کے عرض میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بنائی جاتی اور اس میں یا تو ایک یا برابر کے دو اور یا ایک بڑا وسط میں اور ادھر ادھر دو چھوٹے محرابی دروازے راستہ چلنے کے لئے ہوتے تھے۔ ڈاٹ کے نیچے بالعموم ستون ہوتے اور ہر محراب کے گرد نیز ابھرے ہوئے نقش و نگار سے پیش کی زینت بڑھائی جاتی تھی۔ ان سب سے اوپر کتبے کے واسطے ایک درجہ رکھتے تھے اور اگر کمان کسی جنگی

۱؎ دیکھو باب چہارم صفحہ ۲۰

فتح کی یادگار ہوئی تو اسی بالائی درجے میں مال غنیمت میں سے بعض چیزیں رکھدی جاتی تھیں۔ اغسطس کی بنائی ہوئی کمانوں میں سے شہر اری می نم کی کمان جو سڑک فلامی نیا کی تکمیل کی خوشی میں بنائی گئی تھی، نیز اوگستہ پری تو ریا اور سوسا کی کمانیں اب تک سلامت ہیں۔ کمانکی عام صورت شہر کے بڑے دروازوں کی سی ہوتی اور معلوم ہوتا ہے اس کا رواج ہی رومہ کے اس فتح دروازہ کی دیکھا دیکھی ہوا تھا جس میں سے فتحمند سپہ سالاروں کی فتح کا جلوس گزرا کرتا تھا۔

نقشۂ شہر رومہ



- - - - سرویس کی دیوار ——— قیاصرہ کی فصیلیں

باب یازدہم

عہد اغسطس کا علم ادب

ذیلی عنوان :- (۱) اغسطسی علم ادب - اغسطس کی تحریریں - میسناس اور مسالا کی صحبتیں - اسی نیوس پولیو (۲) ورجیل (۳) امی لیوسس ماکر کورنلیوس گالوس (۴) ہوریس - وال گیوس - ٹلی سوس - دومی تیوس مارسوس - (۵) تی بلوس - پروپرتیوس - اُوید - اسکی جلا وطنی - البی نوو انوس بیدو (۶) گراتیوس - مانی لیوس - (۷) لیوی - پومپیئوس تروگوس (۸) ہی جی نوس وِرِیوس فلاکوس - فلسفہ، بیان ومعانی اور خطابت - علمائے قانون - (۹) یونانی مصنفین - دیونی سیوس (باشندہ ہالی کرناسوس) لوگی نوس نیکونوس دمشقی - استرابو -

فصل اول، لاطینی شاعری

(۱) جمہوریت کے خاتمے اور بادشاہی کے آغاز نے لاطینی علم ادب پر کئی اعتبار سے بہت گہرا اثر ڈالا تھا، بے شبہ اغسطس کے زمانے میں اسے نہایت فروغ رہا لیکن عہد اغسطس کے بعد اس کے زوال کی رفتار تیز ہوگئی - خود اغسطس کے وقت کے سب سے مشہور ادیب بھی وہی تھے جو جمہوریت کے زمانے میں پل کر جوان ہوئے اور اس کے خاتمے کے بعد زندہ رہے - ان میں سے بعض ہارنے والے فریق کیساتھ تھے - لیکن انقلاب حکومت کے تھوڑے عرصے بعد یہ بھی دور جدید سے مانوس ہوگئے - امن وآسودگی کی بدولت ہر قسم کے لوگ نئے بادشاہ کی طرف جس نے جنگ کا خاتمہ کیا تھا، کھنچ کر آنے لگے اور ان میں اغسطس نے خاص طور پر اس

بات کا خیال رکھا کہ اہل قلم کے علمی کمالات کی قدر و سرپرستی کرے اور اپنی حکمت عملی کی تائید و تقویت کے واسطے ان کی علمی خدمات سے فائدہ اٹھائے۔ یہ کوششیں رائیگاں نہ گئیں اور اغسطس کو نہ صرف خوشامدی بلکہ دور جدید کے جس کا اس نے افتتاح کیا، سچے خیر طلب بھی مل گئے۔ اور اس کے مقاصد کی حمایت پر نہ صرف خود غرض زمانہ ساز بلکہ اس عہد کے شریف ترین لوگ کمربستہ ہو گئے۔ اس میں کلام نہیں کہ عہد اغسطس کی تصانیف میں صاف صاف بادشاہ اور اہل دربار کی خوشامد کا رنگ جھلکتا ہے اور وہ سچی آزادی نہیں نظر آتی جو کہ جمہوریت کی خصوصیت ہے۔ بایں ہمہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ نئے عہد، اور اتنے عرصے کے کشت و خون کے بعد امن و امان اور سلطنت روما کی عظمت و شوکت دیکھ کر لکھنے والوں کے دل میں سچی تعریف کا جوش ضرور موجود تھا۔ بہرحال، یہ امر مسلمہ ہے کہ محض علمی ترقی کے لحاظ سے عہد اغسطس، دنیا کی تاریخ کے بہترین زمانوں میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ اس کا مرتبہ عہد پری کلیس (فار قلیس یونانی) اور شاید عہد الزبتھ سے کمتر ہو تو ہو، لوئی چہار دہم کے عہد سے یقیناً بلند و بالاتر ہے۔ یہ سچ ہے کہ زمانۂ جمہوریت کی سیاسیات کا سلسلہ رک گیا تھا، فن خطابت پر خواہ مخواہ اوس سی پڑ گئی اور تاریخ نویسوں کو معاملات حاضرہ پر بے روک ٹوک نکتہ چینی کرنے کی آزادی نہ رہی، اس میں بھی شک نہیں کہ قدیم لاطینی نثر کی متانت و قوت میں زوال رونما ہوا اور شاعری نے سادگی اور عام پسندی کے لوازم چھوڑ کر اس تصنع کو اختیار کیا جو لطف کلام کا ناس کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس زمانے کے شعرا کو قبول عام سے نفرت ہو گئی اور وہ رائے عامہ ہی کو ذلیل و حقیر سمجھنے لگے۔ ہوریس کا بے اختیار کہہ اٹھنا کہ "اودی پروفانوم ولگوس اِت ارکیو[1]" حقیقت میں اپنے معاصرین کے عام خیالات کو ظاہر کرتا ہے۔ ان سب عیوب اور میلان زوال کے باوجود عہد جدید کے بہترین مصنف اس ذوق لطیف اور صحت نظر سے عاری نہ تھے جو ادبی حسن پیدا کرنے اور فن کو کمال تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔ نیز عام آثار زوال کی تلافی بھی اس زمانے کے ایسے ایسے مصنفین سے ہو جاتی ہے جیسے کہ ورجیل، ہوریس، ٹی بلوس

[1] جس کے معنی قریب قریب یہ ہوئے کہ "رذیل عوام الناس پر صد نفرین اور تین حرف"! مترجم

اور لوئی گزرے ہیں،

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا اغسطس کو بذات خود علم ادب کی ترقی اور اہل ادب کی سرپرستی کا خاص خیال تھا۔ سویتونیوس کے الفاظ کیں "اپنے زمانے کے جوہر کمال کو وہ ہر ہر طریق سے چمکاتا اور فروغ دیتا تھا"[1] اس نے دو کتب خانوں کی بناڈالی تھی: ایک تو ایوان اکتاویہ میں اور دوسرا وہ جو پلاتین کی پہاڑی پر اپولو کے مندر میں قائم کیا تھا۔ وہ خود نظم و نثر کا مصنف تھا اور "تشویق فلسفہ" نثر میں اور ۲ رکن کی بحر میں "سکی لیہ" کی نظم اسی نے لکھی ہے۔ "کتابہ انقرہ" اور مداخل و مصارف سلطنت کے خلاصے کا حال ہم بیان کر چکے ہیں[2]،

اغسطس کے دونوں وزرائے خاص بھی اس کی مثل صاحب تصنیف تھے۔ اگریپا نے خود اپنی سوانح تحریر کی اور دنیا کی ایک "اٹلاس" (یعنی نقشوں کی کتاب) کو بھی ترتیب دیا ہے میسیناس کبھی کبھی سادہ وضع کے شعر کہتا اور بعض نثر کی کتابیں بھی اس کی یادگار ہیں لیکن اس کی اصلی شہرت خود شاعر ہونے کی وجہ سے ہے کہ غیر معروف مصنفین کو چھوڑ کر ہوریس، ورجیل، واریوس، توکا، مارسوس جیسے نامی گرامی لوگ اس کی علمی مجلس میں داخل تھے، مشہور خطیب والریوس مسالا (ولادت ۶۴ ق م وفات ۹ ء) نے بھی اپنی صحبت میں بہت سے اہل علم کو جمع کیا تھا جس میں سب سے نامور تبلوس، روفس، اور ماکر شاعر ہیں اور غالبًا اوید کو بھی اسی حلقے میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ اس حلقے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ سیاسیات سے بالکل علیحدہ تھا، خود مسالا کی ادبی تصانیف میں زیادہ تر یونانی زبان کے (نظم اور نثر کے) تراجم داخل ہیں اسی اسی نیوس پولیو (۷۵ ق م تا ۵ ء) کو ایک خاص حیثیت حاصل تھی۔ اصل میں وہ انتونی کا طرفدار تھا لہذا جنگ اکتیئم کے بعد سیاسی معاملات سے علیحدہ ہو کر اب اس نے سارا وقت ادبی مشاغل کے لئے وقف کر دیا۔ وہ نئے بادشاہ کے دربار سے ہمیشہ الگ تھلگ رہا

---

[1] ملاحظہ ہو اس کی کتاب "اغسطس" صفحہ ۸۹۔

[2] باب نہم زیر عنوان ۱۴

اور اس کی تصنیفات میں آزادی کے ساتھ عہد جدید کے طور طریق سے کدوکاوش کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔ وہ نہایت ذی علم اور سخت خردہ بین نقاد تھا۔ چند غم انجام ناٹک جنگی ورجیل نے ستائش کی[1] اور خانہ جنگی کی ایک تاریخ (ہسیس توریا) جس میں وہ ۶۰ء سے ۴۲ء ق م تک کے حالات لکھنے پایا[2] اس کے قلم کی یادگار ہیں، ورجیل اور ہوریس دونوں کیساتھ اسکے دوستانہ تعلقات تھے۔

(۲) پب لیوس ورجی لیوس مارو[3] (= ورجیل) مان توا کے قریب اندس میں ۷۰ء ق م میں پیدا ہوا۔ دہقانی خد و خال ہی غریب خاندان سے ہونے کی شہادت دیتے تھے۔ باپ معمولی پیشہ ور تھا۔ وہ پہلے کرمونہ کے مدرسہ میں داخل ہوا پھر مدیولانوم کی درس گاہ میں پڑھتا رہا اور وہاں سے رومہ گیا جہاں فن خطابت کی تعلیم میں اکتاویوس جس کے نصیب میں آیندہ سیزر و اغسطس بننا لکھا تھا، اس کا ہم سبق تھا۔ مارو نے فلسفہ کی تعلیم سیرو سے پائی جو اپی کیوری عقائد رکھتا تھا، گھر واپس آنے کے بعد اسے اور اس کے کنبے والوں کو خانہ جنگی کے مصائب سے سابقہ پڑا۔ ضلع کرمونہ میں پرانے سپاہیوں کو زمین تقسیم کرنے کی خدمت اکتاویوس موزا کے سپرد کی گئی تھی۔ مگر اس عہدہ دار نے اس ضلع کی حدود سے تجاوز کیا اور قریب کے علاقے مان توا کی اراضی میں بھی قطع و برید شروع کر دی[4] (۴۱ء ق م) اور ورجیل کے باپ کو بھی نقصان اٹھانا پڑا۔ غالیہ ماورائے پو کا جیش سالار ان دنوں اسی نیوس پولیو تھا اور شاعر کورنلیوس گالوس کو بھی اس معاملے کی طرف توجہ ہوئی پھر انہی دونوں کے مشورے سے خود ورجیل رومہ آیا اور

---

[1] دیکھو "اک لوگ"۔ فصل ہشتم صفحہ ۱۰

[2] دیکھو ہوریس "قطعات" فصل دوم صفحہ ۱

[3] شاعر کے نام کے صحیح ہجوں میں v کے بعد e ہے لیکن انگریزی میں اس کے مخفف نام کو Virgil لکھتے ہیں۔

[4] چنانچہ یہ مصرع اس کا گواہ ہے کہ "مان توا دی میزیر نی میوم وسی نا کرمونے" (یعنی کرمونا کے ہمسائے میں ہونا ہی مان توا کے واسطے کچھ کم مصیبت نہ تھا)

اپنے باپ کی زمین بحال کئے جانے کا اس نے سیزر سے حکم صادر کر لیا۔ اس کی پہلی "اک لوگ" (= گڈریوں کے گیت) سیزر کی اسی لطف و مرحمت کے شکریے میں لکھی گئی تھی۔ لیکن ورجیل اور اس کے باپ کو زیادہ عرصے تک اپنی واگزاشتہ اراضی میں رہنے کا موقع نہیں ملا۔ سال یا دو سال بعد ان پر پھر اسی قسم کی تعدی ہوئی بلکہ ہمارے شاعر کی جان کے بھی لالے پڑ گئے۔ تب وہ دوبارہ دارالسلطنت میں آیا اور میسناس سے ملا جو غالباً شاعر کے بعض دہقانی گیتوں کی بدولت اُس سے واقف ہو چکا تھا۔ پھر میسناس کے اثر سے نہ صرف اس کی املاک واپس ملیں بلکہ تلافی مافات کے لئے کمپانیہ میں شاید مقطع بھی سرکار کی طرف سے عطا ہوا اور ہمارے شاعر کی زندگی کا آخری حصہ اکثر اسی مقام میں گزرا۔

ورجیل کی پہلی تصنیف "بکولیکس" (یعنی دہقانی نظموں کا مجموعہ) ۴۱ سنہ تا ۳۹ سنہ ق م میں لکھی گئی تھی۔ اور اس میں دس اک لوگیں یا گیت ہیں۔ یہ اصل میں تھیوک ریتوس کی ریس میں اسی کی بحر اور بہت کچھ اسی کے گیتوں کے نمونے پر تحریر کئے گئے ہیں۔ لیکن ان میں جا بہ جا اپنے زمانے کے واقعات و اشخاص اور خاص کر ماورائے پوغالیہ کے مصائب کا ذکر بھی آجاتا ہے جن سے خود ورجیل کو ایسا کچھ ناگوار سابقہ ہوا تھا۔ گیتوں میں جہاں تی تی روس کے جنگلوں کا ذکر آتا ہے وہیں سیزر، کورنلیوس گالوس، الفنوس واروس کا (جو پولیو کے بعد صوبے کا جیش سالار ہوا تھا) اور سب سے بڑھکر خود پولیو کو شاعر نے یاد کیا ہے۔ بلکہ چوتھی اک لوگ پولیو کے قنصلی سال ۴۰ سنہ ق م ہی کے واسطے لکھی گئی تھی اور موضوع کے اعتبار سے اسے "دہقانی نظموں" میں شمار کرنا دشوار ہے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسے لکھتے وقت شاعر اپنے "جنگلوں کو ایک قنصل کی شان کے شایاں" بنانا چاہتا ہے۔

"سی کانی موس سیل ورس، سیلوی سینٹ کون سولہ دیگنہ"

انہی گیتوں میں وہ "دورِ زحل کی حکومتوں" اور ست یگ کا خیر مقدم کرتا ہے[1]

[1] دیکھو فصل اول صفحہ ۹۔ (قدیم رومی "زحل کے دور" کو سب سے مبارک اور بہتر سمجھتے تھے۔ مترجم)

اگرچہ یہ صدائے مرحبا دس سال قبل از وقت تھی اور پھر جب حقیقت میں رومی دنیا میں امن اور فراغ کا دور آیا تو شاعر کا یہ ممدوح یعنی اپولیو اس دور کا بانی ہونے کی بجائے اگر تھا تو اس کا مخالف تھا۔ بہرحال یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ اسی وقت سے کسی بڑے انقلاب کی آمد آمد کا خیال دلوں میں موجود تھا۔

نظموں کا یہ مجموعہ اطالیہ کے شمال میں تصنیف ہوا (جو اس وقت تک "اطالیہ خاص" میں داخل نہ تھا) اور شاعر کی دوسری کتاب جنوبی اطالیہ، خاص کر نیپلز کی یادگار ہے۔ اس "پند نامے" "جیور جیکس" نامی کا مضمون میسیناس نے سمجھایا تھا۔ یہ چھ رکن کی بحر میں کاشتکار کے مختلف کاروبار کے موضوع پر لکھا گیا ہے۔ پہلے حصے میں فن فلاحت کی بحث ہے۔ دوسرے میں درختوں کے نصب کرنے کا حال لکھا ہے۔ تیسرے میں مویشی اور چوتھے حصے میں مہال کی مکھیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کا ذکر ہے۔ ورجیل کے جذبۂ شاعرانہ کے واسطے جسے وہ خود دہقانی شاعری سے منسوب کرتا ہے، اس سے بہتر و مناسب طبع کوئی مضمون نہ تھا۔ اور بعض اعتبار سے یہی کتاب "جیورجیکس" اس کی بہترین تصنیف ہے۔ اس میں ورجیل کے قلم نے وہ کام انجام دیا ہے جو ایک شاعر کے لئے سب سے نازک و دشوار کام ہے۔ یعنی پند و ہدایت کی شکل میں سچی شاعری کی ہے۔ اس کا بے مثل وجدان اور موضوع شعر سے سچی شیفتگی مل کر ہی ایسی لاجواب نظم پیدا کرسکتی تھی جس میں ورجیل کے وہ حقیقی جوہر ظاہر ہوتے ہیں جو نہ بکولیکس میں اچھی طرح کھل سکے تھے نہ "اِنیَید" (انیاس نامہ) میں ظاہر ہوئے۔ اس کتاب کی تصنیف اور تہذیب و درستی میں ۳۷ء تا ۳۰ء ق م تک سات سال کا عرصہ لگا اور جب اغسطس اکتیئم کی جنگ سے واپس آیا تو یہ اس کے سامنے آواز بلند پڑھی گئی۔ یہ بیان کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ اوّل اوّل چوتھے حصے کے آخری اشعار کورنلیوس گالوس کی مدح میں لکھے گئے تھے لیکن جب وہ ۲۶ء ق م میں قتل ہوا (جس کا حال ساتویں باب کے عنوان ۳ میں ہماری نظر سے گزر چکا ہے) تو بادشاہ کی استدعا کے مطابق اس بند کو کتاب میں سے خارج کر دیا گیا اور اس کی بجائے اورفیوس کا قصہ الحاق کیا گیا۔

جیورجکس میں ورجیل وعدہ کرتا ہے کہ آیندہ وہ اس سے بھی بڑی نظم لکھنے پر کمر ہمت باندھے گا اور سیزر کے کارنامے گائے گا۔[1] لیکن یہ نظم ایک رزمیہ مثنوی کی شکل میں منظوم ہوئی جس میں سیزر کی بجائے اس کی قوم جولیان کا جد امجد انیاس ممدوح ہے۔ یہ کتاب ۲۹ سنہ ق م کے قریب شروع کی گئی تھی اور شاعر کی زندگی کے باقی دس سال اسی کے نظم کرنے میں صرف ہوئے۔ ۱۹ سنہ ق م میں اس نے برندوزیم میں وفات پائی اور اس کتاب کو اتمام کو نہ پہنچا سکا۔ اس نے وصیت کر دی تھی کہ اس کا مسودہ جلا دیا جائے لیکن اس خیال سے کہ کہیں یہ معرکۃ الآرا نظم تلف نہ ہو جائے اغسطس نے ورجیل کے دو دوستوں واریوس اور توسیما کو اس کی تدوین و اشاعت پر مامور کیا مگر شرط کر لی کہ اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہ کریں۔ اگرچہ اغسطس اس مثنوی کا "رستم وستان" نہ تھا لیکن اس میں "لاطینی نژاد البانی اجداد اور شہر رومہ کی رفیع الشان فصیلوں" کی اصل و بنیاد کا فسانہ تھا اور وہ رومی تاریخ کے مختلف اعصار و ازمنہ کو زیر نظر لانے کے ساتھ پڑھنے والے کے تخیل کی ایسے شخص کی طرف رہنمائی ضرور کر سکتی تھی جو "عہد عیش و فراغ" کا افتتاح کرنے والا تھا۔[2] انئید کو اپنے وجود میں لانے والے کی غیر متوقع موت سے نقصان پہنچا۔ وہ نہ تمام ہوئی نہ اس کی نظر ثانی کی نوبت آئی نظر بر این اس کی نسبت یہ کہنا مرنے والے شاعر کی ناقدری اور حق تلفی نہ سمجھا جائے گا کہ اس نظم کا اصلی لطف اور حسن خاص خاص واقعات اور زبان و بحر کی نازک و لطیف جزئیات میں ہے نہ کہ بحیثیت مجموعی پوری نظم میں۔ بایں ہمہ اتنا یقینی ہے کہ وہ ہمیشہ الیاد و اڈیسی کے پہلو بہ پہلو عہد قدیم کی تیسری سب سے بڑی رزمیہ مثنوی شمار ہوگی۔ مضمون کی وہ شان و وقار جو اہل رومہ کا حصہ تھا اور دوسرے اپو تھے

[1] حصہ سوم صفحہ ۴۶ پروپرتیوس (شاعر ۴۹ سنہ تا ۱۵ سنہ ق م) میں انیاس نامے کی تیاری کا مژدہ ایسے الفاظ میں سناتا ہے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید اس کتاب کے بعد شاعر اکٹیم کے معرکے پر ایک علیحدہ نظم لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

[2] دیکھو انئید۔ جزو اول صفحہ ۶

اور چھٹے جزو کی تعجب انگیز قوت بیانیہ نے اس کتاب کو متاخرین کی نظر میں جیو رجکس" کی نسبت کہیں بلند پایہ بنا دیا ہے۔ پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجموعی طور پر ورجیل کی شاعری ملٹن یا اپنے شیدا ڈینٹی (دانتے) کی نسبت ورڈز وتھ سے زیادہ مماثلت رکھتی ہے۔ دل کی صفائی اور پرہیزگاری ورجیل کا راگ ہے اور غالباً اس کی تعریف میں سب سے بہتر قول اس کے دوست ہوریس کا ہے جس نے ورجیل کو" انی ماکان دیدا" (روح صافی) کے نام سے یاد کیا تھا۔

ورجیل نیپلز کے قریب ہی پوتیولی کی سڑک کے کنارے دفن ہوا اور اس کی قبر پر یہ کتبہ لگایا گیا جس کی نسبت مشہور ہے کہ خود اس نے مرنے سے پہلے اپنے واسطے تجویز کیا تھا کہ:

Mantua me Genuit, Calabri rapuere,

tenet nunc, Parthenope, Ceciui pascua, rura, puces.

(۵) ورجیل کے سلسلے میں خواہ مخواہ اس کے دوست واریوس روفوس (۷۴ تا ۱۴ قم) کا ذکر آتا ہے جو ورجیل سے کچھ بڑا تھا اور سیزر واکتاویان کے نام پر رزمیہ نظمیں لکھنے اور سب سے بڑھکر "تھئیس تس" کے ناٹک کی وجہ سے مشہور ہے۔ قریب قریب اسی عہد کا ایک اور شاعر امی لیوس ماکر باشندہ وروناہے کہ وہ بھی ورجیل کا دوست تھا اور ورجیل کی "بکولیکس" میں موپ سوس کے نام سے اس کا ذکر آتا ہے۔ اس نے طبیعات کے مضمون پر نظمیں ("اورنی تھی گونیہ" اور "تھریاگا") لکھی تھیں لیکن وہ اتنی خوش نصیب نہ تھیں جتنی یونانی زبان میں "نکاندر" نامی اس کی مشقی نظمیں جو اب تک محفوظ ہیں۔ بدقسمتی کو رنلیوس گالوس (۶۹ تا ۲۷ قم) کا بھی اسی مقام پر ذکر آنا چاہیئے اگرچہ درحقیقت اس کا نام کاتونوس اور سینا کے عہد میں داخل کیا جانا زیادہ موزوں ہے۔ عشقیہ مرثیہ یا واسوخت کی بنیا دسکندریہ سے

۱؎ ہوریس کے قطعات (فصل اول صفحہ ۲) سے ظاہر ہوتا ہے کہ روفوس اگر یہ کی طرح میں بھی کوئی نظم لکھنے والا تھا۔

یونانیوں نے ڈالی تھی، اسے رومی زمین میں نصب کرنا گالوس ہی کا کارنامہ ہے اور "یوفوریون کا حلقہ" جس میں کاتولوس و سینا داخل تھے، اسی نے قائم کیا تھا۔ اسی نے یوفوریون کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور پھر خود اپنی محبوبہ کی تھرلیس پر طبع زاد مرثیوں کی چار کتابیں لکھیں جن میں کی تھرلیس کو "لی کوریس" کے نام سے یاد کیا ہے، گالوس کی موت کا حال پہلے ہم بیان کر چکے ہیں [۱]۔

(۶)۔ روما کے نامور مثنوی نگار کی مثل روما کا نامی قطعہ نگار بھی غریب خاندان کا آدمی تھا۔ کیو اہوا تیوس فلاکوس (ہوریس) ایک آزاد غلام کا بیٹا تھا اور ۶۵ سنہ ق م میں، اپولیہ و لوکانیہ کی سرحد کے شہر ونوسیا میں پیدا ہوا۔ جولیس سیزر کی موت کے بعد وہ بروتس کے ساتھ ہو گیا اور فلیپی کی جنگ تک ایشیا اور مقدونیہ میں اسی کے ماتحت کام کرتا رہا۔ جنگ میں جب شکست ہوئی تو جیسا کہ خود لکھتا ہے [۲] وہ بھی اس عام فراری میں بھاگنے والوں کے ساتھ تھا اور پھر روما واپس آکر ایک کواستور کے میر منشی کی خدمت پر مقرر ہو گیا۔ آیندہ دس سال میں اس نے وہ "مضحکات" اور مستزاد (اپود) لکھے جن سے اس کی ہر طرف شہرت اور ورجیل و واریوس سے دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے اور انہی کے ذریعے اس کا میسناس سے تعارف ہوا۔ چنانچہ ۳۷ سنہ ق م میں جب میسناس برندوزیم آیا ہے تو ہوریس اس کے ہمرکاب تھا اور برندوزیم کی دلچسپ کیفیت جو اس نے تحریر کی وہ اسی سفر کی یادگار ہے [۳]۔ میسناس کے ساتھ ربط ضبط بڑھا اور اپی کیوری خیالات کی یکسانی نے جو ہمارے شاعر اور اس کے سرپرست

---

[۱] ورجیل کا ایک اور شاعر دوست بھی تھا جس کا کولیکس میں کودروس کے (غالباً فرضی) نام سے ذکر آتا ہے۔

[۲] دیکھو مضحکات۔ جزو دوم۔ فصل اول صفحہ ۴۴۔ ہوریس نے اپنی نظموں کی پہلی جلد، فصل ششم میں اپنے ابتدائی حالات بھی لکھے ہیں۔

[۳] قطعات۔ جزو دوم صفحہ (۷)

دونوں کے دل میں جاگزیں تھے، ان تعلقات کو اور مستحکم کر دیا۔ ہوریس کو دیہات کی زندگی پسند تھی اور ۳۴ سنہ ق م میں میسناس نے سابین کے ضلعے میں اسے ایک مقطع دلوا دیا تھا جسے وہ "شہر سلطانی" (یعنی رومہ) سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ دراصل طبیعت کی آزادی اس کی خاص صفت تھی اور دربار کے قرب کی نسبت گاؤں کی کھلی ہواؤں میں وہ اپنے آپ کو زیادہ آزاد و بے قید سمجھتا تھا۔

"مضحکات" کی پہلی جلد ۳۵ سنہ ق م میں عالم وجود میں آئی اور دوسری اس کے پانچ سال بعد۔ شعر کی اس صنف میں ہوریس، لوسی لیئیس کا متبع تھا[۱]۔ لیکن یہ فرق ضرور ہے کہ لوسی لیئیس ملکی معاملات اور اشخاص پر صاف صاف نکتہ چینی کرتا ہے اور ہوریس مصلحت اندیشی سے صرف معاشرت اور علم ادب کی عام باتوں کو لیتا ہے کیونکہ اب زمانہ بدل چکا تھا۔ لوسی لیئس نے کراتی نوس اور ارستوفان وغیرہ یونان کے قدیم کومِڈی نویسوں کا رنگ اڑایا تھا اور اب ہوریس کو (ثقاہت اور احتیاط کے اعتبار سے) لوسی لیئس کے ساتھ وہی نسبت حاصل ہے جو پرانی اور نئی کومِڈی میں تھی، یہ نظمیں جنھیں وہ خود "سرمون" یعنی "باتون" کے نام سے موسوم کرتا ہے[۲] لوسی لیئس کی "سرمون" کی مثل عوام کی زبان اور چلتے ہوئے طرز میں ۶ رکن کی بحروں میں لکھی گئی تھیں اور ان سے ہمیں شاعر اور اس کے دوستوں کے متعلق بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوتی ہیں، اس کے مستزاد (اپود) قریب قریب اسی زمانے میں شائع ہوئے جب کہ مضحکات کی دوسری جلد شائع ہوئی، ان میں ہوریس نے ارکی لوکوس کی تقلید کی اور بعض لوگوں پر بازاری زبان میں حملہ کیا ہے،

---

[۱] ہوریس نے لوسی لیئس کی شاعری اور یونانی کومِڈی سے اس کے تعلق پر مضحکات کے پہلے باب میں بحث کی ہے اور ایک جگہ بیان کیا ہے کہ لوسی لیئس میرا پیش رو تھا (ع۱۰ صفحہ ۵۶)

[۲] ان نظموں کو ہوریس دو جگہ اسی نام (سرمون) سے یاد کرتا ہے لیکن چونکہ اس نے اپنے رقعات کو بھی یہی نام دیا ہے اس لئے امتیاز کی غرض سے نظموں کو مضحکات ہی کے نام سے یاد کرنا بہتر ہوگا۔

یہ سب نظمیں (بجز آخری قطعے کے) اسی طرز میں لکھی گئی ہیں کہ ایک لمبے مصرعے کے بعد دوسرا چھوٹا مصرع آتا ہے اور پہلا تین رکن کی "ایام بیک" بحر میں ہوتا ہے تو دوسرا دو رکن کی اسی بحر میں، یہ مستزاد ہوریس کی سب سے بے لطف تصنیف ہے لیکن ان کی بدولت اسے مختلف اوزان کی بحروں میں نظم لکھنے اور یونانی شاعری کی نقل کرنے کی خوب مشق ہو گئی اور دوسرے یہی اس کے قطعات کا پیش خیمہ ثابت ہوئے [1]

نظم کی سب سے بڑی یادگار [2] جو ہوریس نے آنے والوں کے واسطے چھوڑی وہ چار جلدوں میں اُن گیتوں کا مجموعہ ہے جو "قطعات" (اود) کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی تین جلدیں ۲۳ ق م میں شائع ہوئی تھیں اور چوتھی گیارہ برس کے بعد نکلی۔ شاعری کی اس صنف میں وہ ایجاد و اختراع کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ اس نے صرف "ایولی راگ کو اطالوی اوزان کے مطابق بنا لیا ہے"! البتہ اس کوشش میں اسے اوّلیت کا ناز ضرور ہے کہ (کاتولوس کو چھوڑ کر) اس کام میں سبقت اسی نے کی:

(Princeps Æolium Carmen ad Italos Deduxisse modos.)

اسی کارگزاری کے صلے میں وہ شاعری کی دیوی سے "تاج دلفی" کا طالب ہے۔ اور حق یہ ہے کہ گو اس نے سافو اور الکیوس وغیرہ یونانی شاعروں کی تقلید کی لیکن خود یہ خیال ہی ہوریس کی تلاش و جدت پسندی کا ثبوت ہے کہ سکندریہ کے جو یونانی شعرا اس عہد میں مقبول تھے انھیں چھوڑ کر وہ اتنے قدیم اساتذہ کی طرف رجوع ہوا۔ پھر مانگے کے راگ لے کر دوسری بولی کے گیتوں میں انھیں پھر دینا بالکل غیر معمولی ذہانت اور شعر و موسیقی کے کامل ذوق کے بغیر ممکن نہ تھا۔ ہوریس کو اس کام میں پوری کامیابی ہوئی۔ تمام قطعات میں، دو چار جگہ کے سوا،

[1] خود ہوریس نے اِپوڈ یا اوڈ کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے بلکہ وہ پہلے کو "ایام بی" اور دوسرے کو "کارمینا" لکھتا ہے۔

[2] دیکھو قطعات۔ جلد سوم صفحہ ۳۰

اس کے ذوق شعر نے کہیں لغزش نہیں کھائی۔ قریب قریب ہر جگہہ جو لفظ اس نے رکھدیا ہے اس سے موزوں تر لفظ نہ سکتا تھا۔ اُس کے حسن ادا کی ہر رومی نقاد نے ستایش کی ہے۔ ان قطعات میں سے بعض تما لبًا لفظی پابندی کا لحاظ کئے بغیر یونانی زبان سے ترجمہ کئے گئے ہیں لیکن زیادہ تر وہ ہیں جن میں وہ اپنے زمانے کے اشخاص و واقعات کا ذکر کرتا ہے اور بعض رومی تاریخ اور اغسطس کے عہد اقبال کی فتوحات پر لکھے گئے ہیں۔ بلکہ چوتھی جلد کے متعلق تو مشہور ہے کہ خود بادشاہ کے ایما سے شائع کی گئی تھی۔

لیکن ابتدائی اور بعد کے قطعات کے درمیان جو وقفہ ہے اس میں ہوریس نے "رقعات" لکھے۔ ان کی پہلی جلد ۲۰ ق م کے قریب شائع ہوی۔ ان کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر نے قطعات میں فن کی جن قیود کا اپنے آپ کو پابند کر لیا تھا اب اُن سے آزاد ہو کر رقعات کی بے تکلف اور سادہ زبان میں دل کھول کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن عام زبان میں ہونے کے باوجود ان شایستہ رقعات اور پہلے کے "مضحکات" میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ زیادہ منجھے ہوئے اور تعقید معنوی سے نسبتہً زیادہ پاک ہیں اور ان میں سلاست و شستگی کا وہ لطف موجود ہے جس کی پہلی تصنیف میں کمی نمایاں تھی۔ غرض یہ کہنا بے بنیاد نہ ہو گا کہ اگر ورجیل کی شاعری کے جوہر پوری طرح "جیورجیکس" میں کھلے تو ہوریس کا کمال فن ان رقعات میں ظاہر ہوا اور یہی وہ صنف ہے جس میں کوئی اس کی آجتک ہمسری نہ کر سکا۔ ان رقعات کی دوسری جلد ہوریس کے آخری زمانے کی یادگار ہے۔ اور اسی میں فن شعر "آرس پوتی کا" پر وہ رسالہ بھی شامل ہے جو اس نے خط کی صورت میں پیزو نام کے دوستوں کو لکھکر بھیجا تھا۔

ہوریس اپنے مربی میسناس کے بعد صرف چند مہینے جیا۔ اُس نے ۸ سنہ ق م میں وفات پائی اور میسناس کے قریب ہی دفن ہوا۔ اگرچہ ابتدا میں وہ دَور نو سے بے تعلق اور الگ الگ رہا لیکن آخر مرور ایام نے اسے "بادشاہی" سے مانوس کر دیا۔ اغسطس کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات

ہو گئے ۔ اور ایک اغسطسی شاعر کی حیثیت سے جو کچھ فرمائشیں کی گئیں وہ اس نے پوری کیں ۔ کیونکہ آزاد ہونے کے باوجود ہوریس میں یہ کمزوری ضرور تھی کہ وہ بڑے آدمیوں کی ملاقات کا شایق تھا ، پھر یہ کہ خود اس کی شعر گوئی کو غالباً میسناس کے اثر سے بہت کچھ ترقی ہوئی ۔ یہ اس لئے کہ وہ ان لوگوں میں نہ تھا جن سے بغیر شعر کہے نہیں رہا جاتا ۔ اُس کی شاعری میں ہر جگہ تراش خراش اور غور و فکر کی علامات نمایاں ہیں اس کا کلام "نالۂ بے اختیار" نہیں ہے ۔

ہوریس کے کلام میں ہمیں بہت سے ایسے شعرا کے حالات ملتے ہیں جن کا کلام مفقود ہو چکا ہے اور جو اپنے زمانے میں مشہور تھے ۔ ان میں خود اسکا دوست وارِل جیموس ہے جس نے "نکات و مراثی" تصنیف کئے تھے اور اہل نظر ہومر کے ساتھ اس کا موازنہ کرتے تھے[1] فس گوس اور فون دائیوس تمثیل نویس شاعر تھے اور پوپیوس بھی غمناک تمثیلیں لکھا کرتا تھا ، اسی جگہ سسی لی سوس کا بھی ذکر کر دینا چاہیئے جس نے ایک "کتاب التمسخر" لکھی اور "فابیولا ترابیتا" (یعنی حکایات) لکھنے کا طریقہ رائج کیا ، اسی طرح دومی تیوس مارسوس بھی قابل ذکر ہے جس نے "کہاوتوں" کے لکھنے میں بڑی شہرت پائی اور اس فن میں وہ مارتیال کا استاد اور پیشرو تھا ۔

(۵) اس عہد کے ان مرثیہ نویسوں میں ، جن کا کلام ہم تک پہنچ سکا ہے ، سب سے زیادہ پُر اثر کلام البیوس تی بلوس (۵۴ سنہ تا ۱۹ سنہ ق م) کا ہے ۔ اس نے یہ طرز اہل اسکندریہ سے لیا تھا لیکن اس میں اطالیہ کی دیہاتی زندگی کا تازہ جوش خود بھر دیا ۔ اس کی عاشقانہ نظموں میں بھی ایک ایسا لطیف سوز و گداز پایا جاتا ہے جس کی دَورِ قدیم کے علم ادب میں کہیں مثال نہیں ملتی ۔ یہ نظمیں اس نے اپنی محبوبہ کے نام لکھی ہیں جس کا اصلی نام پلانیہ تھا مگر نظموں میں شاعر اسے دلیہ لکھتا ہے ، پانچ رکن کی بحر کو تی بلوس نے ایسے سلیقے سے استعمال

[1] یہ تی بلوس کی رائے ہے (جلد چہارم باب پنجاہ صفحہ ۱۷۹)

کیا ہے کہ بہ اعتبار فن شعر کے لاطینی مراثی کی صنف کو اسی کی بدولت بڑی ترقی اور قوت حاصل ہوئی۔ تی بوس کی وفات کے بعد اس کے کلیات کے ساتھ بعض اور نظمیں بھی اسی کے نام سے شائع ہوئی تھیں جو درحقیقت کسی اور شاعر لیگ داموس کا نتیجۂ فکر تھیں (اور خود یہ نام بھی فرضی معلوم ہوتا ہے) اسی طرح اس کے مربی مسالا کی بھتیجی سُلپی کیہ کے چند مرثیے بھی اسی کے مجموعہ میں شامل کر دئیے گئے تھے۔

امبریہ کا شاعر پروپرتیوس غالباً اسی سیوم میں ۴۹ ق م کے قریب پیدا ہوا (وفات کا سال قیاساً ۱۵ ق م ہے) اس نے تی بوس کی طرح اپنے آپ کو اہل اسکندریہ کی تقلید سے آزاد نہیں کیا۔ وہ کالی ماکوس اور فیلیتاس کا متبع تھا اور اسی پر فخر کرتا رہا حتیٰ کہ اپنے آپ کو "رومی کالی ماکوس" کہہ کر خوش ہوتا تھا۔ اس کی علمی نظر نہایت وسیع تھی اور اس کے مرثیوں میں نہایت قدیم اور بھولے بسرے مذہبی قصّوں کی تلمیحات بھری ہوی ہیں ان سب باتوں کے باوجود اس عہد کے کسی شاعر اور مصنف کی شخصیت کا نقش اس کی تصنیف میں اس قدر گہرا اور نمایاں نہیں ہے جس قدر کہ پروپرتیوس کی پرجوش نظموں میں اس کا حال نظر آتا ہے۔ پروپرتیوس کے کلام میں یہ جوش ہوس تیہ کے عشق نے پیدا کیا تھا جو ایک خوبصورت اور تربیت یافتہ رنڈی تھی۔ مگر اپنی نظموں میں وہ اصلی نام کے بجائے اسے کیں تھیہ کے نام سے یاد کرتا ہے جس طرح کاتولوس اور تی بلوس نے اپنی محبوبوں کے نام بدل دئیے تھے۔

پروپرتیوس کے مرثیوں کی پہلی جلد شائع ہوتے ہی اس کی شہرت ہوگئی اور غالباً اسی کتاب نے اسے مسیناس کی بزم ادب میں روشناس کر دیا۔ پروپرتیوس افسردہ طبع اور آشفتہ خیال سا آدمی تھا۔ اس کی نظر ہمیشہ چیزوں کے تاریک پہلو پر پڑتی ہے اور اسی کو اس کی جدّت یا خاص خوبی سمجھیے کہ وہ موہوم درد و تکلیف کے عجیب امکانات ڈھونڈنے میں کمال رکھتا ہے۔ خیال اور بیان دونوں میں اسے ابہام پسند ہے۔ تشبیہات میں اکثر مشبّہ اور مشبّہ بہ کا فرق غائب ہوجاتا ہے اور صاف صاف کوئی معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ معلوم ہوتا ہے پروپرتیوس بہت کمزور قوت ارادی کا آدمی تھا اور اس کی شاعری میں یہ بات صاف صاف جھلکتی ہے

جنھوں نے اس کی زبان کا غور سے مطالعہ کیا ہے وہ یہ دیکھے بغیر نہیں رہے کہ پروپرتیوس حقیقی اور واقعی جذبات کی بجائے محض امکانی اور ظنی جذبات کا اظہار کرنا بہتر سمجھتا ہے اور اس لئے اس کی متخیلہ خواہ مخواہ عالم امکان میں چکر لگاتی ہے کین تھیہ کے ساتھ پروپرتیوس کا تعلق پانچ سال کے قریب رہا اور پھر منقطع ہو گیا تو اس کے بعد پروپرتیوس نے شعر بھی بہت کم کہے۔ گویا اسے کین تھیہ نے شاعر بنایا تھا[1]

رومہ کا تیسرا بڑا مرثیہ نویس پی اویدیوس ناسو (= اوید (Ovid)) سولمو علاقہ پلیجنیہ میں ۴۳ء ق م میں پیدا ہوا۔ وہ طبقۂ متوسط کا فرد تھا اور فن خطابت و قانون کی تکمیل کر کے سرکاری ملازمت میں داخل ہو گیا۔ اغسطس کی نگاہِ التفات نے اسے جامۂ سرداری سے سرفراز کیا اور اسے "ابست گانی" "دہ گانی" وغیرہ چھوٹے چھوٹے عہدے بھی ملے۔ لیکن اس نے شاعری کی خاطر اپنی ملازمت کو خیرباد کہہ دیا۔ یہ خیال کہ اس کو شعر لکھنا خود قطرت نے سکھایا، اوید نے اپنے ایک مصرعے میں ظاہر کیا ہے۔

(Quidquid tentabam dicere versus erat.)

عہد اغسطس کے شعرا میں اوید ہی وہ شخص ہے جس کی شاعری کا تمام زمانہ اسی عہد کے اندر گزرا۔ اس کے کلام کے تین حصے کئے جا سکتے ہیں۔ (۱) ابتدائی زمانے کا وہ کلام جو اب تک محفوظ ہے اور مثنوی کی بحر میں تمام و کمال عشقیہ مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک کتاب "اموریس" (یعنی عاشقی) تین جلدوں میں کورینہ کے عشق کی داستان سناتی ہے۔ دوسری "اس اما توریہ" (فنِ عشق بازی) بھی تین جلدوں میں مرد و عورت دونوں کو عشق کی گھاتیں اور رموز سکھاتی ہے۔ اور تیسری "رمیدیہ اموریس" (= دوائے عشق) مرض عشق کی شدت دفع کرنے کی تدابیر بتاتی ہے[2]۔ لیکن اس زمانے کی بہترین نظم "ہیروئید"

---

[1] دیکھو، رتیال، "کین تھیہ تہ ورتم فسیت لس کوی پروپرتی"

[2] ایک چھوٹی نظم "مدی کامینا فاکیئی" جس میں عورتوں کے بناؤ سنگار کے گر بتائے

ہے جسمیں قدیم کہانیوں کی مشہور محبوبوں کی طرف سے، جیسے پنی لوپ، دیدو، فیدرا ہیں ان کے عاشقوں کے نام شاعر نے فرضی خط لکھے ہیں اور حقیقت میں ان خطوں کے لکھنے میں اوید نے قوت تحریر کا کمال دکھا دیا ہے۔

(۲)، دوسرے زمانے کی دو کتابیں "متامورفوسس" اور "فاسٹی" ہیں جن کا لکھنا بڑی ہمت کا کام تھا۔ کیونکہ ایک میں یونانی اور دوسری میں رومی دیومالا پر نظم لکھنی تھی۔ پہلی کتاب "متامورفوسس" (یعنی تغیرات) کا مصالحہ بیشتر اسکندریہ کے شعرا نکانڈر اور پارتھنیوس کی تصانیف سے اوید کے ہاتھ لگا۔ دوسری کتاب فاسٹی گویا رومی تقویم اور ریتیح تہوار وغیرہ کی ایک منظوم شرح تھی جس کی سال کے بارہ مہینے کے حساب سے بارہ ہی جلدیں یا حصے ہونے چاہیئے تھے۔ لیکن صرف مارچ سے اگست تک کے چھ حصے تیار ہو سکے؛

(۳)، تیسرا زمانہ اوید کی جلا وطنی سے شروع ہوتا ہے جب کہ سنہ ۹ء میں وہ اسکیشیہ کے شہر تومی میں چلا آیا تھا۔ اس کی جلا وطنی کا اصلی سبب تاریخ کے ان رازوں میں داخل ہے جن کا کوئی یقینی حل نہیں ملتا۔ خود شاعر اس بارے میں صرف تاریک و مبہم اشارے کرتا ہے۔ ایک جگہ وہ اپنی "ایک نظم اور ایک غلطی" کا ذکر کرتا ہے جن کی بنا پر یہ مصیبت اس کے سر پڑی۔ ایک جگہ کہتا ہے کہ "سارا قصور ان آنکھوں کا ہے!" اب قرینہ چاہتا ہے کہ نظم سے یہاں مراد اس کی کتاب "فن عشقبازی" ہو جس کی بے حجابی اور اشتعال انگیزی گویا درپردہ ان کوششوں کی مخالفت تھی جو قوانین جولیہ کا واضع اہل رومہ کی اصلاح معاشرت میں کر رہا تھا۔ بہرحال جلا وطنی کا اصلی سبب اسی "غلطی" کو سمجھنا چاہیئے جس کا اوید نے ایسے مبہم طریق پر حوالہ دیا ہے۔ لوگوں کا گمان ہے اور قرائن سے بھی اس کی خاصی تائید ہوتی ہے کہ اوید خاندان شاہی کے کسی فرد کی بداعمالی سے واقف تھا اور اسے نہ روکنے کی بنا پر ہی سزا کا مستوجب قرار پایا۔ ممکن ہے کہ یہ غفلت جولیہ اور دی سیلانوس کی زناکاری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۲۔ گئے ہیں۔ اسی زمانے کی نظموں میں شمار ہونی چاہیئے؛

سے متعلق ہو۔ اور شاعر کے سر الزام دھر کے سزائے جلا وطنی کے بعد معاملہ رفع دفع کر دیا گیا ہو۔ بہر کیف اسی جلا وطنی کے زمانے میں بحر اقشین کے ساحل پر اس نے چار جلدوں میں وہ رقعات لکھے جو "اکش پونتو" کے نام سے مشہور ہوئے اور ایک دوسری کتاب "تربستیا" پانچ جلدوں میں لکھی جس میں وہ اپنی مصیبتوں کا دکھڑا روتا اور معافی ملنے کی التجائیں کرتا ہے۔ ایک اور نظم "ابیس" میں کسی نامعلوم دشمن کی اس نے بہت بری طرح خبر لی ہے اور کالی ماکوس کی اس ہجویہ نظم کا جو اس نے روڈس کے باشندے اپولونیوس کے خلاف لکھی تھی، چربہ اتارا ہے۔ ماہی گیری کے فن پر بھی ایک نظم اوید نے لکھی تھی مگر وہ ناتمام رہی۔ اسکے علاوہ اس نے وہاں کی گتی زبان میں اغسطس کے نام ایک قصیدہ تحریر کیا تھا لیکن بد نصیب شاعر کو نہ اغسطس نے بلائے جلا وطنی سے نجات دی اور نہ اس کے جانشین تی بریوس نے۔ اور وہ سنہ ۱۷ء میں وہیں تومی میں مرگیا۔

مرثیے کی بحر کے استعمال میں اوید نے اپنے آپ کو بعض سخت قواعد کا پابند کر لیا تھا جو اس سے پہلے نہ تھے۔ نظم کرنے میں اسے غضب کی مشاقی حاصل تھی حق یہ ہے کہ اس کا اصل میدان شاعری نہیں ہے خطابت ہے اور جہاں کہیں خطابت سے کام لینے کا موقع آتا ہے وہاں اس کی شاعری مرتبہ کمال حاصل کر لیتی ہے جیسا کہ "ہیر وئید" میں ہوا۔ وہ عیش و تن آسانی میں زندگی بسر کرتا تھا اور بہت خوشی مناتا ہے کہ اغسطس کے عہد میں پیدا ہوا جبکہ زندگی عزت سے گزرتی ہے۔ اس کی عشقیہ شاعری میں چرب زبانی نمایاں ہے اور اسی لئے وہ تی بلوس اور پروپرتیوس کے مقابلے میں اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ اپنے ابتدائی زمانے میں اس نے "مدیہ" کے نام سے ایک تراجدی بھی لکھی تھی جو نایاب ہو گئی ہے۔ لیکن وہ اور واریوس کی "تھیستس" اس زمانے کے سب سے ممتاز ناٹک مانے جاتے تھے، ایک مرثیہ "نوکس" اور "کون سولاتیو اونی دیام" کی نظم بھی غلطی سے اوید سے منسوب کئے جاتے تھے لیکن غالباً یہ اس زمانے کے کسی کم رتبہ شاعر کی طبعزاد ہیں۔

اوید کے ان دوستوں میں جو خود بھی سخن گو تھے، چند قابل ذکر ہیں

یعنی سابی نوس جس نے "ہیروئید" کے خطوں کے جواب لکھے ہیں، پون تی کوس جو "تھیبائید" کا مصنف تھا۔ سی سوی روس جس نے سکستوس پومپی کے ساتھ صقالیہ کی جنگ کے حالات نظم کئے اور "حمکیلا اپی نوا نوس" فدو جس نے "اتھی سئیس نامہ" اور اپنے عہد کی تاریخ پر ایک رزمیہ مثنوی لکھی تھی۔

(۶) ورجیل کی "جیور جیکس" اور اووید کی "ہالیوتیکس" اس قسم کی شاعری میں داخل نہیں جسے "تعلیمی" کہتے ہیں۔ اسی قسم کی دوسری تصانیف میں گراتیوس کی "کین جیتی کا" جو فن صید افگنی کے موضوع پر لکھی گئی ہے اور مانی لیوس کی "استرونومیکا" (پانچ جلدوں میں) قابل ذکر ہیں۔ مگر اس دوسری نظم کے متعلق جو علم نجوم پر لکھی گئی تھی ہمیں کوئی مزید واقفیت نہیں اور اس کا نام بھی مشتبہ ہے۔ بایں ہمہ یہ شاعر قدرت کلام کے اعتبار سے کوئی معمولی آدمی نہ تھا اور اس کے کلام میں کافی جدت بھی پائی جاتی ہے۔

لطیف اور ظریفانہ قسم کے جستہ جستہ قطعات جو "پری اپیہ" کے نام سے ایک جگہ جمع کئے گئے تھے، اغسطس ہی کے عہد سے متعلق ہیں اور ان میں بعض بہترین شعرا کی یادگار ہیں۔

فصل دوم - لاطینی نثر

(۷)۔ تی توس لی وی (۵۹ ق م تا ۱۷ء) کی تاریخ روما عہد اغسطس کی سب سے بڑی نثر کی کتاب ہے۔ مصنف پتا ویم میں پیدا ہوا اور اس کی تحریر میں وہاں کے مقامی اثرات جھلکتے ہیں۔ لیکن اس کی زندگی کا زیادہ حصہ روما میں گزرا اور یہیں اس نے خطابت کی تعلیم پائی اور فلسفیانہ مکالمے لکھے اور اغسطس کی دوستی کا شرف حاصل کیا۔ بادشاہی کی بنا پڑنے کے بعد ہی اس نے اپنی تاریخ شروع کر دی تھی (جس کا نام "اب اربے کوندی تا لیب ری" تھا) اور اسے دروسوس کی موت (واقع ۹ ق م) تک پہنچا دیا تھا

کتاب کے کُل ۱۴۲ اجزا تھے اور ہر جزو کو "اعشار" و "نیم اعشار" میں تقسیم کیا تھا اور ہر "عشر" تکمیل پاکر الگ الگ شائع ہوتا رہتا تھا۔ لیکن ہم تک صرف ۳۵ (یعنی ایک سے دس تک اور ۲۱ تا ۴۵) اجزا پہنچے ہیں باقی ضائع ہو گئے تاہم قریب قریب ان سب گم گشتہ اجزا کے خلاصے محفوظ ہیں۔

لیوی خوش خلق میانہ رو آدمی تھا اور اس کی رائیں شدید اور دو ٹوک نہ ہوتی تھیں۔ اسے مصالحت اور مفاہمت پسند تھی افراط اور شدت سے نفرت کرتا تھا اور ہر فرقے کے آدمی سے رعایت و رواداری برت سکتا تھا اس کا یہ اعتدال اور انصاف کتاب سے ظاہر ہے وہ صرف ایک قصور کو ناقابل معافی سمجھتا ہے اور وہ مجنونانہ جوش و شدت ہے۔ قدیم رومہ اس کا محبوب و ممدوح ہے اور اپنے زمانے کو وہ انحطاط کا زمانہ سمجھتا ہے جو عمدہ اخلاق، سادگی اور تقویٰ سے جن کی بدولت اسلاف کو اتنی عظمت نصیب ہوئی محروم ہے۔ کین کیناتوس، کامی لوس اور فابیوس المعروف بہ "تاخیر پسند" اس کے ممدوح اور قابل تقلید نمونہ ہیں۔ اور اہل رومہ کی تاریخ پر اس عام رائے کو اُس نے اپنی کتاب کے مقدمے میں نہایت صراحت کے ساتھ زوردار الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ وہ ناظرین کو جتاتا ہے کہ وہ کس قسم کے لوگ اور اندرون اور بیرون ملک میں، وہ کیا طرز عمل تھا جس کی بدولت رومہ کی سلطنت قائم اور اس قدر وسیع ہوئی اور پھر وہ انھیں دکھاتا ہے کہ کس طرح اخلاق و اطوار میں بتدریج خرابی پیدا ہوئی اور یہ خرابی روز بروز بڑھتی گئی یہاں تک کہ اہل رومہ سرعت کے ساتھ قعر پستی کی طرف لڑھکنے لگے اور عہد حاضر میں یہ نوبت پہنچ گئی کہ "اب ہم نہ اپنی بداعمالیاں برداشت کر سکتے ہیں اور نہ ان کا تدارک کرنے کی ہمت ہم میں باقی ہے"۔

بہ حیثیت مؤرخ لیوی کی دیانت داری میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا لیکن تاریخ نویسی کے متعلق اس کے خیالات ایسے تھے کہ اس کے اکثر بیانات کو بہت احتیاط سے قبول کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ گو وہ سچی بات بیان کرنی چاہتا ہے تاہم اسے واقعات سے کہیں زیادہ اپنی طرز تحریر کا خیال رہتا ہے

اصول تاریخ نویسی اور تحقیقات سے اسے کچھ واقفیت نہیں ہے۔ اور مشتبہ معاملات میں وہ واقعات کی چھان بین کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ قدیم تاریخ لکھنے میں اس نے صرف اتنا کیا ہے کہ پولی بیوس اور بعد کے دقائع نگاروں خاص کر الپ یوس باشندہ انتیم کی تحریروں کو تراش خراش کے ایک عمدہ پیرائے میں پیش کر دیا ہے اور دوسرے ماخذوں سے، بلکہ بعض بہترین کتابوں تک سے کام لینے کی کوئی دردسری نہیں اٹھائی۔ آئینی معاملات میں اس کی واقفیت ناقص تھی اور جنگی واقعات کے لکھنے کی بھی اسے خاص مہارت نہیں۔ مجموعی طور پر وہ بجائے مورخ کے، ایک خطیب یا انشا پرداز کی حیثیت سے تاریخ لکھنے بیٹھا ہے اور ادبی اعتبار سے اس کی تاریخ دنیا کی بڑی بڑی مشہور تاریخوں میں شمار ہوتی ہے۔ وہ پُرنویس انشا پرداز ہے اور قدیم نقادوں نے بھی اس کی کتاب دیکھکر کہہ دیا تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ الفاظ بھر دیتا ہے۔ اور اس "بھرتی" کے مقابلے میں سالوسٹ کی قلیل و دل تحریروں کو پیش کیا جاتا تھا،

دنیا کی ایک تاریخ پومپیوس تروگوس نے چوالیس اجزا میں تالیف کی جسے بابل کے نینوس کے حالات سے شروع کیا اور اپنے زمانے تک پہنچا دیا۔ اس کا نام "ہستوریا فلی پی کی" تھا۔ اصلی کتاب ہم تک نہیں پہنچی لیکن بعد کے زمانے میں کسی شخص جسٹن نے اس کتاب کا خلاصہ تیار کیا تھا۔ وہ اب تک محفوظ ہے۔ عہد اغسطس کے دیگر تاریخ نویس اروں تیس اور فنیس تلا تھے۔ ان میں سے پہلے نے فنیقی محاربات کا حال سالوسٹ کے طرز پر تحریر کیا تھا اور دوسرا اشیائے قدیمہ کا محقق تھا جس نے اپنے "وقائع" میں لوگوں کی معاشرت اور آئین سلطنت پر خاص توجہ کی ہے۔

(۸)۔ سی جولیوس ہی جی نوس، اغسطس کا آزاد کردہ غلام اور پلاتی نوم کے کتب خانے کا مہتمم اس عہد کی ادبی تاریخ میں ایک خاص جگہ رکھتا ہے، اسے وارو کا جانشین، قدیم اشیا کا ماہر اور ہمہ دانی کے لحاظ سے "ہر فن مولا" سمجھنا چاہیئے۔ اس نے بلاد اطالیہ، مشاہیر رومہ، فن فلاحت اور ورجیل کی شرح میں

کتابیں لکھی تھیں۔ یہ سب ضائع ہو گئیں۔ البتہ دیوی دیوتاؤں کی کہانیوں میں ایک کتاب "(فابولی") اور علم نجوم پر ایک کتاب اس کے نام سے اب تک سلامت ہیں اور غالباً اسی کی تصنیف سے ہیں۔

اشیائے قدیمہ کے اور بہت سے محققوں میں، جن کے نام ہمیں معلوم ہیں۔ دریو فلاکوس ضرور قابل ذکر ہے جس نے تقویم ("فاسٹی") پر ایک کتاب اور فقہ لغت پر ایک اور اعلیٰ درجے کی کتاب "دِ در بو ردم سگ نی فیکاتو" کے نام سے تالیف کی تھی۔ ویت رو ویوس پولیو کی کتاب "دِ آر کی تک تورا" جو دس اجزا میں اب تک سلامت ہے اس واسطے اور بھی بیش بہا ہے کہ اس موضوع پر اس کے سوا اور کوئی اُس زمانے کی کتاب باقی نہیں رہی۔ یہ کتاب ۳۱؁ ق م سے پہلے مکمل ہو کر اغسطس کے نام سے منتسب کر دی گئی تھی۔

دیگر فلسفی، انشا پرداز اور مقررین میں، جو اس عہد میں تحریر یا تقریر کرتے رہے کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس کا حال بعد کے لوگوں میں مقبول ہو سکے، تاہم فلسفیانہ تحریریں لکھنے والوں میں سکس تیوس نیجر اور اس کے بیٹے کا جو باپ کا ہمنام تھا، اور خطیب انشا پردازوں میں پورکیوس لاترو کے نام لکھ دینے چاہئیں جس کے خطبوں کے بعض حصے اب تک سلامت ہیں۔ اسی طرح تقریر کرنے والوں میں تیز گفتار ہاتریوس، بیہودہ گو لابی نوس[2] اور دریدہ دہن کاسیئوس سوی روس قابل ذکر ہیں، عہد اغسطس کے دو بڑے قانون داں امِ انِ تلیس تیوس لابیو (۵۹؁ ق م تا ۱۲؁ء) اور اس کا نوجوان حریف سی اتیوس کاپی تو (۳۰؁ ق م تا ۲۲؁ء) تھے جنھوں نے دو قانونی حلقوں کی بنیاد ڈالی جو بعد میں پروکولی اور سابی نی حلقے کہلانے لگے۔

---

[1] یہ کتاب اب نہیں ملتی مگر فستوس کے طویل اقتباسات کی بدولت اس کے بعض اجزا سلامت رہ گئے ہیں۔

[2] ہر قسم اور ہر حیثیت کے شخص پر یہ مُنہ آتا تھا اور اسی لئے اس پر "رابیس" (یعنی نیلے تن) کی پھبتی کہی گئی تھی۔

فصل سوم - یونانی علم ادب

سنہ ۱۴۶ ق م اہل رومہ کے یونانی ممالک پر تسلط کے ساتھ رومی تاریخ میں یونانی علم ادب کو بھی جگہ ملنے لگی۔ اغسطس کے زمانہ تک یورپ، ایشیا اور مصر کے سب یونانی رومہ کی رعایا یا باج گزار حلیف بن گئے تھے لہذا یونانی علم ادب کو رومی تاریخ کے طالب علم کی توجہ کا استحقاق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اب بہت سے یونانی اپنے رومی حکمرانوں کی تاریخ اور آثار کہن کی تحقیق و تالیف میں مصروف ہو گئے تھے۔ ان میں سب سے پہلا اور سب سے مشہور یونانی پولی بیوس ہے جس نے رومہ کی تاریخ لکھکر ایک نظیر قائم کی۔ دور بادشاہی میں اس کی مثالیں بہت ملتی ہیں کہ رومہ کے متعلق مختلف مضامین پر یونانی میں کتابیں لکھی گئیں۔

جنگ اکٹشیم کے تھوڑے ہی دن بعد دیونی سیوس رومہ آیا اور بیس سال سے زیادہ عرصے تک یہیں رہا اور لاطینی علم ادب کا مطالعہ کرتا اور لاطینی مضامین پر اپنی زبان میں کتابیں لکھتا رہا۔ رومہ میں اس کی صحبت طبقہ اعیان کے ارکین کے ساتھ رہتی تھی اور اس لئے اس کی تحریروں میں جمہوریت پسندی کے جذبات نمایاں ہیں۔ اپنے ہم قوموں کو رومی حکومت سے مانوس کرنے کی کوشش میں اس نے پولی بیوس کی کتاب کا سلسلہ آگے جاری رکھا۔ چنانچہ پولی بیوس کے قلم نے ان کارہائے نمایاں کا خاکہ کھینچا جنھیں انجام دینا رومہ کے نصیب میں لکھا تھا تو۔ دیونی سیوس نے یہ دکھایا کہ واقعی رومہ اس ناموری اور خوش نصیبی کی اہلیت رکھتا ہے۔ رومہ کے "آثار قدیمہ" پر جو کتاب اس نے لکھی اور سنہ ۸ ق م میں تکمیل کو پہنچائی اس میں دیونی سیوس نے دیوی دیوتاؤں کے قصوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ رومی بالکل غیر دلچپ نہیں ہیں بلکہ ان میں اور یونانیوں میں قدیم رشتہ تھا۔ یہ گویا اس مہربانی اور عمدہ برتاؤ کا شکریہ تھا جو مصنف کے ساتھ روا رہنے کے زمانے میں کیا گیا۔ دیونی سیوس کی یہ کتاب بیس اجزا میں تھی جن میں سے صرف پہلے گیارہ بتمامہا سلامت رہے۔ اس کے طرز تحریر میں پولی بیوس کے رنگ کے بالکل خلاف

بہت لفاظی اور مضمون آرائی پائی جاتی ہے۔ اس کے ماخذ اچھے ہیں لیکن وہ تحقیقاتِ تاریخی اور استخراج نتائج کی قدر و قیمت نہیں سمجھتا بلکہ فرضی اشخاص کی زبان سے لمبی لمبی فصیح و بلیغ تقریریں کراتا ہے جن کی تاریخ میں کوئی اصلیت نہیں۔ وہ تاریخ کو "مثالوں کا فلسفہ" کہتا ہے۔ لیکن ادبی تنقید کے معاملے میں اسے پوری دسترس حاصل ہے اور اس کے مختلف ادبی رسائل جن میں وہ قدیم اساتذہ کے کلام پر بحث کرتا ہے قابل قدر ہیں[1]

مگر بعض لحاظ سے دیونی سیوس کے ادبی رسائل سے بھی زیادہ مفید اور دلچسپ ایک شخص لونگی نوس کی کتاب[2] "زبان معلیٰ" "یا" "اعلیٰ طرز انشا" پر ہے جو بظاہر پہلی عہد مسیحی کے اوائل میں لکھی گئی تھی۔ لیکن خود مصنف کے ذاتی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا، کتاب میں علم ادب پر نہایت سلیقے اور واقفیت کے ساتھ سبق آموز تبصرہ کیا گیا ہے اور مصنف عبرانی توراۃ سے بھی کسی قدر واقف ہے،

دمشق کا نکولاوس (ولادت قریب ۶۴ سنہ ق م) شاہ ہیرود کا بڑا دوست اور یونانی اثرات پھیلانے میں اس کا مددگار تھا۔ انتونی اور کلیوپاترا کے بچوں کی تعلیم بھی اس کے سپرد کی گئی تھی۔ وہ نہایت پُرنویس شخص تھا اور فلسفہ، بیان و معانی اور تاریخی مضامین پر اس کی بہت سی تحریریں ہیں۔ اس کی سب سے بڑی کتاب دنیا کی تاریخ تھی جسے نہایت وسیع پیمانے پر شروع کیا تھا اور جسے لکھنے کی ہیرود نے ترغیب اور ہمت دلائی تھی۔ اس کتاب کے صرف بعض اجزا سلامت رہے۔ البتہ سیزر (اغسطس) کی سوانح جو اس نے خوشامدانہ مدح کے رنگ میں لکھی ہے تمام و کمال محفوظ رہی اور تاریخی کتاب ہونے کی بجائے محض لفاظی کا نمونہ ہے۔

استرابو (۶۳ سنہ ق م تا ۲۴ سنہ ء) کا ضخیم "جیوگرافیکا" سترہ اجزا میں تاریخی اعتبار سے بڑے کام کی کتاب ہے کہ اس میں عہد اغسطس کے

[1] دیکھو اس کے رسائل: "مبادیات بلاغت و بیان" گیارہ حصوں میں۔ "الفاظ کا مناسب استعمال" (حسن بیان کے اثر کے اعتبار سے) "قدما کی تنقید" ایک بڑی کتاب کا ملخص "نقل کرنے پر" مختلف مضامین دموس تھنیس، توسی دیدس وغیرہ کے طرز تحریر پر۔

[2] اس مصنف کے نام اور زمانے کے متعلق بہت سے شکوک ہیں۔

بعض رومی مقبوضات کے چشم دید حالات محفوظ ہیں۔ استرابو کپادوسیہ کے ایک اچھے خاندان کا فرد، اماسیہ کا اصلی باشندہ اور سکندریہ میں سکونت گزین ہوگیا تھا، وہ اسی زمانے میں جب ڈیمونی سیوس آیا ہے، رومہ بھی آیا تھا لیکن تھوڑے ہی دن بعد چلا گیا، اس زمانے میں جس قدر ممالک معلوم ہوئے تھے، استرابو نے اُن سب کے حالات تحریر کئے ہیں لیکن اکثر صورتوں میں اُس کی معلومات پیشتر اپنے سے پہلی کتابوں سے ماخوذ ہے اور اسے خود عہد استرابو کی صحیح حالت کا خاکہ سمجھنا درست نہیں، کتاب کے جزو اوّل و دوم میں دنیا کے طبیعی حالات ہیں اور سوم سے دہم جزو تک یورپ کے یازدہم سے شانزدہم تک ممالک ایشیا کے اور جزو ہفدہم میں افریقہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں، ایشیائے کوچک اور مصر کے متعلق اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ خاص طور پر قابل قدر ہے کیونکہ ان ملکوں سے وہ ذاتی واقفیت رکھتا تھا اور خود اپنے مشاہدات بیان کرتا ہے، ہسپانیہ کے حالات بھی بہت اچھے لکھے ہیں۔ اس ملک میں وہ خود نہیں گیا تھا لیکن غالباً رومہ کے زمانۂ قیام میں اس کے متعلق اُسے ضرور تازہ معلومات حاصل ہوئی ہوں گی ہمیں استرابو کے جغرافئے سے عہد اغسطس کے امن و فراغ کا بھی کسی حد تک اندازہ ہوتا ہے کہ اس عہد میں بر و بحر پر آیندہ و روندہ کو کیسا اطمینان حاصل تھا، استرابو نے ''تاریخی یادداشتوں'' کے نام سے ایک اور بڑی کتاب بھی چالیس حصوں میں لکھی تھی لیکن وہ اب محفوظ نہیں رہی ؛

باب دوازدہم

تی بریوس کا عہد صدارت (۱۴ء ق م تا ۳۷ء)

ذیلی عنوان :- اغسطس کی وفات کے وقت تی بریوس کا مرتبہ - اندیشہ ہائے رقابت - اس کی تخت نشینی - (۲) اغسطس کی پرستش دیوتا بنا کے - اغسطس کی وصیت (۳) جرمانیہ اور پانونیہ میں فوجوں کی بغاوت کو جرمانی کوس اور دروسوس کا فرو کرنا - (۴) جرمانی کوس کی حالت اور منصوبے - (۵) مارسی قوم پر اس کی فوج کشی ۱۴ء میں - (۶) چروسکی قوم کے خلاف دو مہمیں ۱۵ء میں - واپسی میں رومیوں کے نقصانات - (۷) ۱۶ء کی بڑی مہم تاسی توس کا بیان اس مہم کے متعلق جنگ ادیس تاویزو - (۸) جرمانی کوس کی مہمات کے حقیر نتائج - اس کی باز طلبی - جرمانیہ سے دست برداری - (۹) جرمانی کوس کا جلوس فتح - (۱۰) الی ریکم میں دروسوس کے انتظامات قوم سوابی - ماروبودوس کی معزولی اور راؤنا چلے آنا - ارمی نیوس کا خاتمہ (۱۱) جرمانی کوس کا مشرق میں بھیجے جانا - مسئلہ ارمینہ (۱۲) پیزو کی عداوت - جرمانی کوس کی موت - (۱۳) پیزو کی نافرمانی - تی بریوس کا طرز عمل - (۱۴) پیزو کا مقدمہ اور قتل - (۱۵) تاسی توسس کی رائے جرمانی کوس اور تی بریوس کے متعلق - (۱۶) لیبو دروسوس کی سازش (۱۷) افریقہ میں تاکفاری ناس سے مقابلہ - بلیسوسس کی مہمیں (۱۸) غالیہ کی بغاوت - فلوروس اور ساک رودیر (۱۹) سابی نوس کا تھریس کی بغاوتیں فرو کرنا - (۲۰) فریسیو کیساتھ لڑائی (۲۱) غلاموں کی جنگ چھڑنیکا اندیشہ

فصل اوّل - تی بریوس کی تخت نشینی

(۱) یہ گویا طے شدہ بات تھی کہ اغسطس کی جگہ تی بریوس لے گا۔ کسی سیاسی انقلاب کا تو اہل رومہ کو خواب میں بھی خیال نہ آتا تھا۔ باقی بادشاہی کے متعلق ہر شخص سمجھتا تھا کہ یہ قدرتی طور پر اسی شخص کا حق ہے جو دیوتاؤں میں جا ملنے والے اغسطس سے اسی قسم کا تعلق رکھتا تھا جیسا کہ خود اغسطس کا جولیس دیوتا کے ساتھ تھا۔ تی بریوس، متوفی بادشاہ کا ولی عہد، متبنیٰ اور شریک سلطنت تھا لہذا اس کی جانشینی ہر شخص کے نزدیک مقبول و مسلّم تھی۔ ان عام جذبات و آرا کے باوجود آئینی طور پر بادشاہی موروثی نہ تھی، انتخابی تھی اور مجلس اعیان و جمہور آئینِ سلطنت کی خلاف ورزی کئے بغیر منصب صدارت کسی ایسے شخص کے تفویض کر سکتے تھے جس کا جولیس کے خاندان سے کوئی علاقہ نہ ہو۔ خود اغسطس نے تین امیروں کے نام لئے تھے جن کا تی بریوس کے مقابلے میں کھڑے ہونا ممکن تھا۔ ایک لپی دوس کہ "اس منصب کی قابلیت رکھتا تھا لیکن اسے قابلِ نفرت سمجھتا تھا"۔ دوسرے اسی نیوس گالوس جس کے "دل میں یہ خیال آنا ممکن تھا گو خود اس میں اس منصب کی پوری قابلیت نہ تھی" اور تیسرے اردن تیوس جو "نا اہل نہ تھا اور اس کے حصول کی جرأت بھی کر سکتا تھا بشرطیکہ عمدہ موقع ہاتھ آجائے"۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اردن تیوس سے بھی تی بریوس کو کچھ خطرہ نہ تھا البتہ اس کے رقیب اگر ہو سکتے تھے تو وہ خود اس کے دو خاندانی تھے۔ یعنی اس کا بھتیجا جرمانی کوس جو اُن دنوں غالیہ گیا ہوا تھا اور یا اگریپا پوستوموس جو ابھی تک اسی جزیرے میں جہاں اس کے نانا نے جلاوطن کیا تھا، پڑا سوکھ رہا تھا۔ مگر اغسطس کی وفات کے بعد ہی اس بدنصیب کو اس کے نگہبان نے ہلاک کر دیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے قتل کا حکم یا لیویہ نے دیا تھا یا خود تی بریوس نے۔

جس وقت اغسطس کی وفات کا اعلان ہوا تو تی بریوس نے تری بیونی اختیارات کی بنا پر جو اسے سال گزشتہ غیر معین زمانے کے واسطے عطا ہو گئے تھے، مجلس اعیان کا جلسہ منعقد کیا۔ فوج خاصہ کو وہ اپنی طرف سے "پلول" اور جیوش

باقاعدہ کے نام تحریری مراسلات پہلے ہی اس طرح بھیج چکا تھا گویا بادشاہ مقرر ہو چکا ہے۔ مگر اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کھلی ہوئی زبردستی یا غاصبانہ فعل تھے۔ کسی قدر بحث طلب ہے۔ اس لئے کہ یہ حجت پیش کی جا سکتی ہے کہ پروقنصلی اختیارات تی بریوس کو اغسطس کی زندگی ہی میں مجلس اعیان کی جانب سے مل چکے تھے اور اس لئے صدر کی وفات سے ان میں کوئی خلل نہیں پڑا، بایں ہمہ تی بریوس کے اس فعل سے اپنی جانشینی کا قبل از وقت یقین ضرور ظاہر ہوتا تھا اور اسی لئے بعد میں اس نے مجلس اعیان سے اس کی ایک پیرائے میں معذرت بھی کی۔ لیکن مجلس ہو یا جمہور، قنصل ہوں یا کوتوال اس کی اطاعت کا حلف لینے میں کسی نے ذرا بھی تامل کا اظہار نہیں کیا، اس کے پروقنصلی اختیارات کی تجدید یا توثیق کردی گئی اور وہ سب حقوق جو اغسطس کو علیحدہ علیحدہ قوانین وضوابط کی روسے ملے تھے، تی بریوس کو بے شبہ ایک ہی جامع قانون ("لکس ڈِ امپریو") کے ذریعے دیدئے گئے۔ تی بریوس نے حکمت عملی کے اُن اصول کی بنا پر جن کی اپنے پیشرو سے تعلیم پائی تھی، اتنی وسیع سلطنت کے تمام کاروبار کا بوجھ اٹھانے سے ظاہری غدر و تامل بھی کیا اور تجویز کی کہ حکومت کے اختیارات وفرائض کو ایک شخص کی بجائے چند افراد میں تقسیم کر دینا مناسب ہوگا مگر سب جان گئے کہ یہ محض زبانی باتیں ہیں گویا یہ بھی اس ڈھونگ سانگ کا ایک جزو تھا جو آئندہ ہر نئے صدر اور مجلس اعیان میں ہوتا رہا۔ اصلی کام کی بات جو اس موقع پر یاد رکھنی چاہیئے یہ ہے کہ اغسطس کا یہ طریقہ کہ بادشاہی کو چند سال کی مقررہ مدت کے واسطے لیا جائے، اس موقع پر ترک کر دیا گیا۔ ادھر عمر بھر کے واسطے منتخب ہونا خود تی بریوس نے قبول نہ کیا۔ لہٰذا کوئی میعاد ہی مقرر نہیں ہوئی۔ البتہ تی بریوس نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ جب ملک کو ضرورت نہ رہے گی تو میں صدارت سے مستعفی ہو جاؤں گا۔ مگر یہ بھی اسی قسم کی رسمی بات تھی جسے کسی نے کوئی اہمیت نہ دی۔

(۲) تی بریوس کا پہلا کام اغسطس کی تجہیز و تدفین اور اسے دیوتاؤں میں شامل کرانا تھا۔ اس کی ارتھی ارکین مجلس نے اٹھائی اور کامپوس مارتیوس

میں لاکے اسے جلایا اور اس کی بھسمی "شاہی مقبرے" میں دفن کرادی گئی۔ تی بریوس اور اس کے فرزند دروسوس دونوں نے ماتمی تقریریں کیں۔ مجلس نے "اغسطس دیوتا" کے نام پرمنادر اور پروہت مقرر کیے اور وہ بھی اپنے باپ "جولیس دیوتا" کا ہمرتبہ بنادیا گیا۔ اس کا وصیت نامہ آتش کدہ کی مقدس کنواریوں کی امانت میں رکھا تھا اب اسے نکال کر مجلس میں پڑھا اور عام طور پر شایع کردیا گیا۔ اس میں اغسطس نے اپنی ذاتی املاک کی دو تہائی تی بریوس کے اور باقی لیویہ کے نام لکھدی تھی۔ اور لیویہ کو جولیس کے خاندان میں لینے اور "اوگستہ" (اغسطہ) کا لقب اختیار کرنے کی وصیت کی تھی۔ اور اگر یہ ورثہ باقی نہ رہیں تو اس صورت میں ایک تہائی میراث کا مالک تی بریوس کے بیٹے دروسوس کو اور بقیہ کا جرمانی کوس اور اس کے تین بچوں کو وارث قرار دیا تھا۔ لیکن اس املاک میں سے اہل رومہ اور فوج خاصہ اور باقاعدہ کے سپاہیوں کو اتنا کچھ دینے کی وصیت تھی کہ ان ورثہ کے حصے میں کچھ بہت زیادہ مال نہیں آیا، اس میراث کے ساتھ دیرینہ سال بادشاہ نے (اپنے "شاہی خلاصے" میں) حکومت کے متعلق بھی بعض وصیتیں کی تھیں۔ ان میں اس نے بیرونی صوبوں کی رعایا کو رومہ کے ملکی حقوق دینے پر اظہار ناپسندیدگی کیا تھا۔ حدودِ سلطنت کی مزید توسیع کی مخالفت کی تھی اور تاکید کی تھی کہ سرکاری نظم ونسق میں جس قدر زیادہ قابل اشخاص مل سکیں، انھیں شریک کیا جائے، قرینہ کہتا ہے کہ ان میں سے دوسری وصیت غالبًا خاص طور پر "ماورائے رہائن جرمانیہ" کے متعلق تھی اور اب ہمیں دیکھنا ہے کہ تی بریوس نے اس پر کس طرح عمل کیا؟

فصل دوم۔ جرمانی کوس اور دریائے رہائن

(۳۲) - تی بریوس کی حکومت کے پہلے چند ہفتے رہائن وڈین یوب کی فوجی بغاوتوں سے مکدر رہے۔ سپاہیوں میں ناراضی کی آگ بہت دن سے اندر ہی اندر سلگ رہی تھی اور صرف بوڑھے بادشاہ کا پاس ولحاظ تھا کہ اس کے شعلے اب تک نہ بھڑکے تھے۔ وہ سپاہی جن کے سپرد سرحد جرمانیہ کی حفاظت تھی اپنی تکلیفوں کا جوابیہ

دُور دراز فاصلے پر نہایت سخت موسموں میں انھیں اٹھانی پڑتی تھی، اور پھر قلت تنخواہ، طویل میعادِ خدمت اور اس کے بعد باقی ماندہ عمر کے واسطے ناکافی انتظام کا مقابلہ فوج خاصہ کے آسان کام اور بڑی بڑی تنخواہوں کے ساتھ کیا کرتے تھے جس کے سپاہیوں کو ملازمت کے بعد خود اطالیہ میں زمینیں ملنے کی بھی توقع ہوتی تھی۔ الغرض اغسطس کی وفات کی خبر سنتے ہی ڈینیوب ور ہائن دونوں سرحدوں کے سپاہی وقت واحد میں بگڑ بیٹھے۔ پانونیہ کی فوج کے تین جیش جولیس بلیسوس کے ماتحت تھے۔ ان کے سپاہیوں نے اپنے سپہ سالار کی اطاعت سے انحراف کیا کہ ہماری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے میعادِ خدمت گھٹا کر بیس کی بجائے سولہ سال کردی جائے اور علیحدگی کے وقت سپاہیوں کو ان کا وظیفہ زرِ نقد کی صورت میں دیا جایا کرے۔ بلیسوس کو مجبور ہو کر اپنے بیٹے کو مئے بادشاہ کے پاس بھیجنا پڑا کہ یہ مطالبات اسکے روبرو پیش کردے۔ ادھر اس اثنا میں سپاہیوں نے اپنا غصہ سرداران صدہ پر اُتار کر دل کی بھڑاس نکالی۔ (کیونکہ سپاہیوں کو سب سے زیادہ نفرت انہی عہدہ داروں کے ساتھ تھی) اور اپنے جنگی فرائض ادا کرنے سے انکار کردیا۔ تی بریوس نے فوج خاصہ کے چند دستے دے کر دروسوس کو بھیجا کہ وہ اس شورش کو رفع دفع کردے لیکن کسی رعایت کا کوئی صاف وعدہ نہیں کیا اور جب سپاہیوں نے دیکھا کہ دروسوس ان کے مطالبات پورا کرنے کی بجائے حیلے حوالوں سے بات ٹالنی چاہتا ہے تو وہ نہایت غضبناک ہوئے اور نوجوان شہزادہ ان کے غصّے کا شکار ہونے سے بال بال بچا۔ مگر حسنِ اتفاق سے اسی زمانے میں چاند گہن واقع ہوا جس سے وہمی سپاہی سخت خوف زدہ ہوگئے۔ اسی پشیمانی اور ندامت میں انھوں نے دروسوس کے مبہم قول و قرار کو قبول کرلیا اور پھر اپنے فرائض کی بجا آوری پر آمادہ ہوگئے۔ شورش کے سرغنے حوالہ کردیے گئے تھے اور انھیں سزائے موت دی گئی۔

مگر دوسری شورش جو رہائن کی سپاہ میں برپا ہوئی۔ اس سے کہیں زیادہ خطرناک تھی۔ پانونیہ میں کسی دوسرے شخص کے بادشاہ بنائے جانے کا احتمال نہ تھا بحالیکہ یہ خطرہ رہائن کی طرف موجود تھا۔ یہاں جرمانی کوس سیزر غالیہ کا صوبہ دار،

اور آٹھ جیوش کا سپہ سالار سرحد جرمانیہ پر متعین تھا اور اپنے منہ بولے باپ تی بریوس کی جانشینی کے واسطے نامزد بھی ہو چکا تھا۔ اب شمالی جرمانیہ کے سپاہیوں نے اسے بلا تاخیر بادشاہ بنانے کا منصوبہ سوچا۔ اور نہ صرف معیار ملازمت اور محنت میں تخفیف اور تنخواہ میں بیشی کا مطالبہ کیا بلکہ جرمانی کوس کو رومہ لے جاکر بادشاہ بنانیکا ارادہ بھی ظاہر کر دیا، جرمانی کوس اُن دنوں غالیہ کی مردم شماری کے کام میں مصروف اور لگودونم میں آیا ہوا تھا اور شمالی افواج ایک تجربہ کار سردار اولوس کیسیناکی ماتحتی میں تھیں۔ اور جنوبی فوجوں کا انتظام سی سیلوس کے سپرد تھا، جس وقت شورش کی اطلاع جرمانی کوس کو ہوئی تو وہ فوراً شمالی افواج کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوا، جو اس وقت اوبیائی میں تھی، اور اہل شورش کے سامنے آیا۔ یہ سماں بھی نہایت جوش انگیز تھا۔ ایک طرف تو سپاہی اپنے عزیز سپہ سالار سے منتیں کر رہے تھے کہ ہماری تکلیفیں دُور کی جائیں اور اسے اپنے زخم اور بدھیاں دکھاتے اور آخر میں خود رومہ پر فوج کشی کی ہمت دلاتے تھے کہ وہاں چل اور تخت شاہی پر قبضہ کر لے۔ اور اُدھر جرمانی کوس انھیں سمجھاتا اور تی بریوس کی خوبیاں سراہ رہا تھا۔ آخر جوش اتنا بڑھا کہ سپہ سالار کو سپاہیوں کے سامنے سے ہٹا لیجانے کی ضرورت ہوئی۔ یہ بہت نازک موقع تھا۔ اہل شورش شہر اوبیائی کو تاراج کرنے اور غالیہ کے شہروں کو لوٹ لینے کے مشورے کر رہے تھے اور اُدھر یقین تھا کہ رہائن پار کے جرمن دشمن فوجی نظم کے درہم برہم ہو جانے سے فوری فائدہ اٹھانے میں کوتاہی نہ کریں گے۔ انجام کار جرمانی کوس کو تی بریوس کی طرف سے سپاہیوں کے مطالبات مانتے ہی بن پڑی۔ اس نے وعدہ کیا کہ انکی میعاد خدمت کم کر دی جائے گی اور انھیں معقول رقوم عطا کی جائیں گی۔ تب رومی جیوش اپنے سرکاری مقام کی طرف واپس گئے۔ یعنی دو جرمانی کوس کے ماتحت اوبیائی (= اوپی دم اوبی اُرم) کی چھاؤنی میں اور دو جیوش کیسینا کے ماتحت کاسترا ویترا روانہ ہوئے لیکن ٹھیک اسی وقت رومہ سے قاصد آئے کہ اس شورش کے اسباب کی تحقیقات کریں اور جب سپاہیوں نے دیکھا کہ جو رعایتیں ان کے ساتھ کی گئی تھیں ممکن ہے کہ ان کی منظوری نہ ملے تو پھر زیادہ شدت سے بغاوت پھوٹ پڑی۔ جرمانی کوس نے

فیصلہ کیا کہ اپنے بیوی بچوں کو لشکر گاہ سے باہر بھیجدے۔ مگر ان کی فراری کو مخفی نہیں رکھا گیا تھا اور اس لئے یہ صاف معلوم نہیں ہوتا کہ آیا اسے اُن کی سلامتی کی طرف سے کوئی خاص اندیشہ تھا یا نہیں ؟ وہ دن دھاڑے اور سارے لشکر کے سامنے رخصت ہوئے۔ اور اگری پینہ کو گود میں اپنے بچے گایوس کو لیجاتے دیکھکر ہی سپاہیوں کے دل میں انفعال پیدا ہوا۔ یہ بچہ لشکر ہی میں پیدا ہوا اور پلا تھا۔ اور اسے کھیل میں "کالی گی" یعنی فوجی منڈے پہناتے اور اسی بنا پر "کالی گلا" (یعنی "منڈے") کہکر چھیڑا کرتے تھے۔ ادھر اگری پینہ کے باپ اگری پا، نانا اغسطس اور خسر دروسوس کی یاد نے ان کے جذبات فخر و ناز کو تازہ کر دیا اور جب انھیں معلوم ہوا کہ وہ غالیہ کے شہر ترپوری کو جائے گی تو انھیں ایسا رشک آیا کہ اپنے سپہ سالار سے صلح کرنے پر تیار ہو گئے۔ جرمانی کوس نے اس وقت کو مساعد جانا اور انھیں سمجھا بجھا کر اپنی نوکری پر واپس بلا لیا۔ انھوں نے گھٹنوں کے بل گر کر قصور کی معافی مانگی اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے سر غنوں کو سزا کے لئے حوالے کر دیا۔ قرینہ کہتا ہے کہ بیوی بچوں کو اس طرح رخصت کرنے کی تدبیر جرمانی کوس نے جان کر نکالی تھی کہ شاید اسی طرح اہل شورش مروّت و انسانیت کے جوش میں آکر صلح پر آمادہ ہو جائیں۔

اس طریق پر اوبیائی کی چھاؤنی کا خطرہ دور ہوا۔ کاستراوتیر امیں تجربہ کار کیسینا کی باتدبیری نے فوجی نظم کو بحال کر دیا اور ادھر موگُن تیاکم کی چھاؤنی میں جنوبی فوجوں میں شورش پھیلانے والوں کی کوشش ظاہرا بالکل ہی ناکام رہی۔

(۴) تی بریوس کے بادشاہ ہونے میں یہی سب سے بڑا خطرہ تھا جو مذکورۂ بالا طریق پر زائل ہوا جس کے لئے وہ اپنے بھتیجے کی وفاداری کا جس قدر شکریہ ادا کرتا کم تھا۔ جرمانی کوس ایسے وقت میں جب کہ دریا میں چڑھاؤ آرہا تھا اور اس کے ذریعے وہ چاہتا تو ممکن تھا کہ تخت سلطنت تک پہنچ جائے، اغوا کرنے والوں کے لالچ میں نہ آیا اور بے وفائی کرنے سے محترز رہا۔ اگر اس موقع پر وہ سرحد جرمانیہ کی فوجیں لے کر روما پر چڑھائی کرتا تو گو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ آخر میں فتح کا سہرا اسی کے سر رہے گا۔ لیکن ملک میں دوبارہ خانہ جنگی تو ضرور برپا ہو جاتی، جرمانی کوس

اچھی خاصی قابلیت کا آدمی تھا اور اس کی خوش خلقی اور ملنساری نے ہر جگہ اس کے طرف دار پیدا کر دئے تھے۔ لشکر میں وہ سپاہیوں سے بے تکلف ملتا جلتا تھا اور وہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ قبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کرنے کا یہ گر اسے اپنے باپ سے ورثے میں ملا تھا بایں ہمہ اس میں باپ کی سی غیر معمولی ذہانت نہ تھی پھر بھی اس کے دل میں ارمان تھا کہ دروسوس نے جو کام اس شان سے شروع کیا تھا اس کی تکمیل اور ایک دفعہ پھر رومہ کا عقابی پرچم البیس کے کنارے تک لیجائے شورش و فساد کے دفع ہوتے ہی نوجوان سیزر (جرمانی کوس) نے دل برداشتہ جیوش سے کام لینے کا ارادہ کیا کہ وہ خود بھی جنگی خدمت کرنے کے مشتاق تھے۔ جرمنوں کے ساتھ پچھلے چند سال سے لڑائی رکی ہوئی تھی۔ لیکن واروس کی ہزیمت کے بعد سے کسی باقاعدہ عہد نامہ کی نوبت نہ آئی تھی اسلئے رومیوں کا یکبارگی یورش کرنا بالکل جائز فعل تھا۔ سوال ہو سکتا ہے کہ آیا بادشاہ کی صریح اجازت لئے بغیر جرمانی کوس کا حملہ کرنا، اس کے اختیارات میں بھی داخل تھا؟ لیکن اصل یہ ہے کہ جب اغسطس نے جرمنوں سے سرحد کی حفاظت اور لڑائی کے تمام انتظامات کی غرض سے، جرمانی کوس کو اتنی بڑی سپہ سالاری تفویض کی تھی تو پھر یہ بات یقینی طور پر اس کے اختیار تمیزی پر چھوڑی گئی ہوگی کہ وہ کب اپنی فوج کو آگے بڑھائے اور کب پیچھے ہٹ آئے۔

(۵)، سنہ ۱۴ء کے نکلتے جاڑے جنوبی جیوش اور اعشار (کوہورت) نے دریا کو عبور کیا اور سیلو اکیسیہ نیز اس پشتے سے آگے نکل گئے جسے واروس کی ہزیمت کے بعد تی بریوس نے رومی علاقے کی حد یا "باڑ" کے طریق پر بنوا دیا تھا گویا اب وہ مارسی قوم کی زمین میں پہنچ گئے جو اُن دونوں ندیوں کے درمیان جنھیں آج کل لیپ اور ریور کہتے ہیں، آباد تھی۔ ہراول کے چند نیم مسلح دستے کیسینا کے ماتحت آگے تھے کہ راستے کی دیکھ بھال اور صفائی کرتے ہوئے چلیں مارسی قوم کے متعلق یہ اطلاع بھی مل گئی تھی کہ وہ رات کو کسی تہوار کے منانے میں مشغول ہوں گے چنانچہ جب سورج چھپے رومی فوجیں ان کے دیہات کے

قریب پہنچیں تو وہ آسانی سے حملہ آوروں کا شکار ہو گئے۔ جیوش کو چار مثلث نما ("کیونئی") حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور انھوں نے پچاس میل تک آگ اور تلوار سے سارا علاقہ ویران وتباہ کر ڈالا اور زن و بچہ کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ مارسیون کے سارے معبد، خاص کر تامفانہ دیوی کا مقدس استھان، گرا کے زمین کے برابر کر دیئے گئے۔

مارسی قوم کے اس انجام نے نواح کی دوسری قوموں میں جنگ کا جوش بھر دیا۔ بروک تری جو شمال میں آباد تھے، توبان تس جو ریور اندی کے کنارے بستے تھے، اور اسی پتیں جو لوپیا اور رہنوس ندیوں کے درمیان سکونت رکھتے تھے، سب کے سب ہتیار سنبھال کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے اپنے مورچے ان جنگلوں میں قائم کئے جن سے ہو کر حملہ آوروں کو واپس آنا تھا۔ لیکن رومی فوج کے جوش اور سپہ سالار کی ہوشیاری نے دشمن کو پریشان کر دیا اور جیوش اپنے سرکاری مقام تک صحیح سلامت پہنچ گئے۔

واضح رہے کہ شمالی راین کی فوجوں میں شورش کی خبر نے اہل روما خاص کر تی بریوس کو بہت متشوش کر دیا تھا۔ اس لئے اور بھی کہ پانونیہ کے سپاہیوں کے بگڑ بیٹھنے کی اطلاع اسی زمانے میں وہاں پہنچی تھی۔ پانونیہ کی فوج بلے شبہ اطالیہ سے قریب تھی لیکن تعداد میں راین کی افواج کہیں زیادہ تھیں۔ غرض بادشاہ اسی تردد میں رہا کہ اس کی موجودگی کہاں زیادہ ضروری ہوگی اور چونکہ وہ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ کو ترجیح دینا بھی مصلحت کے خلاف سمجھتا تھا، لہذا وہ کہیں بھی نہ گیا اور روما ہی میں بیٹھا صورت حالات کو دیکھتا رہا۔ آخر جرمانی کوس کی شورش فرو کرنے کی خبر ملی جس سے نہایت اطمینان ہوا۔ مگر اب جو اس چھوٹی مہم میں جرمانی کوس نے جنگی کامیابی پائی تو لوگوں کو شبہ ہے کہ یہ بات تی بریوس کو ایسی خوش نہ آئی۔ مگر دل میں وہ خوش نہ تھا تو بھی اس نے اپنا حسد چھپا لیا اور مجلس اعیان میں بھتیجے کے اس کارنامے کی تعریف کی اور اسے جلوس فتح کا اعزاز دینا منظور کیا۔

(۶)۔ آیندہ سال جرمانیہ پر دو جداگانہ حملے کئے گئے لیکن یہ ایک دوسرے

کے ساتھ وابستہ اور ایک ہی منصوبے کے ماتحت تھے، واضح رہے کہ جرمن اقوام میں سب سے طاقتور اور رومیوں کی دشمنی میں سرگرم ارمی نیوس کی قوم چرو سکی تھی۔ آزادی کی اس جدوجہد میں جس کا وارو س کی ہزیمت پر خاتمہ ہوا، یہی لوگ پیش پیش تھے۔ جرمانی کوس کو بھی جذبۂ انتقام نیز بہ اقتضائے مصلحت سب سے زیادہ جوش اسی قوم کے خلاف آتا تھا۔ اُس نے لڑائی کا جو نقشہ بنایا اس کا مقصود یہ تھا کہ گردونواح کی دوسری قومیں چرو سکیوں کو مدد دینے سے روک دی جائیں اور پھر ان پر حملہ کیا جائے۔ چرو سکیوں کے سب سے قوی ہمسائے چٹی تھے اور جرمانی کوس کی پہلی فوج کشی اسی قوم کے خلاف ہوئی۔

(۱) موسم بہار میں شمالی رہائن کے چار جیوش نے کاسترا وتیرا سے کوچ کیا اور کیسینا کے ماتحت دریا کو عبور کر گئے جس کا کام یہ تھا کہ اس طرف سے چٹیوں کو کوئی کمک خاص کر چرو سکی اور مارسی قوم کی امداد نہ پہنچنے دے۔ کیسینا کی فوج کے ساتھ این روئے رہائن جرمن اقوام کے امدادی دستے بھی لگا دیئے گئے تھے، یعنی بتاوی اُوبیائی اور سوگا مبری کے جرمن سپاہی، اُدھر خود جرمانی کوس جنوبی رہائن کے چار جیش لے کر کوہِ تونوس کے علاقے میں گھس گیا اور چٹیوں پر اس طرح یک بیک جا پڑا کہ وہ کوئی بڑی مزاحمت بھی نہ کر سکے۔ اور ان کا قلعہ ماتیم رومیوں نے توڑپھوڑ کے بے نشان کر دیا۔ اس تدبیر سے چٹیوں میں یہ قوت نہ رہی کہ چرو سکیوں کے ساتھ مل کر کوئی کام کر سکیں۔ ادھر چرو سکیوں میں اس وقت خانگی نزاع برپا ہو رہی تھی اور خود سگیس تس تیوتو برگ کے سُورما اور اپنے داماد ارمی نیوس کے مقابلے میں رومیوں سے مدد مانگ رہا تھا۔ سگیس تس کے قاصد جرمانی کوس کے پاس اس وقت پہنچے جبکہ وہ رہائن کی طرف واپس جا رہا تھا اور انھوں نے التجا کی کہ ہمارے آقا کو دشمنوں کے پنجے سے جنھوں نے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا، نجات دلاؤ۔ چنانچہ رومی فوجیں پھر پلٹیں اور چرو سکیوں کے علاقے میں پہنچ کر انھوں نے اپنے حلیف کو دشمنوں سے رستگاری دلائی۔ اس دستگیری کے معاوضے میں سگیس تس نے بھی اس مال غنیمت کا کچھ حصہ جو جرمنوں نے دارُوس کی فوج سے چھینا تھا، واپس دیا اور بعض خاص یرغمال بھی جن میں خود

اس کی بیٹی اور ارمی نیوس کی زوجہ تھوس نِلدہ بھی شامل تھی، رومیوں کے حوالے کر دیئے۔ ارمی نیوس کو بیوی کے اس طرح گرفتار ہونے سے نہایت طیش آیا اور اس نے اپنی قوم کو اشتعال دینے میں کوشش کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور ایک ذی اثر سردار اِن گیومر کو جو اب تک رومیوں کا ساتھ دیتا رہا تھا، اپنا طرف دار بنانے میں کامیاب ہو گیا،

(۲) مارسی قوم کو پوری طرح شکست دینے کے بعد جرمانی کوس اور کیسینا اپنے مستقر پر واپس آگئے اور دشمن کے خلاف ایک زبردست مہم کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس مہم کا نقشہ وہی تھا جس پر عمل کرکے پہلے دروسوس نے فتح حاصل کی تھی، فوج کے تین حصّے کر دیئے گئے تھے۔ کیسینا اپنے جیوش کیساتھ بروک تری کے علاقے سے گزر رہا تھا کہ بالائی امیسیہ کے کناروں تک پہنچ جائے اور جرمانی کوس اپنے جنوبی جیش لے کر جہازوں میں سوار ہو گیا تھا کہ بحر شمالی کے ساحل ساحل ہوکر دریا کے دہانے سے اندر داخل ہو۔ اسی طرح تیسری تیسرا دستہ جس میں صرف سوار فوج تھی فدوالبی نوانوس شاعر کے ماتحت فریسی قوم کے علاقے سے گزر کر اسی ندی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان تینوں کو مقررہ مقام پر مل جانے میں کامیابی ہوئی اور اب انھوں نے امی سیہ اور لوپیہ کے درمیان علاقے کو دُور دُور تک تاراج و ویران کر ڈالا۔ تیوتوبرگ کا جنگل جہاں اب تک واروس اور اس کے ساتھیوں کی ہڈیاں غیر مدفون پڑی تھیں اس جگہ کے قریب تھا اور جرمانی کوس سے یہاں آئے اور ان فرسودہ ہڈیوں پر ایک پُشتہ تیار کرائے بغیر نہ رہا گیا اسی موقع پر ان مقتول رومیوں کے واسطے موتی کی رسوم ادا کی گئیں، اس بھیانک اور سنّاٹے کے مقام کو دیکھکر جرمانی کوس کے سپاہی نہایت متاثر ہوئے لیکن تھوڑی ہی دیر بعد خود انھیں اسی قسم کے جال سے نکلنے کی پڑ گئی جس میں کہ واروس کی فوج پھنس کر برباد ہو چکی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مرتبہ بھی ارمی نیوس نے اسی جنگل میں اپنی فوجیں چھپا دی تھیں اور رومیوں نے ناگہانی حملے سے محفوظ رہنے کا پورا سامان نہیں کیا تھا۔ تاہم جرمانی کوس اور کیسینا واروس کی نسبت زیادہ باتدبیر سپہ سالار تھے۔ اور اگرچہ دشمن کو

شکست نہ دے سکے پھر بھی اپنی فوجوں کو کسی قدر دقّت سے امی سسیہ تک ہٹا لائے۔ البتہ یہاں سے راین تک واپسی اتنی آسان نہ تھی۔ لدو تو سواروں کو لے کر بلا کسی آفت کے اپنے مستقر تک پہنچ گیا لیکن کیسینا کے راستے میں دلدلیں اور دشوار گزار ملک تھا اور اسے ارمی نیوس اور اِن گیومر کی جرمن سپاہ نے اسی طرح گھیر لینے کی کوشش کی جس طرح واروس کو گھیر لیا تھا۔ ان مشکلات میں آزمودہ کار کیسینا کے حواس اور استقلال میں فرق نہ آیا اور وہ فوج میں بھی نظم قائم رکھنا جانتا تھا بایں ہمہ اگر دشمن ہی سے ایک غلطی نہ ہو جاتی تو ممکن تھا کہ رومی فوج اس گرداب بلا سے سلامت جانے نہ پاتی۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ جرمنوں نے رومیوں کے بار برداری اور رسالے پر حملہ کیا اور اس میں کامیاب ہوئے پھر اسی خوش نصیبی پر پھول کر وہ خاص رومی لشکر گاہ پر حملہ آور ہوئے۔ ارمی نیوس نے انھیں روکا تھا لیکن انھوں نے اس کے مشوروں کو نہ مانا اور حملہ کر دیا۔ جب تک وہ لشکر گاہ کی باڑ تک پہنچے، کیسینا خاموش رہا لیکن ان کے قریب آتے ہی وہ یک بہ یک پھاٹک کھول کر محاصرین پر جا پڑا۔ جرمنوں کو سخت شکست ہوئی ان گیومر گہرا زخم آیا اور پھر رومیوں کا راستہ روکنے والا کوئی نہ رہا۔ ان کے کاستر ا پہنچنے سے پہلے وہاں افواہ اڑ گئی تھی کہ رومی فوج تباہ ہو گئی اور تجویز ہو چکی تھی کہ رہائن کا پل توڑ دیا جائے۔ لیکن اگری پینہ کی مروت اور دلیری نے پسپا ہونے والی راہ مراجعت کو منقطع ہونے سے بچا لیا۔ وہ خود پل کے سرے پر جا کھڑی ہوئی اور صاف کہہ دیا کہ جب تک باقی ماندہ رومی سپاہی نہ آ جائیں گے میں اس جگہ سے نہ ہلوں گی۔ اس عالی ہمتی کا صلہ یہ ملا کہ نہ صرف "باقی ماندہ" (جیسا کہ غلط خیال تھا) بلکہ پورے چار جلیش واپس آتے ہوئے نظر آئے۔

خود جرمانی کوس کی واپسی بھی مشکلات اور شدید نقصانات کے بغیر نہ ہوئی فریسی ساحل پر پانی اس اس قدر کم تھا کہ اسے جہازوں کا بوجھ ہلکا کرنا اور دو جیشوں کو اتارنا پڑا کہ وہ براہِ خشکی کوچ کریں۔ اسی میں زمانہ اعتدالین کے یک بہ یک سمندر چڑھ آنے کی وجہ سے بہت سے سپاہی اور ساز و سامان تلف ہوا غرض

مجموعی طور پر یہ مہم کچھ بہت کامیاب نہ رہی اور واپسی کے خطرات و نقصانات نے اس کی رہی سہی کامیابی کو دھندلا کر دیا۔ نظر بریں تی بریوس کا اتنے کثیر خرچ کے بعد ایسے معمولی نتائج برآمد ہونے پر بڑبڑانا بیجا نہ تھا۔ یوں بھی جرمانی کوس نے جو کامیابیاں حاصل کی تھیں، وہ محض ہنگامی تھیں اور جس ملک کو اس نے ویران و تاراج کیا اس پر مستقل قبضہ کرنے کی کوئی تدبیر عمل میں نہیں لائی گئی۔ نہ اس نے آمد رفت کا کوئی باقاعدہ راستہ بنایا نہ وہاں قلعے تعمیر کئے۔ واریوس کی ہزیمت گاہ میں اس کا جانا بھی مورد اعتراض ہو سکتا تھا۔ ادھر تی بریوس شکی مزاج کا آدمی تھا اور اپنے ہر دلعزیز بھتیجے سے حسد اور غالباً خوف بھی دل میں رکھتا تھا۔ دارالسلطنت میں جرمانی کوس کے ایسے دشمن موجود تھے جو بادشاہ کے ان جذبات کو اور بھڑکانا چاہتے تھے۔ بایں ہمہ تی بریوس نے ابھی تک جرمانی کوس کے منصوبۂ فتوحات میں رخنہ اندازی نہ کی اور گذشتہ سال کے کارناموں کے متعلق بھی یہی خیال ظاہر کرتا رہا کہ وہ جلوس فتح کے اعزاز کے مستحق ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس نے یہی طے نہیں کیا تھا کہ جرمانیہ کی فتح کچھ مفید اور ضروری بھی ہے یا یہ کہ اس پر مستقل قبضہ بھی کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۷) جرمانی کوس کی دوسری اور آخری مہم (سنہ ۱۶ء میں) زیادہ وسیع پیمانے پر آراستہ کی گئی تھی۔ اس مرتبہ اسے چروسکی قوم کی آخری مزاحمت کا خاتمہ کرکے البیس تک پہنچ جانے کی امید تھی۔ جہاں دریا چوڑا ہو کر واہلیس کی شاخوں میں منقسم ہوتا ہے، وہاں ایک ہزار جہازوں کا بیڑا جمع کیا گیا تھا اور اسی میں ساری فوج سوار ہو کر فوسیا ورو سیانا تک آئی تھی جہاں جرمانی کوس نے اپنے باپ کے کارناموں کو یاد کیا اور اسی کی روح سے استمداد کی۔ روانگی سے پہلے اس نے حفظ ما تقدم کے لئے جیش سالار سیلیوس کو بھیج دیا تھا کہ وہ چٹیوں پر فوج کا دباؤ رکھے۔ اور خود ۸ جیش لے کے وادئی لوپیہ تک بڑھ آیا تھا کہ وہاں مورچوں یا قلعوں پر قبضہ کرلے اور فوج کی واپسی کے لئے سامان خوردنی فراہم کر لیا جائے۔ اس انتظام کے بعد فوج پھر جہازوں کے ٹھیرانے اور محفوظ رہنے کا بندوبست کرکے

رومی سپاہی جنوب مشرق کی سمت میں ویزور جیس کی جانب بڑھے جہاں جرمن اپنے اتھک سردار ارمی نیوس کے ماتحت جمع ہوئے اور رومیوں کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کر چکے تھے۔ گویا آخر کار تقدیر نے آزادیٔ جرمانیہ کے سبب سے دلیر حامی اور رومی حملہ آور کو ایک مقام پر جمع کر دیا کہ آج کھلے میدان میں لڑ کر اپنی قوت آزمالیں۔

اس معرکہ آرائی کا حال بیان کرنے میں جس میں جرمانیہ کی قسمت اور اسی کے ساتھ مورخ کے ممدوح جرمانی کوس کے نصیب کا فیصلہ ہوا تھا۔ تاسی توس جیسے محتاط و متین مورخ کا قلم بھی موقع کے مناسب جوش میں آگیا ہے۔ اور فتح جرمانیہ کی داستان میں اس نے بعض اس قسم کی حکایتیں بھی داخل کر دی ہیں جن سے شاعرانہ مبالغے کا رنگ جھلکتا ہے اور نوجوان سپہ سالار کی وہ شان نظر آتی ہے جس کا وہ اپنے کارناموں کے لحاظ سے شاید ہی مستحق سمجھا جائے۔ ویزور جیس کے دوسرے کنارے پر سامنے کھڑے ہو کر ارمی نیوس کے اپنے غدار بھائی فلاوس سے زبانی گفتگو کرنے کی روایت اگر صحیح نہیں تو بھی حسب حال اور خوب گھڑی گئی ہے۔ فلاوس رومیوں کی ملازمت میں اپنی ایک آنکھ تک کھو بیٹھا تھا۔ ارمی نیوس اس کی صورت بگڑنے کا سبب دریافت کرتا ہے اور جب اسے اصل واقعہ معلوم ہوتا ہے تو پوچھتا ہے کہ "پھر! تجھے صلہ کیا ملا؟" "تنخواہ میں اضافہ۔ سونے کی زنجیر اور ایک تاج اور دیگر فوجی اعزازات . . ." "یہ جواب سنکر ارمی نیوس نے ناک بھوں چڑھائی اور حقارت سے کہا" یہ سب غلامی کے تمغے ہیں!" جواب میں فلاوس نے رومہ اور تاجدار رومہ کی عظمت و شوکت کی ستائش کی۔ ارمی نیوس اسے جرمانیہ کی آزادی اور قومی دیوتاؤں کے واسطے دلاتا رہا حتیٰ کہ گفتگو گرم ہونے لگی اور ہوتے ہوتے غصے کی یہ نوبت پہنچی کہ دونوں بھائی دریا میں پھاند کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن رومی سپاہیوں نے روکا اور فلاوس کو کنارے سے کھینچ کر زبردستی ہٹا لیگئے۔ اس مکالمے اور مجادلے کے قصے میں فسانہ طرازی کا رنگ پایا جاتا ہے اور یہی کیفیت جرمانی کوس کی شب گردی کی روایت کی ہے کہ جب دشمن کے علی الرغم رومیوں نے ویزور جیس کو عبور کیا اور دشمن ہٹ کر اپنے ایک مقدس جنگل کے گوشوں میں جا چھپا تو اطلاع ملی کہ اب ارمی نیوس رومی لشکر گاہ پر شبخون مارنیکا

ارادہ کر رہا ہے۔ اس وقت، تاسی توس کا بیان ہے کہ جرمانی کوس کو اپنے سپاہیوں کی طبیعت اور اپنے جیوش کا اندازہ کرنے کی خواہش پیدا ہوئی (جس طرح انگریزی تاریخ میں ہنری پنجم کے متعلق اسی قسم کی روایتیں مشہور ہیں) اور اس نے بھیس بدل کر پوستین شانوں پر ڈالی اور ایک فقیر کو ساتھ لے کر تمام لشکر گاہ میں گشت کیا اور خیموں کے پیچھے کھڑے ہو ہو کر سپاہیوں کی باتیں سنیں - یہ دیکھ کر کہ سپاہی "غدار" دشمن کو سزا دینے کے جوش میں بھرے ہوئے ہیں اور خود اس کی صفت وثنا کے باآواز بلند گیت گاتے ہیں، جرمانی کوس بہت خوش ہوا۔ وہ گشت کر ہی رہا تھا کہ ایک جرمن سوار لشکر گاہ کے دھس کے قریب آیا اور ارمی نیوس کی طرف سے لاطینی زبان میں دعوت دی کہ جو رومی سپاہی چاہے اپنا لشکر چھوڑ کر ہماری طرف آجائے اور زن زر زمین ہر چیز کے لالچ دلائے۔ مگر ادھر سے حقارت کے ساتھ جواب ملا تو یہ کہ "ذرا دن کو نکلنے اور لڑائی تو شروع ہونے دو تمھاری زن و زمین کو ہم خود چھین لیں گے"!

جنگ، ادیسن تاویزو کے میدان میں واقع ہوئی جو ویزور جلیس کے دائیں کنارے پر غالباً پورتا وستا فالیکا کے جنوب میں واقع ہے جرمنوں کی فوج پہاڑی کی ڈھلانوں پر تھی اور اس کے پیچھے جنگل تھا جس میں خار دار جھاڑیاں نہ تھیں لہذا پیچھے پناہ لینے کی بہت محفوظ جائے موجود تھی۔ مگر چروسکی پہاڑیوں کے اوپر صف آرا تھے کہ عین گھمسان میں رومیوں پر ٹوٹ کر گریں۔ رومی فوج سامنے میدانوں کی طرف سے بڑھی کہ جرمنوں پر حملہ کرے اور جرمانی کوس نے ایک رسالے کو حکم دیا کہ وہ چکر دے کے دشمن کے بازو پر نکل آئے اور عقب سے حملہ کرے۔ یہ چال پوری طرح کارگر ہوئی اور جرمن فوجیں جو آڑ میں کھڑی تھیں، دب کر جنگل سے آگے میدان میں نکلنے پر مجبور ہوئیں۔ اور ادھر ان کی سامنے میدان میں نکلی ہوئی صفیں رومی جیوش کے سیلاب کے سامنے نہ ٹھیر سکیں اور پیچھے جنگل کی طرف پسپا ہوئیں جس سے ان میں سخت انتشار اور بے ترتیبی پیدا ہوگئی۔ اس بے ترتیبی کو چروسکیوں نے اور بڑھا دیا جنھیں رومی رسالے نے عین لڑائی کے وقت پہاڑیوں کے اوپر سے نیچے ڈھکیل دیا تھا۔ ارمی نیوس سربکف لڑتا اور لڑائی کو

سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا لیکن وہ اور اس کے ساتھی رومیوں میں گھر گئے اور صاف نظر آنے لگا کہ اب سلامت نہ رہ سکیں گے۔ بایں ہمہ ارمی نیوس اور ان گیومر شاید رومیوں کے جرمن اتحادیوں کی غداری سے کسی طرح بچ کر نکل گئے اور باقی ان کے سب ساتھی وہیں کھیت رہے"۔

یہ معرکہ آرا فتح رومیوں کو کوئی بڑا نقصان اُٹھائے بغیر حاصل ہوی سپاہیوں نے "امپراطور" کے نام سے تی بریوس کی سلامی اتاری اور دشمن کے چھینے ہوئے اسلحہ کا "منارہ فتح" بنایا جس میں ہر مفتوح قوم کے نام مندرج تھے بیان کرتے ہیں کہ پریشان حال اور شکست خوردہ جرمن اپنا علاقہ چھوڑ کر البس کے باہر نکل جانے کی تیاری کر رہے تھے لیکن اس "منارۂ فتح" سے ان کو نہایت اشتعال پیدا ہوا اور انھوں نے فیصلہ کیا کہ جان ہتیلی پر رکھکر پھر ایک مرتبہ قسمت آزمائی کی جائے، اگرچہ ان روایتوں سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ غالباً ادیس تاویزد کی جنگ ایسی فیصلہ کن نہ تھی جیسی کہ رومی مورخوں نے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال دشمن نے ایک مرتبہ پھر کثیر افواج ایسے مقام پر مجتمع کرلیں جس کے ایک طرف جنگل اور گہری دلدل کی پناہ تھی اور دوسرا رخ ایک پرانے دمس سے محفوظ تھا، مگر جرمانی کوس نے یہ جگہ دریافت کرلی اور ان کے جال میں نہ آیا۔ اس نے دمس کی طرف سے ان پر حملہ کیا اور اس تنگ مقام میں جہاں وہ نہایت گنجان صفوں میں کھڑے تھے گھس گیا۔ اس وقت جرمنوں کی جان پر بن گئی تھی کہ اگر پیچھے ہٹیں تو دلدل میں ہلاک ہونیکا خطرہ تھا اور اگر اپنی جگہ جمے رہیں تو دست بدست لڑائی میں وہ اپنی لمبی تلواروں سے رومیوں کا اچھی طرح مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ ادھر بیان کیا گیا ہے کہ جرمانی کوس خاص ان مقامات میں جہاں لڑائی سب سے زیادہ گھمسان کی ہو رہی تھی گھسا ہوا تھا اور پکار پکار کے کہہ رہا تھا کہ خبردار جرمنی آج سلامت نہ جانے پائیں، لیکن یہ وحشی بھی دل کھول کر لڑے۔ ارمی نیوس پھر بچ کر نکل گیا۔ اور رومی سواروں کا حملہ بھی کچھ کارگر نہ ہوا۔ رات ہوجانے پر رومی اپنے پڑاؤ کو واپس آئے۔ یہ سچ ہے کہ لڑائی میں جیت انہی کی رہی لیکن دشمنوں کا نہ خاتمہ ہوا۔ اور نہ وہ اپنے مقام سے فرار ہوا۔ البتہ ان کے صرف ایک قبیلے انگری واری نے رومیوں سے امان طلب کی، بہرحال، جرمانی کوس نے فتح کی ایک دوسری یادگار

قائم کی جس کا کتبہ بتاتا تھا کہ قیصر روما تی بریوس کی افواج نے کس طرح رہائن و البیس کے درمیان بسنے والی تمام قوموں کو مفتوح و مطیع کیا اور اس کی یادگار میں یہ عمارت مریخ، عطارد اور اغسطس کے نام پر وقف کی۔

اب گرمی کا آدھا موسم گزر چکا تھا اور ان فتوحات کے باوجود جرمانی کوس نے اپنے مستقر کو مراجعت کا ارادہ کیا۔ بعض جیش خشکی کے راستے واپس ہوئے اور سمندر کے راستے اُن جہازوں میں آئے جو امی سیہ کے دھانے پر اُن کے واسطے ٹھیرے ہوئے تھے۔ مگر ان طوفانی ہواؤں کے باعث جو موسم خزاں میں بحر شمالی میں تلاطم ڈالتی رہتی ہیں، یہ بحری سفر نہایت پر مصائب ثابت ہوا۔ سارے جہاز منتشر ہو گئے اور خود جرمانی کوس ایک ٹوٹے ہوئے جہاز پر چوسیوں کے ساحل تک پہنچا۔ اول اول تو اندازہ کیا گیا تھا کہ بہت سی جانیں ضایع ہوی ہوں گی مگر غنیمت ہے کہ اس قدر نقصان نہیں ہوا اور رہائن پہنچنے کے بعد مارسی اور چیٹی قوم کے ساتھ چند کامیاب معرکوں نے سپاہیوں کا جوش بھی ایک حد تک تازہ کر دیا جو ان بحری مصائب سے افسردہ خاطر ہو گئے تھے۔ اسی زمانے میں واروس کی فوج کا آخری "عقاب" بھی دوبارہ رومیوں کے ہاتھ آگیا۔

(۸) جرمانی کوس کو اب منزل مقصود بالکل قریب نظر آتی تھی۔ یعنی اس کے نزدیک آیندہ ایک اور مہم لے جانا تمام جرمانیہ کی کامل تسخیر کے واسطے کافی تھا۔ لیکن قسمت اور تی بریوس کی رائے ان منصوبوں کے خلاف نکلی، دراصل یہ بات تو بالکل آشکارا ہے کہ جرمانی کوس کی مذکورہ بالا مہمات کے نتائج اس قدر باوقعت اور مکمل نہ تھے جس قدر کہ تاسی توس نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان نتائج کو صرف عارضی اور ہنگامی سمجھنا چاہئیے اور اسی لئے غالبًا بادشاہ کی عقلمندی تھی کہ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جرمانی کوس کی فوج کشی سے کوئی دیرپا نتیجہ برآمد ہونے کی امید نہیں ہے۔ بایں ہمہ اس اعتبار سے کہ جس پیمانے پر یہ حملے کئے گئے تھے اُن کی مناسبت سے کوی بڑا فائدہ حاصل نہیں ہوا، اگر بادشاہ کو مایوسی ہوی ہو تو الضافًا وہ کچھ بے وجہ نہ تھی۔ غرض تی بریوس نے اپنے بھتیجے کو عہدۂ قنصلی کی دعوت دی اور یہ گویا اس کی

بازطلبی کا ایک پیرایہ تھا - یہ بتانا محال ہے کہ اس کارروائی میں ایسے ہردلعزیز سپہ سالار سے بادشاہ کے مخفی حسد اور جرمانی کوس کا افواج رہائن سے زیادہ مدت تک تعلق رہنے میں اندیشہ مندی کا کس قدر دخل تھا، لیکن انصاف یہ بات جتا دینے کا مقتضی ہے کہ بادشاہ کے اس فیصلے کی ہم کافی اور شافی ملکی مصلحتیں (جن میں ذاتی پرخاش کا دخل نہ ہو) بیان کر سکتے ہیں - یعنی ممکن ہے تی بریوس نے یہ سمجھ لیا ہو کہ اگر جرمانیہ پر اس طرح سال بہ سال حملہ کرنے کا نتیجہ، مان لیا جائے کہ آخرکار کامل فتح کی صورت میں نکل آئے گا تاہم خود یہ طریقہ ہی ضرورت سے زیادہ وقت اور روپیہ چاہتا ہے - دوسرے جرمن وحشیوں کے باہمی جھگڑوں کی وجہ سے بھی ایک دوسری حکمت عملی اختیار کرنے کا موقع مل رہا تھا - قرینہ کہتا تھا کہ اگر رومی الگ ہٹ گئے تو سیکسن (ساکسون)، اور سوابی قبیلوں میں خونریز جنگ چھڑ جائے گی اور جب دشمن آپس میں لڑ کر کمزور ہو جائے تو پھر یہ بالکل ممکن ہوگا کہ رومی آگے بڑھ کر ملک پر خود قبضہ جما لیں - یہ تدبیر دیکھنے میں خاصی معقول تھی اور عجب نہیں کہ تی بریوس اسی کو مفید مطلب سمجھتا ہو - لیکن اسی کے ساتھ ایک امکان یہ بھی ہے کہ شاید وہ البس تک رومیوں کے قبضہ کرنے ہی کو خیال خام سمجھنے لگا ہو کہ جس کا پورا ہونا بھی اسکی دانست میں مصلحت کے خلاف ہو - اس لئے کہ اگر رہائن کی افواج البس پر پہنچ گئیں تو پھر غالیہ کی حفاظت و نگرانی کا کیا انتظام ہوگا؟ اور آیا اس نگرانی کے لئے کسی دوسری فوج کے مصارف سلطنت برداشت بھی کر سکے گی یا نہیں؟ یہ سوال تھے جنھیں جرمانیہ کی فتح سے پہلے ایک فرماں روا کو طے کرنا ضروری تھا اور جس طرح بظاہر انہی مصالح کی بنا پر اغسطس نے طے کیا تھا اب تی بریوس نے بھی غالباً اسی بنا پر مذکورہ بالا رائے قائم کی - مختصر یہ کہ جرمانی کوس کے "خواب خوش" کے بگڑنے میں مالی مصلحتوں کا ضرور بہت کچھ دخل تھا -

۱۶ء کے بعد سے افواج جرمانیہ کی سپہ سالاری اور [illegible] کے صوبوں کی حکومت کسی شخص واحد کے حوالے نہیں کی گئی، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آئندہ غالیہ کے تینوں صوبوں پر علیحدہ علیحدہ پر تیوری صوبہ دار مقرر ہوتے رہے اور سرحد جرمانیہ کے شمالی اور جنوبی اضلاع کو بھی جدا کر کے ہر ایک کی فوجوں پر ایک ایک

قنصلی مرتبے کا جیش سالار بھیجا جانے لگا جو (ہادریان کے عہد تک محض ایک فوجی سردار رہتا تھا نہ کہ صوبہ سالار Legati Provinciae اگرچہ عام بول چال میں اکثر یہ تفریق ملحوظ نہ رکھی جاتی تھی، مگر ان سرحدی اضلاع کا مالی نظم ونسق بھی اوّل اوّل صوبہ بلجیکا کے ساتھ تھا (جیسا کہ نومیدیہ کا انتظام صوبہ افریقہ میں ضم کر دیا گیا تھا) یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ابھی تک شمالی جرمانیہ کا رومی علاقہ رہائن کے پار صرف شمالی امی نیہ تک پھیلا ہوا تھا۔

(۹) ۔ نوجوان سپہ سالار نے روما واپس آکر بڑی دھوم دھام سے رہائن والبیس کی فتوحات کا جشن منایا (۲۶ مئی ۱۷ء) ارمی نیوس کی بیوی تھوس نلدہ اور اس کا شیر خوار بچہ تھومی کوس جو ماں کی اسیری کے زمانے میں پیدا ہوا، قیدیوں میں شامل اور جلوس فتح کی زینت تھے، کہتے ہیں اس جشن وطرب میں بھی لوگوں کو طرح طرح کے بُرے خیال آ رہے تھے اور وہ نوجوان جرمانی کوس کی اس کے باپ دروسوس اور چچا مارسلوس سے تشبیہ دیتے تھے کہ وہ بھی ایسے ہی ہردلعزیز تھے مگر عین جوانی میں راہی عدم ہوے۔ اسی سے لوگ کہتے تھے کہ "روما والوں کی محبت زیادہ دن نہیں لیتی اور اس کا انجام بُرا ہوتا ہے"۔

(۱۰) ۔ جشن فتح کے بعد جرمانی کوس کو ایک منصب جلیل پر مشرق میں بھیجا گیا۔ اسی زمانے میں اس کا عمزاد بھائی دروسوس الی ریکم میں مقرر کیا گیا کہ شمالی یورپ کے معاملات پر نظر رکھے، اس وقت ارمی نیوس اور اس کی قوم چروسکی اپنے سیکسن حلیفوں کے ساتھ، رومیوں کے حملے سے فرصت پاتے ہی اسوابیوں کی جنوبی ریاست پر چڑھ دوڑے تھے جہاں ماربودوس "بادشاہ" کے لقب سے حکومت کرتا تھا۔ یاد ہوگا کہ اس رئیس نے واروس کی ہزیمت کے بعد بھی ارمی نیوس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ دراصل وہ رومی تمدن کا حامی اور اپنے لڑکپن کا کچھ حصہ روما میں گزار چکا تھا اور اپنے وطن میں رومی طریقے اور آداب رائج کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ آزادی کی جنگ میں اوّل سے آخر تک

وہ بالکل الگ تھلگ رہا۔ اس کا مرکز حکومت اور محل پوہیموم میں تھا لیکن سوابی قوم کے سب علاقوں میں اسے سردار مانا جاتا تھا اور یہ علاقے دور تک وسیع اور کسی حد تک باہم متحد تھے۔ لیکن جب چروسکیوں کی یورش شروع ہوی تو پہلے ہی حملے میں سوابیوں کے دو قبیلے سمنوں اور لانگوباردی نامی اپنی قوم سے الگ ہوگئے اور انھوں نے ماربودوس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کے مقابلے میں خود چروسکیوں کا سردار ان گیومر اپنی قوم کو چھوڑ کر ماربودوس کے ساتھ جا ملا۔ فریقین میں ایک زبردست جنگ واقع ہوی جس میں سوابیوں نے شکست کھائی اور ان کے بہت سے ساتھی اپنے بادشاہ سے منحرف ہوگئے۔ تب ماربود نے قیصر رومہ سے امداد کی التجا کی۔ تی بریوس نے بلا تاخیر دروسوس کو بھیجا کہ امن قائم کرے حالانکہ اصلی مطلب غالباً یہ تھا کہ ماربودوس کی بادشاہی کا خاتمہ کر دیا جائے چنانچہ آخر میں شمالی وسیچولا کی ایک قوم گوتوں کے رئیس کاتوالدا نے اس بدنصیب بادشاہ کو شکست دے کر ملک سے نکال دیا یعنی مارکومانی قوم کے علاقے پر چڑھائی کی اور یورش کرکے ماربودوس کے شہر اور قلعے کو چھین لیا۔ ماربود کو جان بچا کر رومی سلطنت میں پناہ لینی پڑی اور اس نے اپنے آپ کو قیصر رومہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ وہاں سے شہر راونا میں اس کی سکونت کا انتظام ہوا یہیں تھوس نلدہ اور اس کے بچے کو بھی اپنی زندگی کے دن پورے کرنے تھے۔ مگر یہ ایک عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ ماربودوس، جس نے اپنے ہموطنوں میں رومی خیالات پھیلانے کی کوشش کی تھی، اسی دلدل بھرے شہر میں رکھا گیا جس کے نصیب میں پانچ صدی بعد ماربود کے ہمنسل اور جرمانیہ کے سورما شاہ تھیوڈورک کا پائے تخت ہونا لکھا تھا، غرض ماربود اٹھارہ برس تک اسی راونا میں رہا اور یہ خیالی پلاؤ پکاتا رہا کہ پھر اپنی ریاست حاصل کرلے گا۔ یہ بات اسے نصیب نہ ہوی البتہ اتنی اشک شوئی اس کی ضرور ہوگئی کہ اس کے جیتے جی پہلے کاتوالدا نے ہزیمت پائی اور اسی کی مثل رومیوں کی پناہ لینے پر مجبور ہوا اور پھر اس کا نوجوان حریف ارمی نیوس اپنی ہی قوم کے ایک شخص کے فریب کا شکار ہوا۔ (سنہ ۲۱ء)۔ جرمانیہ کے اس سورما نے سوابیوں کی شکست کے بعد خود بھی دغا دی یعنی اپنی قوم کی جس آزادی کے واسطے لڑا تھا اس کو مٹا کر

خود مطلق العنان بادشاہ بن بیٹھنے کی کوشش کی تھی۔ بہر حال رومی مورخ کا قول ہے کہ "ارمی نیوس ہی جرمانیہ کو بیرونی حکومت سے نجات دلانے والا تھا اور وہ انہیں نہ تھا جنہوں نے رومی قوم پر اس وقت حملہ کیا جب کہ رومیوں کی حکومت و قوت کی ابتدا تھی بلکہ وہ اس وقت مقابلے میں آیا جب کہ رومی قوم اقتدار و خوش حالی کے انتہائی عروج پر تھی۔ بعض معرکوں میں ارمی نیوس کو شکست ہوی مگر جنگ نے اسے کبھی مغلوب نہیں کیا۔ وہ اپنے اقتدار کے بارھویں سال ، ۳۷ برس کی عمر میں مرا لیکن وحشیوں میں (یعنی جرمنوں میں) آج تک اس کے گیت گائے جاتے ہیں اگرچہ یونانی تاریخیں اس کے ذکر سے خالی ہیں اور رومی تاریخوں میں بھی وہ اس عزت و وقعت کے ساتھ یاد نہیں کیا جاتا جس کا وہ مستحق تھا"[1]

فصل سوم - جرمانی کوس کا ورود مشرق میں - اس کی وفات اور پیزو کا مقدمہ

(۱۱) مشرق میں کئی معاملے حکومت کی توجہ کے محتاج تھے مگر وہ اتنے اہم نہ تھے کہ ایسے وسیع اختیارات کے حاکم کو بھیجا جائے جیسے کہ تی بریوس نے جشن فتح کے بعد جرمانی کوس کو تفویض کئے۔ انہی دنوں کپادوسیہ، کوماجین اور سیلیشیہ اسپرہ کی باج گزار ریاستوں کا الحاق کر کے انھیں صوبوں کی شکل میں لانا پڑا تھا۔ کیونکہ ارکلوس رئیس کپادوسیہ کو تو رومہ بلا کر اطلاع دے دی گئی تھی کہ تمھاری حکومت ختم ہوگئی اور کوماجین و سیلیشیہ کی رعایا نے اپنے رئیسوں کی وفات پر خود ہی درخواست کی تھی کہ ہمیں براہِ راست رومی حکومت کے تحت میں لے لیا جائے۔ ادھر یہودیہ اور شام کے لوگ محاصل سرکاری کی

---

[1] تاسی توس - باب دوم صفحہ ۸۸

گراں باری کی بہ آواز بلند شکایت کر رہے تھے اور ان کا مطالبہ تھا کہ ان محاصل میں تخفیف کر دی جائے۔ سلطنت پارتھیہ کے ساتھ معاملات میں بھی نئی پیچیدگیاں پیدا ہو رہی تھیں پہلے وہاں کے لوگوں نے ونونس (Yonones) کو اپنا بادشاہ منتخب کیا تھا جو فراتس چہارم کا بیٹا تھا اور بطور یرغمال اغسطس کے پاس رہکر روما میں اُس نے تعلیم و تربیت پائی تھی۔ مگر وہ زیادہ عرصے حکومت نہ کر سکا اور اس کے رومی آداب و اطوار نے لوگوں کو ناراض کر دیا۔ یہاں تک کہ مدیہ کے حاکم ارتابانوس (اردوان) نے اس سے تخت و تاج چھین لیا اور اُسے سلیوکیہ کی طرف بھاگنا پڑا۔ ارمینیہ کا تخت اُن دنوں خالی تھا اور وہاں والے اسے اپنا بادشاہ بنانے پر رضامند ہو گئے۔ لیکن ارتابانوس کسی طرح گوارا نہ کر سکتا تھا کہ اس کا رقیب ایک ہمسایہ ریاست میں فرماں روائی کرے۔ اس نے اہل ارمینیہ کو لکھ بھیجا کہ ونونس کو حکومت پارتھیہ کے حوالے کر دیں، اسی اثنا میں ونونس شام کے صوبہ دار سیلانوس کے ہاتھ پڑ گیا اور اس نے اسے وہیں شام میں روک لیا۔

اس میں شک نہیں کہ یہ سب جھگڑے وہاں کے معمولی صوبہ دار ہی طے کر سکتے تھے لیکن مشرقی ممالک میں شان و شوکت کا ہمیشہ بہت اثر پڑتا ہے اور اسی لئے تی بریوس کا ان معاملات کی اصلاح کے واسطے اپنے ایک عزیز قریب کو جو خطاب سیزر (یا قیصر) سے ملقب تھا وسیع اختیارات دے کر اپنی بجائے بھیجنا بے وجہ نہ تھا۔ پہلے بھی جب کہ اغسطس نے گایوس سیزر کو اسی قسم کے منصب پر مشرق میں بھیجا تو یہ تدبیر بہت مفید ثابت ہوئی تھی۔

جرمانی کوس کے تحت میں آبنائے دردانیال کے پار کے سب علاقے دیدیے گئے تھے۔ وہ بہت اطمینان سے آہستہ آہستہ سفر کرتا ہوا آیا۔ راستے میں نیکوپولیس، ایتھنز، ایس بوس کی سیر کی اور کچھ روز ساحل آبنائے کے شہروں میں ٹھیرا رہا۔ لیکن ارمنیہ کے معاملات طے کرنے میں اسے کچھ دقت نہ پیش آئی اور شاہ پارتھیہ سے دوستانہ روابط قائم ہو گئے اصل میں اہل ارمنیہ پون توس کے سابق بادشاہ پولمو کے بیٹے زنو کی طرف مائل تھے جو بچپن سے

ارمینیہ میں پلا اور اپنی اعلیٰ شہسواری اور صید افگنی کی بدولت لوگوں میں ہر دلعزیز تھا، جرمانی کوس خود شہر ارتکسا تا (= اردشتہ) آیا اور پوری شان کے ساتھ زنو کو ارتا کسس کا شاہی لقب دے کر، تاج پوشی کی رسم ادا کی۔ اس فیصلے سے ارتابانوس بھی رضامند ہو گیا ورنہ یہ سمجھ کر کہ ونونس رومیوں کا نامبردہ ہے اس نے اپنی طرف سے اپنے بیٹے ارودوس کو تخت ارمینیہ کے لئے پیش کیا تھا غرض ارتاکسس کا انتخاب نہایت مناسب کارروائی تھی جس سے دونوں فریق خوش رہے اور ارتابانوس نے رومی سپہ سالار کو ایک عنایت آمیز مراسلہ بھیجکر فرات تک آنے اور ملاقات کرنے کی تحریک کی اور صرف اتنا اور چاہا کہ ونونس کو ملک شام سے ہٹا دیا جائے تاکہ وہ دربار ایران کی اس جماعت سے جو بادشاہ سے ناخوش تھی، خفیہ ساز باز جاری نہ رکھ سکے۔ یہ استدعا جرمانی کوس نے بلے تامل قبول کی اور ونونس کو ہٹا کر سیلیشیہ کے شہر پومپیو پولیس میں بھیجدیا۔ اس تدبیر سے سلطنت روما و پارتھیہ میں بہت اچھے تعلقات قائم ہوگئے اور تی بریوس کے آخری سنین حکومت تک جب تک ارتاکسس زندہ رہا ان میں فرق نہ آیا۔ اسی کے ساتھ کپادوسیہ اور کوماجین کو رومی صوبوں میں شامل کر لیا گیا۔ جس سے سلطنت روما کی براہِ راست عملداری دریائے فرات کے کنارے تک وسیع ہو گئی۔

(۱۲)۔ اپنے عہدے کا اصلی مقصد تو جرمانی کوس نے بہت جلد اور قابل اطمینان طور پر پورا کر لیا مگر اب اسے بعض اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بات یہ ہے کہ تی بریوس اپنے بھتیجے کے وسیع اختیارات کو مشرق میں اس طرح بے نگرانی چھوڑنا نہ چاہتا تھا جس طرح کہ شمال میں اسے حاصل تھے۔ اسی نظر سے شام کے صوبہ دار سیلانوس کو جو جرمانی کوس سے ذاتی ملاقات دوستی رکھتا تھا، بدل کر وہاں نسن: کال پورنیوس پیزو کو مقرر کیا گیا جو ایک نخوت پسند خود رائے امیر تھا اور اپنے بالا دست سے بھی دبنے والا نہ تھا۔ پیزو کے اختیارات کو قوی کر دیا گیا اور اس کی آزادروی کو بھی اس بات سے تقویت پہنچی کہ اس کی بیوی پلان کینہ بادشاہ کی ماں لیویہ سے نہایت ربط ضبط

رکھتی تھی۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسی پلان کینہ کی جرمانی کوس کی بیوی اگری پینہ کے ساتھ مخالفت نے پیزو اور جرمانی کوس کے باہمی جھگڑوں میں اور زیادہ شدت پیدا کر دی، پیزو کو ہدایت کی گئی تھی کہ شامی فوج کا ایک حصہ لے کر خود آئے یا کسی کو جرمانی کوس کے پاس ارمینیہ بھیجدے اس حکم کی پیزو نے تعمیل نہ کی اور اس میں اور جرمانی کوس میں سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ یہ صاف طور پر معلوم نہیں کہ جرمانی کوس نے بادشاہ سے مداخلت کی درخواست کیوں نہ کی۔ لیکن شام میں اپنے اختیارات منوانے کی بجائے اُس زمانے میں وہ مصر چلا گیا۔ کسی سیاسی غرض سے نہیں بلکہ وہاں کے آثار قدیمہ دیکھنے کے شوق میں۔ مگر یہ اُس کی ناعاقبت اندیشی تھی کیونکہ اس سیاحت سے اول تو پیزو کو فرصت اور آزادی مل گئی دوسرے مصر جانے میں اغسطس کے اس قانون کی بھی خلاف ورزی ہوی جس کی رو سے رومی اعیان بغیر بادشاہ کی اجازت خاص کے سرزمین مصر کے اندر قدم نہ رکھ سکتے تھے۔ بہرحال شام واپس آنے کے بعد جرمانی کوس کو معلوم ہوا کہ پیزو نے اس کے احکام و ضوابط کی بالکل پروا نہیں کی اور سب کو الٹ دیا۔ یہ دیکھکر اسے اپنے اختیارات منوانے کا جوش آگیا اور پیزو نے شام سے رخصت ہونے کی تیاری کی۔ اسی میں جرمانی کوس یکایک شہر انطاکیہ (ان تیوک) میں بیمار پڑا اور پیزو نے اپنی روانگی ملتوی کر دی۔ جرمانی کوس کے ملازمین کو شبہ تھا اور انھوں نے اپنے شبہات کو مشہور بھی کر دیا کہ شہزادے کو پیزو یا اس کی بیوی نے زہر دلوایا ہے، پیزو کے پاس سے، جو ابھی سلیوکیہ میں اپنے قیام کو بڑھائے جاتا تھا، پرسشش مزاج و عیادت کے خط بھی آئے لیکن جرمانی کوس نے انھیں ریاکاری پر محمول کیا اور ایک خط میں صاف صاف دوستی ترک کرنے کا اعلان کیا نیز شاید یہ حکم بھی دیا کہ وہ اس صوبے سے فوراً چلا جائے۔ پیزو جزیرہ کوس میں چلا آیا اور وہیں اسے اپنے مخالف کی وفات (۱۹ء) کی خبر ملی۔ خود جرمانی کوس کو خیال تھا کہ میرے ساتھ دغا کی گئی ہے کیونکہ اس نے بستر مرگ پر اپنے احباب سے تاکید کر دی تھی کہ پیزو اور پلان کینہ کے خلاف استغاثہ کریں۔ اور ان سب احباب و اعزا نے ارادہ کر لیا کہ جرمانی کوس کا انتقام ضرور لیا جائے۔ خود اگری پینہ اپنے شوہر کی راکھ اور بچوں کو لے کر بہت جلد

جہاز میں بیٹھکر رومہ روانہ ہو گئی ۔

(۱۳۱) متوفی شہزادے کے رفیقوں اور ماتحت سرداروں نے ، نئے صوبہ دار مقرر ہونے تک ، سنتیوس سٹاتورنی نوس کو شام کا صوبہ دار منتخب کیا لیکن اب پیزو آمادہ ہوا کہ اپنے صوبے کی حکومت حاصل کرنے کے واسطے ایک مرتبہ مردانہ وار کوشش ضرور کرے ۔ اسی غرض سے اس نے سیلیشیہ میں کچھ فوج فراہم کی تھی ۔ مگر لڑائی میں سنتیوس کامیاب ہوا اور اسی علاقہ کے ایک قلعے سیلن درِیس میں محصور رہو گیا ۔ آخر میں اسے ہتیار ڈال کر جہاز میں رومہ جانا پڑا جہاں لوگ کمال ناراضی کے ساتھ اس کے آنے کے منتظر تھے ۔

جرمانی کوس کی موت پر رومہ اور بیرونی صوبوں میں لوگوں کو نہایت رنج اور تاسف ہوا ۔ جا بجا متوفی کی یادگار میں محرابیں بنائی گئیں اور شہروں میں اس کے مجسمے تیار ہوے ۔ کتبات میں اس قسم کے الفاظ کندہ کرائے گئے کہ اس نے "جمہوریت کے واسطے جان دی" ادھر پیزو اور پلان کینہ کے خلاف ، جنھیں عام طور پر مجرم سمجھا جاتا تھا ، لوگوں میں غصہ بھی اسی نسبت سے سخت تھا اور اس قسم کے کنائے اور سرگوشیاں بھی ہونے لگی تھیں کہ اس مفروضہ جرم میں خود تی بریوس اور لیویہ کا ہاتھ شریک ہے ۔ لوگوں کو یقین تھا کہ تی بریوس اپنے بھتیجے سے نفرت وحسد کرتا تھا اور اس کے مرنے پر خوش ہوا ، بلکہ معلوم ہوتا ہے خود پیزو نے جو حرکت کی اس کا محرک بھی یہی آخری خیال ہوا ۔ رسوم عزا میں تی بریوس کے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھنے اور اس کے اور اس کی بیوی کے شریک نہ ہونے کے بھی یہی معنی لگائے گئے ، پھر طرہ یہ ہوا کہ تی بریوس نے لوگوں کے اس قدر زیادہ غم اور ماتم کرنے پر اپنی ناخوشی ظاہر کی اور ایک فرمان میں لوگوں کو اعتدال اختیار کرنے کی تاکید کی ۔ یہ فرمان تی بریوس کی طبیعت کا خاص رنگ دکھاتا ہے اور چونکہ مگالسی تہوار کا زمانہ قریب آگیا تھا لہٰذا اس فرمان کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے کہ "شاہ اور شہریار فانی ہیں ۔ دوام جمہوریت کو ہے ۔ سب کو چاہیئے کہ پھر اپنی خوشدلی اور کاروبار میں مصروف ہوں" بعض اہل الرائے نے "اپنے اور اپنی رعایا کے درمیان ایک دیرپا اور

گہری غلط فہمی کا بیج بو دیا" ان باتوں کا لوگ اغسطس کے طرز عمل سے مقابلہ کرتے تھے جو اس نے دروسوس کی وفات پر اختیار کیا تھا۔

(۱۴۱) ۔ بایں ہمہ بادشاہ کا یہ مقصد نہ تھا کہ پیزو کی پشت پناہی کی جائے جس پر یہ سنگین الزام عائد ہوتا تھا کہ اپنے بالادست حاکم کے حکم سے برطرف ہونے کے بعد اُس نے پھر صوبے کی حکومت لینی چاہی۔ ادھر جرمانی کوس کے دوستوں میں تو ہر شخص چاہتا تھا کہ متوفی شہزادے کی جانب سے مقدمہ میں دائر کروں مگر پیزو کو اپنی وکالت کرنے کے لئے کوئی وکیل میسر نہ آتا تھا۔ پیزو کے ہواخواہ چاہتے تھے کہ ملزم خود بادشاہ کی عدالت میں پیش ہو لیکن تی بریوس نے ایسے نازک معاملے کی ذمہ داری لینی پسند نہ کی اور اس کا فیصلہ مجلس اعیان کے سپرد کر دیا۔ مقدمے کی کارروائی خود تی بریوس کی تقریر سے شروع ہوئی جو نہایت بے لاگ اور منصفانہ تھی، ملزم کے ملکی اور سیاسی جرائم صاف طور پر ثابت ہو گئے لیکن جادو اور زہر سے جرمانی کوس کی جان لینے کے اقدام کا الزام عدالت میں نہ چل سکا تاہم اراکین مجلس جو بالعموم جرمانی کوس کے ہواخواہ تھے اس بات کا پورا یقین رکھتے تھے کہ شہزادے کی موت میں فریب و دغا کا دخل ہے اور ادھر تی بریوس کی نظر میں مجرم کے ملکی جرائم بہت سنگین تھے۔ غرض دوسرے دن عدالت کی کارروائی ختم ہونے کے وقت بادشاہ کی نگاہوں سے جو سرد مہری ظاہر ہوتی تھی اسی کو دیکھکر پیزو سمجھ گیا کہ اب وہ نہ بچے گا۔ اس بات کی تصدیق پلان کینہ کے طرز عمل سے بھی ہوئی جس نے پہلے تو ملکہ لیویہ سے اپنے شوہر کے لئے منت سماجت کی مگر جب دیکھا کہ اس کے بچنے کی امید کم ہے تو یہ کوشش کرنے لگی کہ اس کے معاملے کو پیزو کے مقدمے سے علیحدہ کر دیا جائے۔ تب پیزو نے فیصلہ سننے سے قبل تلوار سے گلا چھید کر خود ہی اپنا فیصلہ کر دیا۔ مجلس اعیان نے اس کا نام فاسٹی کی فہرست سے خارج اور اس کے بیٹے کو دس سال کے واسطے خارج البلد کر دیا لیکن تی بریوس نے مداخلت کی اور پیزو کی املاک اس کے بیٹے کو دلوا کر فیصلے کی شدت میں تخفیف کر دی۔ پلان کینہ کو عدالت میں کھینچنے سے لیویہ کے رسوخ و اثر نے بچا لیا۔

اس تاسف انگیز خانگی جھگڑے کا اس طرح خاتمہ ہوا۔ مگر یہاں یہ بات جتادینی ضروری ہے کہ اگر یہ تحقیق بھی ہوگیا ہو کہ جرمانی کوس دغا کا شکار ہوا، تو بھی یہ شبہ کرنے کی مطلق گنجائش نہیں ہے کہ خود بادشاہ کی اس فعل میں کسی قسم کی شرکت تھی۔ جیساکہ حاسد لوگ کنایۃً کہتے پھرتے تھے، اس سے قطع نظر، خود یہ بات کسی طرح یقینی نہیں کہ جرمانی کوس کی موت پیزو یا اس کی بیوی کے کسی مجرمانہ فعل کا نتیجہ تھی، ایک اور حسد آمیز روایت لوگوں میں یہ مشہور ہوگئی تھی کہ پیزو اپنے ہاتھ سے نہیں مرا بلکہ بادشاہ کے حکم سے قتل کیا گیا ہے!

(۱۵)۔ روما کا مورخ اعظم جس نے جرمانی کوس کے حالات لکھے ہیں اس کے اوصاف کو ایسے دلفریب رنگ میں پیش کرتا ہے کہ ہم دل میں جرمانی کوس کے طرفدار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہیں وہ شجاعت و شرافت کے ان بہترین نمونوں میں نظر آتا ہے جو عین عالم شباب میں گزر جاتے ہیں۔ لیکن یہ بات صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی کہ اگر وہ زندہ رہتا تو مشاہیر عالم کا مرتبہ پالیتا یا نہیں؟ کیونکہ اس کے کارناموں کو طرفداری کے جوش میں بہت بڑھا چڑھا کے بیان کیا گیا ہے۔ تاسی توس نے اپنی تحریر میں صداقت سے بڑھکر حسن ادا کا لحاظ کیا ہے اور تی بریوس کے تاریک پیکر کے پہلو بہ پہلو گویا ایک چندرمکھی سورما کی تصویر دکھانے کے واسطے جرمانی کوس کو چھانٹا ہے۔ یعنی اگر ایک طرف تی بریوس مزاج کا شکی، جرائم سے آلودہ ہے تو ادھر جرمانی کوس سیر چشم، نیکی کا پتلا ہے۔ اور اگرچہ ایک جابر بادشاہ کی بدترین مثال ہے تو بھتیجا ایک عالی نظر شہزادے کا نمونہ نظر آتا ہے، مورخ کے اس مرقع میں ایک حد تک ان جذبات کی جھلک ملتی ہے جو کہ معلوم ہوتا ہے ہر دلعزیز جرمانی کوس کی وفات کے وقت عام طور پر لوگوں میں پائے جاتے تھے۔ یعنی تی بریوس نفرت و غلط فہمی کا شکار رہتا اور دروسوس کے فرزند کی خوبیاں بڑھا چڑھا کے بیان کی جاتی تھیں،

(۱۶)، سنہ ۱۶ء میں ایک سازش کا سراغ ملا جو اگرچہ زیادہ اندیشہ ناک

نوعیت کی نہ تھی تاہم اس کا ہر طرف چرچا ہو گیا تھا۔ اس سے طبقۂ امرا کے بعض حلقوں کی بددلی اور تی بریوس کی خصلت کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ ملزم اسکری بونیہ کے خاندان کا ایک نوجوان لیبو دروسوس تھا اور اس پر انقلاب انگیزی کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ اغسطس کی دوسری بیوی اسکری بونیہ رشتے میں اس کی دادی اور لیبو یہ خالہ ہوتی تھی۔ اور ماں کی طرف سے وہ سکستوس پومپی کا نواسہ تھا۔ خاندان شاہی کے ساتھ انہی رشتوں نے اس کا دماغ بگاڑا اور وہ بڑے خطرناک منصوبے سوچنے لگا۔ جن میں تقویت اس کے ایک گہرے دوست اور مجلس کے رکن فرمیوس کاتوس کی تائید سے پیدا ہو گئی۔ کاتوس ہی نے اسے خالدیہ کے نجومیوں سے مشورہ اور ان سے جادو ٹونے کرنے کی صلاح دی جن کا کرنا بڑی خطرناک بات تھی کیونکہ یہ کارروائیاں اس زمانے میں غدارانہ ارادوں کی تدبیر سمجھی جاتی تھیں پھر کاتوس نے دغابازی سے اپنے نوجوان دوست کو نہایت مسرف اور مقروض کرا دیا اور جرم کے یہ سب ثبوت جمع کرنے کے بعد خود ہی بادشاہ کے پاس ایک قاصد بھیجکر ملزم کے نام کی اطلاع دیدی اور ملاقات کی درخواست کی۔ یہ درخواست تی بریوس نے نامنظور کی اور کہہ دیا کہ اُسے اور جو کچھ کہنا ہے وہ بھی اسی قاصد کے ذریعے کہا جا سکتا ہے۔ ادھر اُسنے اپنے خالہ زاد بھائی (یعنی ملزم الیبو) پر خاص عنایت شروع کی اور اسے پرتیور کا عہدہ دیکر بار بار اپنے ساتھ کھانے پر بلانے لگا۔ اور زبان یا آنکھ سے کبھی کوئی ناخوشی ظاہر نہیں کی۔ اسی کے ساتھ اس نے یہ اہتمام کیا کہ اس مشتبہ شخص کے کاموں کی اطلاع روزانہ اسے (۔تی بریوس کو) پہنچتی رہی۔ حتی کہ جونیوس نامی ایک شخص نے جسے لیبو نے جادو کے زور سے مردے جلانے پر آمادہ کرنا چاہا تھا، یہ اطلاع ایک مشہور سرکاری مخبر تریو کو دے دی اور اس نے فوراً قنصلوں کے پاس جا کر درخواست کی کہ اس معاملے کی مجلس اعیان میں تحقیقات کی جائے۔ اس عرصے میں لیبو کو بھی آنے والی مصیبت کی خبر ہو گئی تھی اور وہ چند اعلیٰ مرتبے کی خواتین کو ساتھ لیکر ماتمی لباس میں اپنے عزیزوں کے پاس گشت لگا رہا تھا اور منتیں کرتا تھا کہ اسے بچایا جائے۔ مگر ان سب نے کسی نہ کسی عذر پر دخل دینے سے انکار کر دیا اور جب مجلس کا اجلاس ہوا تو خود تی بریوس نے فرد قرارداد جرم پڑھکر سنائی اور

ملزمین کے نام اس قدر اطمینان وسکون کے ساتھ پڑھے کہ گویا نہ وہ جرم کو بڑھا کر دکھانا چاہتا ہے نہ گھٹا کر۔ ان میں سے بعض الزامات مضحکہ انگیز نوعیت کے تھے۔ مثلاً یہ الزام کہ لیبو سوچا کرتا تھا کہ کبھی اتنی دولت بھی اس کے قبضے میں آجائے گی کہ وہ برندوزیم تک اپیہ کی ساری سڑک پر روپیہ بچھا سکے۔ البتہ ایک کاغذ ایسا ضرور پکڑا گیا جس میں سیزروں اور اعیان کے ناموں کے ساتھ پراسرار علامتیں بنی ہوئی تھیں جن سے خواہ مخواہ شبہ ہوتا تھا۔ لیبو نے اس تحریر کے اپنے نوشتہ ہونے کی تردید کی اور پہچاننے کے لئے اس کے جو غلام پیش کئے گئے تھے انھیں طرح طرح کی اذیت دیکر شہادت لی گئی۔ چونکہ مجلس کے ایک پرانے حکم کے مطابق ایسے مقدمات میں غلاموں کی شہادت جائز نہ تھی جن میں اُن کے آقا کی جان کا تعلق ہو، لہذا تی بریوس نے قانون شکنی سے بچنے کے لئے حکم دیا کہ یہ غلام ایک ایک کر کے سرکاری خزانے کے داروغہ کے ہاتھ فروخت کر دئے جائیں تاکہ پھر اُن کی شہادت پر لیبو کی تحقیقات کی جا سکے۔ ملزم نے عدالت سے درخواست کی اسے ایک دن کی مہلت دی جائے اور گھر جا کر خودکشی کر لی کیونکہ اُسے مقدمے میں اپنے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ یہ سنکر تی بریوس نے کہا کہ گو وہ مجرم تھا لیکن اگر خود کام تمام نہ کر لیتا تو میں مداخلت کرتا اور اسے بچا لیتا۔ لیبو کی املاک استغاثہ پیش کرنے والوں میں تقسیم کرا دی گئی۔ اور بعض اراکین مجلس نے اس قسم کی تجویزیں پیش کیں کہ اسے آیندہ بھی بری طرح یاد کیا جاتا رہے۔ چنانچہ ایک تجویز یہ تھی کہ خاندان اسکری بونیہ کا کوئی شخص اپنا نام "دروسوس" نہ رکھے۔ اور ان سب باتوں سے مقصد تی بریوس کو خوش کرنا منظور تھا۔ بادشاہ کی سلامتی کی خوشی منانے کے واسطے چند دن مخصوص کئے گئے اور حکم نافذ ہوا کہ جس روز لیبو نے اپنے آپکو ہلاک کیا اسے ایک تہوار کا دن سمجھا جائے۔ مجلس اعیان کی یہ ذلیل خوشامدیں آگے چلکر محض ایک روزمرہ کی بات رہ گئی تھیں۔

فصل چہارم۔ صوبوں اور ریاستوں کی بغاوتیں

(۱۷)۔ اب ضروری ہے کہ ہم اس جنگ پر ایک نظر ڈالیں جو اسی زمانے میں

سلطنت کی جنوبی سرحد پر شروع ہوئی۔ وہ کچھ بہت بڑی جنگ نہ تھی لیکن تکلیف دہ ضرور تھی۔ اسی کے ساتھ ہمیں تاک فریناس کے حالات زندگی کے پڑھنے کا موقع ملے گا جس نے افریقہ میں وہی کام کیا جو شمال میں اس سے زیادہ مشہور شخص ارمی نیوس نے انجام دیا تھا۔ تاک فریناس نومیدیہ کا باشندہ اور رومی سپاہ میں کچھ عرصہ ملازمت کر چکا تھا۔ اسی لئے اس کو رومیوں کے فوجی نظم اور فن جنگ سے واقفیت ہو گئی تھی۔ بعد میں وہ فوج سے فرار ہو کر قزاقوں کے ایک گروہ کا سرغنہ بنا اور آخر میں قوم مسولامی جو کوہ اوراسیوس کے جنوبی پہلو میں بستی تھی، اسے اپنا سردار منتخب کر لیا۔ لیکن رومیوں کے خلاف جو شورش پیدا ہوئی وہ نومیدیہ کی اسی قوم تک محدود نہ تھی بلکہ مغرب میں موریتانیہ اور مشرق میں گرامان تس تک پھیلی۔ تاک فریناس نے اپنے ساتھیوں کو فوجی قواعد اور باضابطگی کا پابند بنا کے بغاوت کو زیادہ اندیشہ ناک بنا دیا کیونکہ اس کے مرتب کردہ دستے باقاعدہ میدانی لڑائی لڑنے اور قلعوں کا محاصرہ کرنے کی بھی جرأت وقابلیت رکھتے تھے۔ اس شورش کو دفع کرنے کے لئے مجلس اعیان نے قرعہ ڈال کر جن سرداروں کو چنا وہ باغیوں کا سدباب نہ کر سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی نے سات برس (۱۷ء تا ۲۴ء) تک طول کھینچا۔ افریقہ کی حفاظت کے واسطے صرف ایک جیش رہتا تھا اب امداد کے لئے پانونیہ سے ایک اور جیش بھیجا گیا اور آخرکار بادشاہ کی مداخلت سے ایک لائق پروقنصل جو نیوس بلیسوس کا تقرر کر دیا گیا۔ تاک فریناس نے بادشاہ سے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ مجھے اور میری باغی فوج کو کوئی علاقہ عطا کر دیا جائے۔ تی بریوس نے یہ درخواست غصے سے رد کر دی مگر بلیسوس کو ہدایت کی کہ دوسرے افریقی رئیسوں کو جو تاک فریناس کی اعانت کر رہے تھے، بلا سزا معافی کا امیدوار بنا دے بشرطیکہ وہ ہتھیار ڈالدیں۔ چنانچہ بہت سے رئیسوں نے اطاعت قبول کر لی اور اب بلیسوس نے لڑائی میں وہی ڈھنگ اختیار کرنے کی کوشش کی جو تاک فریناس کا طرز جنگ تھا۔ یعنی فوج کے تین حصے کر دئیے جن میں سے ایک تو کورنیلیوس سیپیو کے ماتحت مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ دوسرا بلیسوس کے بیٹے کی سپہ سالاری میں مغرب کی طرف بھیجا گیا کہ کیرتہ کے علاقے کی حفاظت

کریں۔ اور وسط میں خود بلیسوس نے کئی مقامات پر مورچہ بندی کرکے دشمن کو اس طرح تنگ کرنا شروع کیا کہ وہ جدھر رُخ کرتا اُسی طرف سامنے اعقب میں اور پہلوؤں پر اسے رومی فوج اپنے مقابل ملتی تھی۔ گرمیاں ختم ہونے کے بعد بھی بلیسوس نے جنگ جاری رکھی اور مختلف قلعوں اور صحرا کا تجربہ رکھنے والے چیدہ سپاہیوں کے تیز پا دستوں کو اس خوبی سے ملا کر کام لیا کہ منزل بہ منزل ٹاک فریناس پسپا ہوتا گیا اور آخر میں اس کا بھائی گرفتار اور مسولامی کے پورا ضلع پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا (۲۲ء)۔ اس کارنامے پر بادشاہ نے بلیسوس کو خلعت فتح بھیجنے کی اجازت دی اور اس کا یہ اعزاز بھی جائز رکھا کہ سپاہی اسے "امپراطور" کے لقب سے مخاطب کریں۔ اور یہ آخری موقع تھا جب کہ یہ اعزاز ایک معمولی شہری کو (جو شاہی خاندان سے نہ تھا) نصیب ہوا[1]۔

مگر بلیسوس کی یہ کامیابی بھی جنگ کا پوری طرح خاتمہ نہ کر سکی۔ ٹاک فریناس کو شکست دینے کی یادگار میں رومہ میں کامی لوس، اپرونیوس اور بلیسوس کے تین بُت نصب کرا دئے گئے۔ جن کے سروں پر فتح کے سہرے بندھے تھے مگر افریقہ میں وہ مسولامی سردار ابھی تک تاخت و تاراج میں مصروف تھا اور اسے ایک طرف گرامان قوم کے بادشاہ سے مدد ملتی تھی اور مغرب میں موریہ اس کی اعانت کرتے تھے۔ بلیسوس کے بعد گیا رصوان جیش افریقہ سے واپس بلا لیا گیا تھا اس لئے ٹاک فریناس کی دلیری اور بھی بڑھ گئی اور ۲۴ء میں اس نے تھبورسیکم کو آگھیرا جو کہ اور اسیوس سے شمال میں ملا ہوا نومیدیہ کا ایک قصبہ تھا۔ اس سال پبلیوس دولابلا وہاں کا صوبہ دار تھا وہ فوراً تمام فوج سمیٹ کر مقابلے کو چلا اور قصبے کو محاصرے سے نجات دلائی۔ دولابلا گذشتہ تجربے سے جانتا تھا کہ ایسے گریز پا دشمن کے مقابلے میں جو جم کر لڑنا نہ چاہتا ہو اپنی تمام فوجوں کو ایک جگہ جمع کرنا بے سود ہے لہٰذا اس نے بھی بلیسوس کی تقلید میں فوج کے چار حصے کر دئے۔ موریتانیہ کے بادشاہ پتولمی (بطلیموس)

---

[1] بلیوس کا سجانوس کا چچا تھا جس کا حال اگلے باب میں آتا ہے۔

سے اس نے فوجی کمک حاصل کر لی۔ اسی زمانے میں اس کو اطلاع ملی کہ باغی قزاقوں نے روزیہ (۔ اَدمیل) کے قریب پڑاؤ ڈالا ہے۔ یہ قلعہ شکستہ حالت میں پڑا تھا اور اس کے ہر طرف دُور دُور تک گھنے جنگل تھے۔ یہ خبر سنتے ہی چند نیم مسلح پیادوں اور سواروں کے دستے بلا تاخیر اس طرف دوڑا دیئے گئے اور انھیں اطلاع بھی نہ ہوئی کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ علی الصباح یہ جنگلی قزاق اونگھ ہی رہے تھے کہ رومی سپاہی اُن پر آگرے اور چونکہ ان کے گھوڑے یا تو بندھے ہوئے تھے، اور یا دُور گھانس چرتے پھرتے تھے، لہٰذا انھیں بھاگنے کی فرصت بھی نہ ملی اور حملہ آوروں نے اس خوبی سے گھیر کر حملہ کیا کہ یہ لوگ بلا وقت قتل ہوئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ رومی سپہ سالار کو ارمان تھا کہ تاک فریناس کو زندہ گرفتار کرے لیکن یہ سردار جب ہر طرف سے گھر گیا تو قید سے بچنے کے لئے اس نے حملہ آوروں کی تلواروں پر گر کر جان دے دی۔ بارے اس کی موت سے اس تکلیف دہ جنگ کا خاتمہ ہو گیا؛

(۱۸) ۔ اس دوران میں غالیہ اور تھریس میں بھی اندیشناک فساد برپا ہوئے۔ غالیہ میں حکومت کی زیادہ ستانی کی بدولت رعایا نے قرضے لے لیکر اپنے آپ کو سخت مقروض کر لیا تھا، اور اب قرض خواہ اپنے تقاضوں سے انھیں پریشان کر رہے تھے۔ اور غریب قرضداروں کو کوئی تدبیر روپیہ ادا کرنے کی نہ سوجھتی تھی۔ اس مایوسی میں وہ خواہ مخواہ جان پر کھیل جانے کے مشورے سوچنے لگے اور ان میں یہ ساز باز ہو گیا کہ ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بغاوت کی آگ بھڑکا کر رومی حکومت سے آزادی حاصل کی جائے۔ سازش کے سرغنہ جولیوس فلوروس اور جولیوس ساکرووِیر صوبے ہی کے باشندے تھے لیکن ان پر رومی تمدن کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ پہلے نے تو بلجی اور تریوری قوم کو ملانے کا ذمہ اٹھایا تھا اور ساکرووِیر جو غالباً کوئی مذہبی عہدہ رکھتا تھا، ادوئی اور دیگر قبائل میں ریشہ دوانی کر رہا تھا۔ سازش کرنیوالوں نے کافی مدت تک راز کو چھپائے رکھا اور آخر ۲۱ء میں (جس سال دروسوس

دتی بروس رومہ کے قنصل تھے، مغربی غالیہ میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ لیکن اُسوقت بھی یہ قبل از وقت تھی اور انڈکاوی اور توروتس نے[1] بہت جلدبازی سے کام لیا تھا چنانچہ ان کے سر اٹھاتے ہی لگودونسیس کے صوبہ دار اکی لیوس اَوَلا نے لگودونم کی مقامی فوج لاکر ہی سرکشوں کا قلع قمع کردیا۔ اہل سازش کی اسی غلطی نے رومیوں کو چوکنا کر دیا اور پھر تریوری قوم کی شورش وفساد زیادہ قوت نہ حاصل کرسکی اور انہیں جرمانی صوبوں کے رومی صوبہ داروں نے آسانی سے فرو کردیا! خود فلوروس نے گرفتاری سے بچنے کے لئے خودکشی کرلی۔ اُدھر اگرچہ ادوی قوم نے اوگستودونم (= اوتون) کے باموقع شہر پر زبردستی قبضہ کرلیا تھا لیکن وہ بھی کچھ زیادہ مزاحمت نہ کرسکے اور اس آبادی سے بارھویں سنگ میل پر جنوبی جرمانیہ کے جلیش سالار کائس سیلیوس نے ان کو بہ آسانی شکست دی۔ ساکرودیر میدان سے بھاگ کر کسی زمیندار کے مکان میں جا چھپا تھا۔ وہیں اُس نے اپنے ہاتھ سے اپنا خاتمہ کیا اور اس کے باوفار فیقوں نے بھی مکان کو آگ لگانے کے بعد ایک دوسرے کو ہلاک کرکے اپنے سرگروہ کی پیروی کا حق ادا کیا! اسی فتح اور ساکرودیر کی شکست کی یادگار میں رومیوں نے اروسیو (= اورانژ) میں محراب فتح تعمیر کرائی تھی!

(۱۹)۔ تھریس کی باج گزار ریاست میں وہاں کے بادشاہ رھیمتا کلیس نے دلماشیہ کی فوجی بغاوت کے موقع پر وفاداری سے رومیوں کا ساتھ دیا تھا لیکن جب وہ مرا اور یہ ریاست اس کے بھائی رہاس کوپوریس اور فرزند کوتیس کے درمیان تقسیم کردی گئی تو ان کے باہم سخت رقابت اور جھگڑے ہونے لگے انہی میں کوتیس قتل کردیا گیا جس پر رومیوں کو دخل دینا اور اس کے چچا کو سزائے قتل دینی پڑی (سنہ ۱۹ء) اس کے دو سال بعد مغربی قبائل نے سر اٹھایا اور ایک بڑی بغاوت برپا کردی۔ باغیوں نے فلیپوپلیس

[1] یہ دونوں نام اب تک "انجو" اور "تورہ" کی شکل میں باقی ہیں!

کو آگھیرا تھا لیکن میزیہ کے صوبہ دار پی ولیوس نے انھیں شکست دی۔ اس کے بعد انہوں نے ۲۵ء میں پھر بغاوت کی اور یہی شورش ہے جس کے حالات زیادہ تفصیل سے ہم تک پہنچے ہیں۔

یہاں کے پہاڑی قبائل کو رومی فوجوں میں بھرتی ہونے اور اپنے بہترین جوان دینے سے انکار تھا۔ ان میں ایک یہ افواہ بھی پھیل گئی تھی کہ وہ زبردستی اپنے گھروں سے نکال کر دُور دراز کے صوبوں میں پھینک دئے جائینگے کہ دوسری قوموں کے ساتھ میل جول سے ان کی قومیت فنا ہو جائے۔ ان لوگوں نے اکائیہ اور مقدونیہ کے رومی صوبہ دار پوپیوس سابائی نوس کے پاس ایلچی بھیج کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا لیکن اسی کے ساتھ صاف صاف جتا دیا تھا کہ اگر کوئی نیا بوجھ ہم پر ڈالا گیا تو ہم اپنی آزادی کے واسطے شمشیر بکف ہو جائیں گے۔ اس پر سابائی نوس نرم جواب دیتا اور اندر ہی اندر جنگی تیاریاں کرتا رہا۔ لیکن جب اس کی فوج مجتمع ہو گئی، اور میزیہ سے ایک جیش اور رہاس کو پوالیس کے بیٹے رمیتا لکیس کے پاس سے امدادی جمعیت آگئی تو وہ سرکشوں کے خلاف بڑھا جنھوں نے ایک مستحکم قلعے کے قریب پہاڑی دروں میں جہاں بہت سے درخت بھی تھے مورچے بنائے تھے۔ سابائی نوس نے وہاں پہنچ کر مورچہ بندی کرا دی اور معقول جمعیت کے ساتھ ایک طویل و تنگ پہاڑی پر قبضہ کر لیا جس کا سلسلہ قلعے تک پھیلتا تھا اور اسی قلعہ کو سابائی نوس تسخیر کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ قلعے کے سامنے دو ایک آویزشیں ہوئیں جن کے بعد سابائی نوس نے قلعے کے اور قریب بڑھکر پڑاو ڈالا لیکن پہلے مورچوں میں تھریس کی امدادی فوج چھوڑ دی اور اسے تاکیدی حکم دیا کہ دن کو وہ چاہے جس قدر لوٹ مار مچائیں لیکن رات کے وقت پڑاو پر بہت ہوشیار رہیں۔ اس حکم کی کچھ روز تو تعمیل ہوی مگر پھر تھریسی سپاہی پہرے چوکی سے بے پروائی کرنے لگے اور راتیں شراب خواری اور خواب غفلت میں گذرنے لگیں۔ دشمن کو بھی اس بات کی اطلاع ہو گئی اور اس نے فوج کے دو دستے تیار کئے کہ ایک تو تاخت و تاراج کرنے والوں پر چھاپہ مارے اور دوسرا رومی پڑاو پر حملہ کرے۔ تاکہ رومی سپاہیوں کی توجّہ ادھر منتشر ہو جائے۔ چنانچہ اس

تدبیریں سرکشوں کو پوری کامیابی ہوئی اور تھریسی سپاہیوں کا انہوں نے قتل عام کر دیا۔

اب سابی نوس نے قلعے کا باقاعدہ محاصرہ شروع کیا اور اپنے مورچوں کو ایک خندق اور پشتے سے باہم متصل کر دیا۔ محصورین کو قلت آب سے سخت تکلیف ہوئی اور دانے چارے کی کمی سے اُن کے مواشی مرنے لگے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ پیاس اور زخموں سے ہلاک ہونے والوں کی لاشیں سڑ اٹھیں اور وبا کا تعفن پھیل گیا۔ اس حال میں بہت سے محصورین نے تو ایک بوڑھے آدمی دی نیس کی صلاح اور نظیر کی پیروی کی جس نے اپنی بیوی بچوں کیساتھ جاکے رومیوں کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ لیکن دو نوجوان سردار ترسا اور تورلیس نامی آزادی کے واسطے جان دینے پر تلے ہوئے تھے۔ ان میں سے ترسا نے تو اپنے قلب میں خود تلوار بھونک لی اور چند رفیقوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ مگر تورلیس اور اس کے مقلدین کا فیصلہ یہ تھا کہ جنگ کو آخر دم تک جاری رکھا جائے۔ انہوں نے رومی پڑاؤ پر طوفان کے وقت شبخون مارنے کی تدبیر کی۔ مگر سابی نوس ہوشیار تھا۔ شبخون ناکام رہا۔ اور ان دلیر جنگلیوں کو گھر کر ہتیار ڈال دینے پڑے۔ اس کارنمایاں پر سابی نوس کو خلعت فتح دیا جانا منظور ہوا (سنہ ۲۶ء)

(۳۰) مگر سلطنت کی شمالی سرحد کے باج گزاروں میں جو بغاوت ہوئی وہاں رومی تلوار اس قدر نمایاں کامیابی نہ حاصل کر سکی۔ اہل فریسیہ کو سنہ ۱۲ ق م میں دروسوس نے مطیع و باج گزار بنایا تھا اور چالیس برس تک وہ اس کا مقرر کردہ خراج ادا کرتے رہے۔ یہ خراج بیل کی کھالوں کی شکل میں ادا ہوتا تھا جو فوجی ضروریات کے کام آتی تھیں۔ لیکن عرصے تک جو عہدہ دار انھیں وصول کرتے رہے وہ ان کے طول و عرض یا دبازت کے متعلق کوئی تجسس تفحص نہ کرتے تھے تاآنکہ سنہ ۲۸ء میں اولینیوس نامی صدر یکصدی اس کام پر مقرر ہوا اور اُس نے جنگلی سانڈ کی کھال کا معیار مقرر کیا۔ اس نئے

معیار کے مطابق کھالیں فراہم کرنا اہل فریسیہ کو بہت دشوار ہوا کیونکہ جرمانیہ کے پالتو مویشی چھوٹے قد و قامت کے ہوتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اولینوس کا مطالبہ پورا کرنے کے لئے اوّل تو ان بیچاروں کو اپنے سب مویشی دینے پڑے پھر زمینیں اور آخر میں بیوی بچوں تک کو مکفول کرنا پڑا۔ سرکار میں جو فریاد انہوں نے کی اسکی کچھ شنوائی نہ ہوئی اور انجام کار وہ آمادہ جنگ ہو گئے۔ محاصل وصول کرنے جو سپاہی ان کے علاقے میں بھیجے گئے تھے باغیوں نے انہیں باندھ کر کھالیں کھینچ لیں اور خود اولینوس کو جان بچا کر قلعہ فلیم میں پناہ لینی پڑی۔ یہ قلعہ غالباً اسی نام کے ٹاپو پر واقع تھا جسے اب ولای لینڈ کہتے ہیں اور یہ ٹکسل کے قریب ہے۔ ان دنوں یہاں رومیوں کی ایک ساحلی چوکی تھی۔ اس قلعے کو بھی فریسیہ والوں نے آگھیر لیا تھا لیکن شمالی جرمانیہ کے صوبہ دار اپ رونیوس کو جب یہ اطلاع ملی تو اپنی رکاب کی فوج کے علاوہ اس نے بیرونی جیوش کے بھی آزمودہ کار سپاہی اور کمکی افواج کے چیدہ جوان اپنے ساتھ لئے اور جہاز میں بیٹھکر دریائے رہائن کے راستے فلیم آیا اور محصورین کو محاصرے سے نجات دلائی۔ پھر اس نے قریب کی کھاڑیوں پر پل اور سڑکیں تعمیر کرائیں کہ اپنی فوج کو فریسیہ کے وسط تک مع سامان باربرداری کے لے جائے اور ادھر پایاب پانی کے راستے کمکی پیادہ اور سواروں کا ایک دستہ بھیجدیا کہ وہ دشمن کے عقب پر آنکلے۔ لیکن اس دستے کو باغیوں نے شکست دیکر بھگا دیا اور جب ان کی امداد کے واسطے اور کئی دستے بھیجے گئے تو انہیں بھی پسپا کر دیا یہاں تک کہ ساری کمکی افواج اسی طرف لگا دی گئیں۔ اس اثنا میں آخرکار رومی جیوش بھی میدان میں پہنچ گئے اور انہوں نے عین وقت پر جا کر پیادہ اور سوار فوج کو جو بالکل مضمحل ہو گئے تھے سنبھال لیا۔ ان لڑائیوں میں بہت سے رومی سردار کام آئے لیکن آپ رونیوس نے ان کا انتقام لینا درکنار انہیں دفن کرنے کی بھی فکر نہ کی۔ اور اہل رومہ کی اس ناکامی کو دو مزید ہزیمتوں نے اور بھی مکمل کر دیا۔ یعنی اوّل تو باڈوہنا کے جنگل میں دشمن نے نو سو رومی سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور دوسرے چار سو سپاہی جو ایک گاؤں کے مکان پر قابض (اور وہیں گھرے رہ گئے) تھے ایک دوسرے کو مار کر خود ہلاک ہو گئے

تاکہ دشمن کے ہاتھ میں نہ پڑیں، ان سب باتوں کے باوجود بظاہر پھر کوئی کارروائی فریسیہ والوں کے خلاف نہیں کی گئی اور قرینہ کہتا ہے کہ ان واقعات نے تی بریوس کے اس ارادے کو اور بھی تقویت پہنچا دی ہوگی کہ دریائے رائن ہی کو رومی سلطنت کی سرحد سمجھا جائے اور اس نے دریا کے پار رومی فتوحات کی آخری یادگار (فریسیہ) سے دست بردار ہونے کا یہ موقع مناسب خیال کیا ہوگا۔

(۲۱) اس بات کے بھی قرائن پیدا ہو گئے تھے کہ تی بریوس کے عہد میں جنوبی اطالیہ میں غلاموں سے جنگ و جدال چھڑ جائے گی لیکن محض حسن اتفاق سے یہ آگ بھڑکنے سے پہلے فرو ہوگئی (سنہ ۲۴ء) غلاموں کی بغاوت کی تیاری کا بانی مبانی تی توس کرتی سیوس تھا جو ایک زمانے میں فوج خاصہ کا سپاہی رہ چکا تھا۔ وہی برندوزئم اور اس کے قریب کے قصبات میں پہلے خفیہ جلسے کرتا رہا اور پھر اُس نے بڑے بڑے اشتہار چسپاں کرا کے کلابریہ اور ایولیہ کی غلام آبادی کو اُبھارا کہ وہ اپنی آزادی منوا کے چھوڑیں، یہ محض اتفاق تھا کہ اسی زمانے میں تین جہازوں نے وہاں آکر لنگر ڈالا اور ان کے ملاحوں سے کرتیوس لوپوس نے ایک فوجی جمعیت مرتب کر کے غلاموں کی سازش و شورش کا قلع قمع کر دیا۔ یہ لوپوس ان اضلاع میں جنگلوں اور چراگاہوں کا منتظم تھا اور اسی کی مستعدی سے سازش کا سرغنہ کرتی سیوس اور اس کے خاص خاص رفقا گرفتار ہو کر رومہ بھیجے گئے جہاں تاسی توس کے الفاظ میں "پہلے ہی لوگ غلاموں کی کثرت دیکھ دیکھ کر خوف زدہ ہو رہے تھے کیونکہ ان کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا تھا حالانکہ آزاد باشندوں کی تعداد ہر روز گھٹتی جاتی تھی" اسی بنا پر زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ غلاموں میں اس قسم کی سازشیں بار بار نہ ہوتی تھیں اور ان کی روک تھام کے واسطے اطالیہ کے شہروں میں فوج کی کوئی بڑی تعداد مقرر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی تھی۔

باب سیزدہم

تی بریوس کا عہد صدارت (بقیہ حصّہ)

ذیلی عنوان :- (۱) تی بریوس اغسطس کے اصول پر حکومت شنویہ کی توسیع کرتا ہے؛ لوگوں کے سیاسی حقوق کی تخفیف (۲) کوتوالی شہر کے محکمے کی مستقل بنا؛ (۳) دیوانی انتظام کی اصلاح؛ مجلس شورای (کون سی لیوم) (۴) فوج کی حالت؛ "پرتیوری کا ستر" (۵) مالیات وخزانہ؛ (۶) بیرونی صوبے؛ (۷) اطالیہ؛ اقتصادی مشکلات (۳۳ء) (۸) عدالتی انتظامات - اجرائی قوانین - اصلاح معاشرت؛ (۹) قانون "ناجیس تاس" پریس کوس کا مقدمہ؛ (۱۰) دلاتور (مخبر) (۱۱) دراسوس (خورد)؛ (۱۲) سجانوس اور لیوی لہ کی سازش، دروسوس کی موت؛ (۱۳) لیویہ، لیولہ، اگری پینہ اور ان تونیہ (۱۴) سجانوس کا رسوخ - سی لیوس اور کوردوس کی موت، کلودیہ پون کرہ؛ اگری پینہ پر مخالفین کے حملے؛ (۱۵) تی بریوس رومہ کو چھوڑ کر کاپریہ کی سکونت اختیار کرتا ہے - غار کا حادثہ؛ (۱۶) تی بریوس سابی نوس کا مقدمہ اور موت؛ (۱۷) لیویہ کی وفات، (۱۸) اگری پینہ کے خاندان کے خلاف سجانوس کی ریشہ دوانی - نیرو کی جلا وطنی؛ (۱۹) سجانوس کا اقتدار؛ بادشاہ کے خلاف اس کی سازش اور زوال؛ (۲۰) اگری پینہ اور اوس کے فرزند دروسوس کی موت؛ (۲۱) سجانوس کے دوستوں کی دار وگیر؛ مجلس اعیان کی غلامانہ حالت؛ مارکوس ترن تیوس؛ اعیان کی سفیہانہ تجاویز کو تی بریوس رد کرتا ہے؛ (۲۲) سلطنت پارتھیہ کے ساتھ تعلقات، شاہ ارتابانوس کے ناصحانہ مراسلات؛ وی تلیوس کا تقرر مشرق میں اور متھراداتس کو ارمینہ کا بادشاہ بنایا جانا؛ ارمینہ میں جنگ وپیکار؛ (۲۳)

دی تلیوس کی مداخلت۔ تیری داتس کا ورود پارتھیہ میں۔ ارتابانوس کی معزولی اور بحالی۔ اور رومیوں کی اطاعت قبول کرنا۔ (۲۴) جانشینی کے متعلق تی بریوس کے منصوبے۔ گایوس خلف جرمانی کوس اور جمی لوس خلف دروسوس (خورد) (۲۵) تی بریوس کی وفات۔ (۲۶) اس کے اوصاف وحالات پر ایک نظر (۲۷) اس کا طرز عمل اور علم ادب پر اس کا اثر۔ پاتر کولوس۔ ماکسی موس۔ فید روس، (۲۸) تاسی توس کی رائے تی بریوس کے متعلق۔

فصل اوّل۔ تی بریوس کے ملکی انتظامات

چونکہ تی بریوس کا عہد جنگ وجدال سے خاص طور پر پاک رہا، لہذا اسے اس بات کا خوب موقع ملا کہ اپنی پوری توجہ ملکی انتظامات اور رعایا کی فلاح وبہبود کے کاموں میں صرف کرے۔ اس میں تی بریوس کا طرز عمل تقلید سلف پر مبنی نظر آتا ہے۔ یعنی اس کی فرماں روائی کا سب سے بڑا اصول یہ رہا کہ اسی لکیر پر چلے جسے اس کے پیش رو نے کھینچ دیا تھا۔ برایں ہم یہ رسم جسے اغسطس نے اختیار کیا تھا، کہ شاہی اختیارات صرف ایک میعاد خاص کے واسطے تفویض کئے جائیں، تی بریوس نے ترک کر دی اور یہ گویا علانیہ بادشاہی کی طرف کچھ اور قدم بڑھانا تھا، اب "دسی نالیہ" یعنی وہ تہوار جو ہر دسویں سال بادشاہ کے ترتی ہوئی اختیارات کی تجدید کی خوشی میں منایا جاتا تھا، محض ایک رسمی چیز رہ گیا جس کے کوئی سیاسی معنی نہ تھے۔ اسی طرح دو اور معاملوں میں تی بریوس "حکومت ثنویہ" کو تقویت پہنچانے اور عام رعایا کو حقوق حکومت سے محروم کرنے میں اغسطس کی حدود سے آگے بڑھ گیا۔ یعنی (اوّل) تخت نشین ہونے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد تی بریوس نے حکام کے انتخاب کرنے کا حق مجلس عوام سے لے کر مجلس اعیان کے حوالے کر دیا اور عوام کا صرف اتنا حق رہ گیا کہ مجلس اعیان جن لوگوں کا انتخاب کرے، عوام خیر مقدم کے نعروں سے اس کی تصدیق کر دیں۔ باقی امیدواروں کی نامزدگی اور سفارش کے شاہی حقوق جس حالت میں اغسطس نے چھوڑے تھے، اب بھی بحال رہے، (ثانیاً) اگرچہ وضع قوانین کا شاہی حق رسمی طور پر عوام کے پاس رہا

لیکن علاّتی بریوس کے زمانے سے وضع قوانین سے ان کا تعلق منقطع ہو گیا۔ کیونکہ بادشاہ اور حکاّم نے قوانین کے مسودے مجلس عوام میں پیش کرنے موقوف کر دیے۔ چنانچہ تی بریوس کے سارے عہد حکومت میں اس قسم کے مسودے عوام کے سامنے پیش ہونے کی صرف دو مرتبہ نوبت آئی ورنہ اس زمانے کے جو قوانین ملے ہیں وہ زیادہ تر "سناتوس کون سلتا" یعنی مجلسی فیصلوں کی صورت میں نافذ ہوئے تھے۔ بعد کے بادشاہوں میں کلودیوس اور نروا نے عارضی طور پر قدیم رسم کو پھر زندہ کیا تھا لیکن ان مستثنیات کو چھوڑ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ تی بریوس کے بعد سے نئے قوانین انہی مجلسی فیصلوں اور شاہی احکام پر مشتمل ہیں۔ اس مقصد کے لئے آیندہ مجلس عوام کے جلسوں کا ہونا ہی موقوف ہو گیا بجز اسکے کہ جب کسی نئے صدر کو تری بیونی اختیارات تفویض کرنے ہوتے تو اس مجلس کا جلسہ کر لیا جاتا تھا۔

(۲)۔ ایک اور اہم معاملہ جس میں تی بریوس نے اغسطس کے منشا کو ترقی دے کر عملی جامہ پہنایا، شہر رومہ میں ایک مستقل محکمۂ کوتوالی کی تاسیس تھا۔ بادشاہوں کے باہر جانے کے وقت شہر میں اس قسم کے عہدہ دار کے ہنگامی تقرر کا حال پہلے ہماری نظر سے گزر چکا ہے کہ جب سنہ ۱۶ ق م میں اغسطس رومہ سے باہر گیا تو لوسیوس کال پرنیوس پیزو کو وہ شہر میں ناظم یا کوتوال (پری فکت) بنا گیا تھا۔ لیکن اب تی بریوس نے اس عہدے کو مستقل اور نہایت با وقعت بنا دیا جو صرف قنصلی مرتبے کے اعیان کو مل سکتا تھا۔ شہر کے تینوں فوجی دستے اسی کوتوال کے ماتحت کر دیے گئے جس کے معنی یہ تھے کہ مجلس اعیان کے ہاتھ سے شہر کی کوتوالی (پولیس) کا کام نکل گیا۔ پھر یہ کہ کوتوال کو جرائم کی تحقیق و سزا کے واسطے ایک عدالت بھی دی گئی جس میں وہ شہر کے غلاموں اور بدمعاشوں کے مقدمات کا سرسری فیصلہ کرتا اور سزا دے سکتا تھا۔ اس نئے عہدے پر پیزو ہی مقرر کیا گیا جو اپنی وفات کے وقت یعنی سنہ ۳۲ء تک یہ خدمت انجام دیتا رہا۔

ایک اور عہدہ جس کی تی بریوس نے بنا ڈالی، دریائے تی بر کے کناروں کی دیکھ بھال سے متعلق تھا۔ (یہ کیوراری یا روم اے الویسی تی برلیس) یہ عہدہ دار بھی قنصلی مرتبے کا شخص ہوتا تھا اور اس کے فرائض سررشتۂ آب رسانی (کیوراا کوا اردم) سے جسے اغسطس نے قائم کیا جداگانہ تھے۔

(۳)۔ تی بریوس نے ملکی نظم ونسق کی اصلاح پر بھی توجہ کی۔ مروّجہ طریق میں ایک بڑی خرابی یہ تھی کہ دیوانی اور انتظامی عہدوں پر ناتجربہ کار نوجوان مقرّر کردئیے جاتے جو بہت تھوڑے عرصے تک اُن خدمات پر رہتے تھے، تی بریوس نے اس خرابی کا علاج یہ سوچا کہ ملازمت کی میعاد بڑھا دی چنانچہ اسکے زمانے میں لوگوں کو بڑی شکایت یہی ہوگئی تھی کہ ایک ہی کام کرتے کرتے ہم بوڑھے ہوئے جاتے ہیں، مگر تی بریوس نے یہ جدّت ان حکّام کے معاملے میں جاری کرنی نہ چاہی جنھیں مجلس اعیان مقرر کرتی تھی۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اغسطس کے اس آئین حکومت کو قائم رکھنے کا دل سے خواستگار تھا جس میں مجلس اعیان خاص خاص معاملات بغیر بادشاہی مداخلت کے اپنے اختیار سے انجام دیتی تھی چنانچہ جب ایک مرتبہ (سنہ ۲۲ ء) خود مجلس نے تجویز کی کہ بادشاہ ان مجلسی حکّام کی قابلیت کا امتحان لیا کرے، تو اسے بھی تی بریوس نے مسترد کردیا۔ یوں بھی وہ بڑا لحاظ رکھتا تھا کہ ارکان مجلس کے ساتھ اخلاق، تواضع کا برتاؤ کیا جائے اور اس قسم کے معاملات بھی اکثر مجلس ہی میں پیش کرادئیے جاتے تھے جو درحقیقت خود اس کے سامنے پیش ہونے چاہئے تھے، اغسطس کی طرح اس نے ایک "کون سی لیوم" (مجلس شوریٰ) بھی بنا رکھی تھی جس میں اس کے اپنے مشیروں کے علاوہ اعیانی اور متوسط طبقے کے بیس نامی گرامی افراد شامل تھے۔ لیکن اس کا ہم صحیح اندازہ نہیں کرسکتے کہ اس مجلس خاص کا ملکی معاملات میں واقعی اثر واقتدار کیا تھا یا بالکل نہ تھا، ایک عجیب بات یہ ہے کہ تی بریوس ظاہری القاب وآداب کے ذریعے اپنے اقتدار شاہانہ کی نمائش کرنے سے بہت بچتا تھا اور اپنی بادشاہی کو زیر نقاب چھپانے کے معاملے میں

اغسطس سے بھی دو قدم آگے تھا حتیٰ کہ اس نے کبھی امپیراطور کا لقب اپنے نام کے ساتھ شامل نہیں کیا اور نہ (ممالک غیر سے خط کتابت کے سوائے) کبھی اپنے تئیں "اغسطس" کہوایا۔[1] "پاتر پاتری آئی" (یعنی ابو الوطن) کا لقب اختیار کرنے سے اس نے صاف صاف انکار کر دیا تھا اور اسی طرح حکم دے دیا تھا کہ خود اس کے غلاموں کے سوا اور کوئی شخص اسے "دومی نوس" (۔ولی نعمت) کے لقب سے مخاطب نہ کرے۔ مندروں میں اپنے بُت نصب کرانے کی بھی اس نے اجازت نہ دی اور جب اس کی ماں اغسطہ لیویہ فوت ہوئی اور لوگوں نے اسے دیوتاؤں کے زمرے میں شامل کرنے کی تجویز کی تو تی بریوس نے اسے نامنظور کر دیا۔

(۴) ۔ فوج میں تی بریوس نے سخت نظم وضابطہ قائم رکھا تھا۔ اسکی تخت نشینی کے بعد الی ریکم اور رہائن کے بلوائیوں سے اضافہ تنخواہ کے جو وعدے کئے گئے تھے، انھیں تی بریوس نے پورا نہیں کیا اور مدت ملازمت میں کمی کرنے کی بجائے الٹا اسے زیادہ بڑھا دیا اور یہی واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اسے فوج پر کس قدر اقتدار حاصل تھا، فتحمند سپہ سالاروں کا یہ اعزاز کہ وہ "امیراطور" کے لقب سے پکارے جائیں، تی بریوس نے چھین لیا اور اس تعظیمی لقب کو شاہی خاندان کے افراد سے مخصوص کر دیا۔ فوج خاصہ کے لئے اس نے ایک نئی بات نکالی جس نے رومی تاریخ کے آیندہ واقعات پر بڑا اثر ڈالا۔ واضح رہے کہ اغسطس نے فوج کے صرف تین "کوہورت" یا اعشار جیش شہر کے اندر متعین کرنے جائز رکھے تھے اور باقی چھ کی رومہ کے مضافات میں الگ الگ چھاؤنیاں تھیں۔ اب تی بریوس نے شہر کے ومی نال دروازے کے سامنے ایک مستقل لشکرگاہ بنوا دی اور نو کے نو دستے اسی ایک مقام پر رہنے لگے۔ اس طرح یکجا ہو جانے سے انھیں اپنی قوت وکثرت کا احساس ہوگیا اور یہی سبب تھا کہ آیندہ اکثر نازک موقعوں پر یہی فوج خاصہ کے سپاہی سلطنت کی قسمت اور بادشاہ کے انتخاب

---

[1] اس کا عام لقب یہ ہے۔ "تی۔ سیزر دِیوی اُوگستی فی (لیوس)"

کا فیصلہ کرنے لگے، دوسرے اسی کارروائی سے کوتوال یا ناظم خاصہ کی سیاسی قوت میں نمایاں اضافہ ہوا اور دراصل قیاس غالب یہ ہے کہ یہ نئی تجویز تی بریوس کے منہ چڑھے مشیر سجانوس ہی نے سمجھائی تھی جسے تی بریوس نے ناظم خاصہ یا کوتوال شہر مقرر کر دیا تھا اور خوب جانتا تھا کہ فوجی دستوں کے اس طرح ایک جا ہونے سے اس کی قوت بڑھ جائے گی۔

(۵)۔ مالیات کے معاملے میں تی بریوس محتاط و کامیاب حاکم ثابت ہوا۔ رومہ میں غلہ کی فراہمی اور باشندوں کو رسد رسانی کے مصارف اغسطس کے زمانے کی نسبت اب بہت بڑھ گئے تھے۔ بایں ہمہ تی بریوس کو پس انداز کرنے کا وہ سلیقہ تھا کہ جب کبھی کوئی خاص ضرورت یا مشکل پیش آئی اس نے نہایت خوبی اور کشادہ دلی سے اسے رفع کر دیا۔ سلطنت کے سرمایے کو اس نے عطیات اور بیش قیمت عمارات بنانے میں خراب نہیں کیا اور اغسطس کے مندر یا پومپی کی تماشا گاہ کے سوا اور کوئی عمارت اس کے حکم سے تعمیر نہیں ہوئی لیکن جس وقت زلزلے نے ایشیا کے بہت سے شہروں کو تباہ و منہدم کیا تو اس وقت تی بریوس نے ایک کروڑ سسترکہ (تقریباً پندرہ لاکھ روپے) کے شاہانہ عطیئے سے ان کی دستگیری کی اور مجلس اعیان سے کہہ کر کامل پانچ سال تک ان کا خراج معاف کرا دیا اور اور مجلسی خزانے کی کمی کو خود پورا کر دیا۔ چنانچہ ۳۲ء میں مجلسی خزانے کو دس کروڑ سسترکہ دیئے۔ پھر تین سال بعد (۳۶ء میں) اسی قدر رقم اَوَن تائن پہاڑی کی خوفناک آتش زدگی سے نقصان اٹھانے والوں کو اس نے عطا کی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس نے محاصل میں کبھی کوئی اضافہ نہیں کیا بلکہ جب کپادوسیہ کا الحاق ہوا اور اس نئے صوبے کی آمدنی سے مداخل سلطنت میں بیشی ہوئی تو اس نے اسباب تجارت پر ایک فیصدی قیمت کے محصول کی بجائے گھٹا کر ½ فیصدی کر دیا[1]۔

[1] یہ محصول دوبارہ ۳۱ء میں بڑھایا گیا۔

(۶) - تی بریوس کے امصیبت کے وقت صوبوں کی دستگیری کرنے سے رومی سلطنت کے طریق جہانبانی میں ایک نیا اصول پیدا ہوا۔ لوگ اس بات کا احساس کرنے لگے کہ بادشاہی کے ساتھ رومہ پر اپنے محکوم ممالک کے کچھ حقوق بھی عائد ہوتے ہیں۔ اور جیسا کہ اہل الرائے نے جتایا ہے تی بریوس کا طرزِ عمل اس بات کی سب سے پہلی شہادتوں میں داخل ہے کہ اب رومہ کی طرف سے بھی اُس احساس و اثر کا جواب ملنے لگا جو پہلے صرف رومہ کا بیرونی صوبوں پر پڑتا تھا۔ دوسرے یہ سچ ہے کہ تی بریوس کی بہ حیثیت حاکم کے دانائی اور عالی ظرفی سب سے زیادہ انہی صوبوں کی حکومت میں ظاہر ہوئی جو براہ راست اس کے زیر انتظام تھے۔ چنانچہ اگر پائے تخت میں اس سے نفرت کی جاتی تھی تو صوبوں میں لوگ اسے دل سے چاہتے تھے۔ اور یہ ثابت کرنے کے لئے شہادتوں کی کچھ کمی نہیں کہ محکوم رعایا کے حق میں تی بریوس کا عہد حکومت ایک غیر معمولی راحت و آرام کا زمانہ تھا۔ جو فوجیں صوبوں میں متعین تھیں ان کے چال چلن کی پوری نگہداشت اور صوبہ داروں کی نگرانی بڑی قابلیت اور شدت کے ساتھ کی جاتی تھی۔ کوشش کی گئی تھی کہ جبر و تعدی کے خلاف لوگوں کو چارہ جوئی کرنے میں ہر قسم کی سہولت حاصل ہو اور صوبوں کے اعلیٰ احکام اور عمال پر زیادہ ستانی کی اتنی نالشیں جتنی تی بریوس کے عہد میں ہوئیں اور کسی زمانے میں دائر نہیں ہوئیں۔ پھر یہ کہ محاصل میں کبھی اضافہ نہیں کیا گیا اور جہاں تک معلوم ہوا ہے یہ نیا طریقہ کہ ایک ہی صوبہ دار اپنے عہدے پر طویل مدت تک کام کرے، قابل اطمینان طور پر چلتا رہا مثلاً ۱۵ء میں تی بریوس نے مقدونیہ اور اکائیہ کو ملا کر ایک بادشاہی صوبہ بنا دیا تھا اس پر جو حاکم یا جیش سالار پوپیو سابی نوس مقرر ہوا وہ قریب قریب تی بریوس کے پورے عہد حکومت تک اسی عہدے پر فائز رہا۔ مجموعی طور پر انہی بادشاہی صوبوں میں مجلسی صوبوں کی نسبت حق و انصاف کی زیادہ پاس داری کی جاتی تھی۔ اور جہاں تک تی بریوس کے عہد کا تعلق ہے، یہ واقعہ ان مقدمات کی تعداد سے ثابت ہے جن میں مجلسی صوبہ داروں کو ان کی نالائقی کی سزا ملی ۔ یہی سبب ہے کہ رعایا مجلس

(۱) چنانچہ ایشیا کے دو صوبہ داروں، اگرانیوس مارسلوس اور سی سیلانوس پر، تیسرے گریت

کے تحت سے نکل کر بادشاہی صوبوں میں داخل ہونے کو اپنی خوش نصیبی سمجھتی تھی۔ طیبریوس کا یہ قول صوبوں کی حکومت کے متعلق اس کے اصول حکومت کو ظاہر کرتا ہے کہ "ایک اچھے گڈریئے کا کام یہ ہے کہ بھیڑوں کے بال لے، کھال نہ کھینچے" اس بارہ میں وہ خاص ضابطہ قابل ذکر ہے جس کی رُو سے صوبہ داروں کو اپنی بیویوں کی زیادہ ستانی کے افعال کا بھی ذمہ دار گردانا گیا تھا۔

(۷)۔ جس طرح طیبریوس کو صوبوں کے حال پر خاص توجہ تھی اسی طرح خاص اطالیہ کی فلاح و بہبود کے واسطے مجلس اعیان کو امداد و مشورہ دینا بھی اُس نے فراموش نہ کیا تھا۔ یہاں لوگوں کی حفاظت اور مسافروں کو ڈاکوؤں سے نجات دینے کی غرض سے اس نے مختلف مقامات میں فوجی چوکیاں بٹھادی تھیں اور ہر قسم کے فساد کا فوراً انسداد کر دیا جاتا تھا، زراعت کو از سر نو ترقی دینے کی بھی اسے فکر تھی جو گزشتہ سو برس سے بتدریج لیکن یقینی طور پر اطالیہ میں تنزل کر رہی تھی کیونکہ آزاد مزدور اور کسانوں کا طبقہ ہی ملک سے غائب ہو گیا تھا اور زراعت کی اسی کمی کا نتیجہ یہ تھا کہ اب جزیرہ نمائے اطالیہ کے باشندوں کی زندگی بیرونی غلّے کی رسد رسانی پر منحصر ہو گئی تھی۔

۳۳ء میں ایک اقتصادی پیچیدگی سے پریشانی پیدا ہوئی اور بادشاہ کو "ساکھ" قائم رکھنے کے واسطے خود مداخلت کرنی پڑی۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ پیشہ ور مخبروں نے (جنھیں "دلاتور" کہتے تھے) اُن قرض دینے والے سرمایہ داروں پر مقدمہ دائر کیا جو جولیس سیزر کے دو قانونوں کی با ضابطہ خلاف ورزی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک قانون کی رُو سے یہ ممنوع تھا کہ کوئی شخص ساٹھ ہزار سسترکہ (تقریباً نو ہزار روپیہ) سے زیادہ زر نقد اپنے پاس رکھے۔ اور اس رقم سے زیادہ جو کچھ کسی کے پاس ہو اسے اطالیہ میں مکانات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵ - (تریطش) کے مجلسی صوبہ دار کی سیوس کو دوس پر اور چوتھے بتنیکہ کے صوبہ دار دی بیوس سری نوس پر مقدمہ چلا اور چاروں کو سزا ملی۔

یا اراضی کی صورت میں لگا دینا پڑتا تھا۔ دوسرے قانون میں قرض دار و قرض خواہ اور سود کے متعلق احکام تھے۔ الغرض مقدمہ شہر کے پری تور (میر عدل) گراکوس کے سامنے پیش ہوا اور چونکہ اس میں بہت سے لوگ شریک تھے اس لئے اس نے مناسب سمجھا کہ یہ مقدمہ مجلس اعیان میں بھیجدے۔ لیکن خود مجلس کے سارے ارکان اس قانون کی خلاف ورزی کے مجرم تھے لہذا انہوں نے بادشاہ کے حضور میں مرافعے کی درخواست کی اور تی بریوس نے انھیں ڈیڑھ سال کی مہلت دیدی کہ اس مدت میں ہر شخص اپنے حسابات قانون مذکورہ کے مطابق درست کرلے۔ اسپر سود خواروں نے فوراً اپنے قرضے واپس لے لئے اور صدہا قرض داروں کو روپیہ ادا کرنے کے واسطے اپنی جائدادیں بیچنی پڑیں۔ یہ معلوم تھا کہ مذکورہ بالا قانون پر عمل کرنے سے روپے کی مانگ میں قلت ہو جائے گی۔ لہذا ایک مجلسی قانون گویا قانون سیزر کی منشا کو واضح کر دینے کی غرض سے نافذ کر دیا گیا کہ سرمایہ داروں کو کم سے کم دو تہائی سرمایہ خاص اطالیہ کی جائدادوں میں لگانا لازم ہوگا۔ لیکن اس تدبیر سے اور بھی خرابی بڑھگئی یعنی سرمایہ داروں نے روپیہ سمیٹ سمیٹ کر جمع کر لیا کہ زمینوں کی قیمت گر جائے تو سستے داموں زمین خریدیں اور زمین کی قیمت اس درجہ سے کم ہوی کہ بہت سے قرض خواہ اپنا قرضہ نہ ادا کر سکے۔ چنانچہ بیسیوں خاندان تباہ و برباد ہو گئے۔ بالآخر تی بریوس نے دست اعانت بڑھایا اور دس کرور سسترکہ دے کر قرض دینے کے واسطے ایک سرمایہ قائم کر دیا کہ جو لوگ مقروض تھے وہ اس سرمائے سے روپیہ لے لے کر اپنے قرض ادا کریں۔ روپیہ لینے والوں کو جو رقم لیں اس سے دگنی مالیت کی جائداد مکفول کرنی پڑتی تھی لیکن تین سال تک اُن سے کوئی سود نہ لیا جاتا تھا۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ از سر نو جائداد والوں کی ساکھ قائم ہوگئی اور باقیماندہ قرض داروں کو اپنی جائدادیں بچانے یا اُن کی واجبی قیمت وصول کرنیکا موقع مل گیا۔

(۸)۔ محکمۂ عدالت۔ تی بریوس نے خصوصیت اور بہت باریک

بلیغی کے ساتھ توجہ کی۔ ایک نیا اور نہایت کارآمد ضابطہ اس نے یہ بنایا کہ جن مجرموں کو مجلس اعیان سزا دے انھیں فیصلہ سنانے اور سزا ملنے کے درمیان نو دن کا وقفہ دیا جائے۔ جرائم کی تحقیقات کے معاملے میں مجلس نے تی بریوس کے زمانے میں ایک عدالت عالیہ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ لیکن اس کے فیصلوں پر وہ بہ حیثیت بالا دست نگرانی رکھتا تھا۔ بلکہ ایسے تمام معاملات میں جن میں بادشاہ کے ذاتی اغراض کا کوئی لگاؤ ہوتا مجلس کا کام ہی یہ تھا کہ بادشاہ کی جو کچھ مرضی معلوم ہو اسی کے مطابق فیصلہ صادر کر دے۔

وضع قوانین کے کام میں بھی تی بریوس بہت مستعد تھا۔ سنہ ۱۹ء میں قانون جونیہ نوربانہ نافذ کیا گیا جس کی غرض ایسے موالی کی حمایت کرنا تھی جنھیں اُن کے آقا چھوڑ دیں لیکن باضابطہ آزاد نہ کریں۔ نئے قانون کی رُو سے وہ تاحیات اپنے مالکوں کے ہاتھ سے آزاد مان لئے گئے اور انھیں بغیر کونو بیوم (= ازدواج) "کومرشیوم" (= میل۔ بیع و شرٰی) کی جیسے اصطلاحاً "جونیانا لاتی نی تاس" کہتے تھے، اجازت مل گئی۔ انھیں اپنی املاک بذریعہ وصیت منتقل کرنیکی اجازت نہ تھی اور نہ کوئی دوسرا ان کے نام اس قسم کی وصیت کر سکتا تھا۔ طبقہ متوسطہ کی تعداد محدود کرنے کے لئے بھی مجلس کا ایک فیصلہ نافذ کر دیا گیا تھا کہ وہ لوگ جن کے دادا آزاد باشندے نہ تھے، اور اب جن کے قبضے میں چار لاکھ سسترکہ کی مالیت نہیں، اس طبقہ سے خارج کر دیئے جائیں گے۔

روما اور اطالیہ میں خرابیوں کی اصلاح اور بیہودگیوں کے تدارک کی غرض سے بادشاہ نے جو کوششیں کیں اُن سے اس کے خلاف لوگوں کی بیزاری اور بڑھی اور پختہ ہو گئی۔ مثلاً اس نے دنگل کے کشتی گیروں کی تعداد محدود کر دی۔ ایک دفعہ جو تماشا گاہ میں بلوا ہوا تو اُس نے تماشا کرنے والوں کو شہر سے نکلوا دیا۔ اُس نے رمّالوں کو بھی اطالیہ سے خارج کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی اہل مشرق کی مذہبی رسمیں روما میں گھر کرتی جاتی تھیں انھیں بھی تی بریوس نے مٹانا چاہا اور خصوصیت کیساتھ ایسیس کی

پرستش ممنوع قرار دی بلکہ اس دیوی کا بُت اٹھا کر دریا میں پھکوا دیا۔ اسی طرح اسُ نے اطالیہ میں یہودیوں کے خلاف جنھیں رومہ کے ملکی حقوق حاصل ہو گئے تھے، سخت کارروائیاں کیں۔ دراصل ان لوگوں نے جنگی خدمت سے بچنے کے بہانے نکالے تھے۔ اسی خطا پر انھیں نالایق رعایا سمجھا گیا اور ان کی مذہبی رسمیں ممنوع قرار پائیں۔ پھر چار ہزار یہودی موالی سارڈینیہ میں منتقل کر دئیے گئے اور قزاقوں کے سدّباب کرنے کا کام ان کے سپرد ہوا کیونکہ یہ بڑی آب و ہوا کا جزیرہ ان ڈاکوؤں سے معمور تھا۔ اس ضمن میں تی بریوس نے حقوق پناہ دہی میں جو کمی اور حد بندی کی اس کا بھی ذکر کر دینا چاہئیے اگرچہ اس کا تعلق زیادہ تر سلطنت کے مشرقی حصّے سے ہے جہاں مجرموں کو پناہ دینے کے بہت سے مامن قائم ہو گئے تھے۔ وہ ایک مذہبی نوعیت رکھتے تھے اور اُن میں پناہ لینے والے مجرموں سے قانونی مواخذہ نہ ہو سکتا تھا اور ان کا وجود رعایا کے واسطے موجب تکلیف ہو گیا تھا۔

گر طبقۂ اعلیٰ میں جو تعیّش و بے اعتدالی پھیلی ہوئی تھی اس کے خلاف تی بریوس بھی کچھ بہت جدّ و جہد نہ کر سکا۔ وہ خود کفایت شعار و میانہ رو آدمی تھا اور امُرا کے اسراف، ان کے ساز و سامان اور پر تکلف کھانوں پر جو بے حساب روپیہ خرچ ہوتا تھا، اسے دل سے ناپسند کرتا تھا۔ لیکن اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس بارے میں انسدادی قوانین سے کچھ کام نہیں چل سکتا اور علانیہ کہتا تھا کہ باقاعدہ احتساب کا یہ مناسب وقت نہیں ہے۔ البتہ سرکاری مذہب کو جس کی اغسطس نے تجدید کی تھی، اس نے احتیاط سے قائم و بحال رکھا۔ مقدّس آتش کدے کی کنواریوں میں اس کی ماں لیویہ سرِ عام نشست رکھتی تھی اور "سودال اوگستال" کے نام سے پروہتوں کی ایک نئی جماعت مرتب کی گئی تھی کہ اغسطس دیوتا کی پرستش کا اہتمام رکھے۔ اور اس جماعت میں مجلس اعیان کے نہایت ممتاز ارکان داخل تھے؎

د ۹ ا عجب نہیں کہ تی بریوس کی سیاسیات کا وہ جزو جو معاصرین

وا خلاف میں سب سے زیادہ ناراضی کا سبب ہوا یہ ہو کہ اس نے "ماجس تاس" (Maiestas) یعنی عداوت با حکومت کو نئے معنی پہنائے۔ یہ حقیقت میں اُن جرائم کا نام تھا جن کا قومی حکومت کی شان و عظمت کے خلاف کوئی کام کرنے سے ارتکاب ہوتا تھا۔ جولئس سیزر نے ایک قانون (لکس جولیہ) کے ذریعہ ان جرائم کی مختلف صورتیں واضح کر کے اس کی پوری طرح حد بندی کر دی تھی اور اگرچہ اغسطس نے ان میں بعض اور افعال بھی محسوب کر کے قانون کے دائرے میں توسیع کر دی لیکن اس سے کچھ زیادہ کام نہیں لیا تھا۔ اس کے برخلاف تی بریوس نے اس قانون کو اپنی ذاتی حفاظت کا ایک آلہ بنایا اور اس کے عہد میں "ماجس تاس" ان افعال کا نام ہو گیا جو بادشاہ کی ذات کے خلاف کئے جائیں جس کے معنی یہ تھے کہ خود بادشاہ قومی حکومت کے مُرادف سمجھا جائے۔ صدر کی ہر قسم کی توہین جو تحریر یا تقریر میں کی جائے قانون "ماجس تاس" کے اندر داخل تھی۔ حقیقت میں تی بریوس نے غدر و سازش سے محفوظ رہنے کے لئے اس نئے آلے سے کام لینے کا تہیہ کیا تھا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اس قانون کا بیجا استعمال کیا جائے اور لوگوں میں بادشاہ کی بدنامی ہو۔ تی بریوس کو امید تھی کہ اس ہتیار کے خوف سے اعیان اس کے قابو میں رہیں گے اور اس کی خلاف مرضی اپنی رائے کا اظہار نہ کر سکیں گے کہ مبادا ایسی آزادی بادشاہ کی توہین و غداری میں داخل کر لی جائے۔ اور لتوریوس پیرلیس کوس کے مقدمے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس انسدادی قانون کا کس شرمناک طریقے سے بیجا استعمال کیا جا سکتا تھا۔ یہ پیرلیس کوس نائٹ کا مرتبہ رکھتا تھا۔ اور جرمانی کوس کی موت پر اس نے شعر لکھکر تی بریوس سے انعام میں کوئی تحفہ بھی حاصل کیا تھا۔ اس کے کچھ عرصے بعد دروسوس بیمار پڑا اور شاعر کو اس کی پہلی کامیابی نے ہمت دلائی کہ دروسوس پر بھی ایک نظم لکھے جسے اس شہزادے کے مرنے کے بعد شایع کیا جا سکے۔ پھر اگرچہ دروسوس اس بیماری میں نہ مرا لیکن پیرلیس کوس کا دل ایک مجمع میں لوگوں کو اپنی نظم سنائے بغیر نہ مانا جس سے یہ خبر مشہور ہو گئی اور اس کے خلاف مجلس اعیان میں مقدمہ دائر کر دیا گیا۔

مجلس نے اسے ایک سیزر کی موت چاہنے کا مجرم قرار دیا اور صرف دو ارکان نے یہ رائے دی کہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے کیونکہ اس کا فعل کسی بدنیتی پر نہیں بلکہ محض بے عقلی پر مبنی ہے۔ لیکن کثرت رائے سے وہ سزائے موت کا مستوجب قرار پایا اور اسی فیصلے کی فوراً تعمیل کر دی گئی۔ اس واقعے کے وقت تی بریوس شہر سے باہر گیا ہوا تھا جب واپس آیا تو یہ قصہ سن کر اسے افسوس ہوا اور اس نے ان دو ارکان کی رائے کی تعریف کی جنھوں نے کثرت آرا کے خلاف تجویز کی تھی۔ اسی واقعے کے بعد یہ ضابطہ جس کا اوپر ذکر آیا بنا تھا کہ آیندہ فیصلہ سزا اور سزا کے درمیان چند روز کا وقفہ ہوا کرے۔

(۱۰)۔ لوگوں کو قانون "ماجس تاس" کی اس اندیشہ ناک توسیع کی خرابیاں اس وجہ سے اور بھی زیادہ ناگوار گزریں کہ تی بریوس نے اپنے زمانے میں دلاتوروں کی بڑی ہمت افزائی کی۔ اصل میں تو دلاتور ایسے مخبر کو کہتے تھے جو مال کے عہدہ داروں کو ان سرکاری رقوم کی اطلاع بہم پہنچائے جو کسی کے ذمہ واجب الادا رہ گئی ہوں۔ پھر وہ لوگ بھی جو کسی قابل جرمانہ جرم کی خبر دیتے تھے، اسی نام سے پکارے جانے لگے۔ اغسطس نے اس مخبری کی یہ قدر دانی کی کہ جو لوگ اس کے وضع کردہ قوانین ازدواج کی خلاف ورزی کرنے والوں کی مخبری کرتے، ان کے لئے انعام مقرر کر دیا۔ تھوڑے ہی دن میں مخبری ایک باقاعدہ پیشہ بن گئی۔ اور چونکہ سرکاری پیروکار مقرر کرنے کا اس زمانہ میں رواج نہ تھا لہذا حکام کو اس میں بڑی سہولت ہوئی کہ استغاثوں کی وکالت کا کام بھی یہی غیر سرکاری مخبر انجام دیں۔ جب تی بریوس تخت نشین ہوا تو اس نے قوانین کی پابندی اور عدالتی کاروبار کے واسطے اس مخبری کو بہت پسندیدہ پیشہ سمجھا اور اس کی قدر افزائی کی۔ پھر جب اسے معلوم ہوا اس سے کس قدر بری بری طرح کام لیا جا سکتا ہے اور اس کی رعایا کو یہ کس درجہ ناپسند ہے تو اس نے نتیجہ نکالا کہ خرابیوں کے علاج کی یہ صورت نہایت خطرناک ہے اور اس کی روک تھام پر متوجہ ہوا کیونکہ درحقیقت اس کا دلی منشا تھا کہ نہایت سختی سے خالص انصاف

کیا جائے، ان بے باک وقابو طلب مخبروں سے لوگ بہت خوف زدہ اور پریشان رہتے تھے اور تی بریوس نے پندرہ اعیان کی ایک عدالت صرف اس غرض سے بنائی تھی کہ قوانین کی غلط تاویل وتعبیر کرنے سے روکے لیکن آخر میں اپنے ناظم خاصہ سجانوس کے اثر سے تی بریوس پھر مخبری کو جائز رکھنے لگا اور رفتہ رفتہ حکومت کے قانون میں جس قدر زیادہ وسعت وآزادی آتی گئی اسی قدر دلاتور زیادہ خوف ناک ہوتے گئے۔

فصل دوم ۔ سجانوس کا عروج ۔ دروسوس کی موت

(۱۱) جرمانی کوس کے مرنے سے جانشینی کے متعلق جو مشکلات تی بریوس کو نظر آرہی تھیں، وہ دور ہوگئیں۔ کیونکہ اپنے بیٹے اور جرمانی کوس کے حقوق میں توازن اور مساوات رکھنا آسان نہ تھا۔ اس مساوات کو قائم رکھنے کا تی بریوس جس قدر اہتمام کرتا تھا، اس کا اندازہ سارڈیس کی ایک اشرفی سے ہوتا ہے جس کے کتبے میں تو پہلا نام دروسوس کا ہے لیکن تصویر میں دست راست پر جرمانی کوس کو رکھا ہے! دروسوس ہمت اور دانشمندی میں اپنے عم زاد بھائی جرمانی کوس سے کمتر تھا لیکن اس کے ساتھ دلی محبت رکھتا تھا اور جرمانی کوس کے مرنے کے بعد متوفی کی اولاد سے پدرانہ شفقت کا برتاؤ کرتا تھا۔ مگر خود تی بریوس کے جرمانی کوس کے ساتھ برتاؤ کی شان کچھ اسی قسم کی تھی جیسا کہ اغسطس کا برتاؤ خود تی بریوس کے ساتھ رہا۔ یعنی گو سلطنت کی بھلائی کے خیال سے وہ اپنے بھتیجے کو جانشین تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جائے مگر اس کی فطری محبت کا تقاضا یہی تھا کہ دروسوس کا حق فائق رہے حالانکہ باپ بیٹے میں کچھ بہت اتفاق ویکجہتی نہ تھی۔ الغرض جرمانی کوس کی پُراسرار موت کے بعد تی بریوس نے کوشش شروع کی کہ متوفی بھتیجے کی اولاد کو محروم کرکے سلطنت کا آئندہ وارث دروسوس کو تسلیم کرا دے۔ جرمانی کوس اور دروسوس دونوں کے واسطے ارمینہ اور الی ریکم میں حسن کارگزاری کے صلے میں سرکاری طور پر تہنیت ادا کرنے کی تجویز ہوئی تھی مگر ارمینہ کے فساد رفع کرنے والے کو واپس رومہ آنا نصیب نہ ہوا۔

البتہ سنہ ۲۰ ء میں دروسوس کے استقبال و تہنیت کی رسم ادا ہوی اور سال آیندہ وہ دوسری دفعہ قنصل مقرر ہوا۔ پھر سنہ ۲۲ ء میں باپ نے مجلس اعیان اور جمہور سے اُسے تری بیونی اختیارات دلوا کر اپنے شریک حکومت کے مرتبے سے سرفراز کر دیا۔

۱۲، گو ممکن ہے کہ بادشاہ نے اپنے بھتیجے کے مرنے کو ایک قسم کی خوش نصیبی گردانا ہو لیکن بیٹے کے متعلق جو امیدیں اسے تھیں ان کا پورا ہونا اسکی تقدیر میں نہ تھا۔ دروسوس کی شادی جرمانی کوس کی بہن لیویہ (خُورد) سے ہوی تھی جسے اغسطس کی بیوی سے امتیاز کرنے کے لئے لی ویلہ کہتے تھے وہ خوبصورت اور جاہ طلب عورت تھی اپنے مقاصد کے لئے اسے کسی اصول کی پروانہ تھی اور معلوم ہوتا ہے اس کی ہمنام اغسطہ لیویہ بھی اس کی معین و طرفدار تھی۔ اس لیویلہ کو افواج خاصہ کے تشکیل و طاقتور ناظم سجانوس نے گانٹھ کر ایک سازش میں شریک کر لیا۔ یعنی اس کے ساتھ اپنا تعشق جتا کر اس کی حرص و ہوس کو اپنی تعریف و چاپلوسی سے اور ترقی دی اور اس شرط پر کہ راستے میں جو چیز حائل ہے وہ دور ہو جائے اس سے شادی کرنے اور تخت شاہی پر بٹھانے کے کیسے کیسے جوڑے وعدے کئے سجانوس اصل میں اَت رُوریہ[۱] کی ایک بستی وُل سنیتی کا باشندہ اور طبقہ متوسطہ کا فرد تھا۔ جوانی میں وہ گایوس سیزر کے رفقا میں ملازم رہا۔ پھر اس نے اپنی موقع شناسی اور کارگزاری سے تی بریوس کے دل میں ایسا گھر کیا کہ آخر میں وہ بادشاہ کا نیم سرکاری وزیر اور ایسا مشیر بن گیا جس کے بغیر بادشاہ کوئی کام ہی نہ کرتا تھا۔ تی بریوس کے وہم میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس کے منظور نظر کے دل میں کیسے کیسے ارمان اور وسیع منصوبے بھرے ہیں حالانکہ درحقیقت سجانوس بادشاہ کے دست راست رہنے پر قانع نہ تھا بلکہ سلطنت کے سب سے بڑے مرتبے پر خود فائز ہونے کی ہوس رکھتا تھا۔ لیکن اپنی غلامانہ خدمت و کارگزاری سے اُس نے تی بریوس کو بالکل بے خبر بنا دیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ سجانوس کے معاملے میں اپنی معتاد متانت

---

[۱] اسی بنا پر جونال اسے "تسکانی" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ دیکھو اسکی کتاب: (Sat., X, 74)

اور خشک مزاجی کو بھی بالائے طاق رکھدیا تھا اور اس پر اس درجے عنایت کرنے لگا تھا کہ نہ صرف نجی گفتگو بلکہ مجلس اعیان اور عام تقریروں میں اسے "اپنی محنت کے شریک" کے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ اور اجازت دے دی تھی کہ سیجانوس کا نیم قد مجسمہ تماشا گاہوں اور بڑے بازاروں میں نصب کیا جائے مگر واضح رہے کہ یہ افراط عنایات محض اس بنا پر تھی کہ تی بریوس کو اس بات کا خیال ہی نہ آیا تھا کہ سیجانوس جیسی حیثیت اور حسب نسب کا آدمی بھی خطرناک ہوسکتا ہے۔ دروسوس کی نظر اس بارے میں زیادہ گہری تھی اور اسے سخت قلق تھا کہ ایک غیر شخص کا اس کے باپ پر اس قدر اثر ہو کہ اس کے مقابلے میں بیٹا بھی نظر سے گر جائے۔ بلکہ ایک مرتبہ اس نے سیجانوس کو جس سے دلی نفرت تھی مارنے کے لئے ہاتھ بھی اٹھایا تھا۔ اسی بنا پر سیجانوس نے جو پہلے ہی اپنی بیٹی کی جرمانی کوس کے بھائی کے ساتھ شادی کی قرارداد کر کے تخت شاہی تک پہنچنے کی تدبیر کر چکا تھا، ارادہ کر لیا کہ دروسوس کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔

یکایک ۲۳ء میں دروسوس نے ظاہرا ایک بیماری سے وفات پائی لیکن آٹھ برس کے بعد یہ حال کھلا کہ درحقیقت اسے اس کی بیوی لیویلہ اور لیویلہ کے چاہنے والے سیجانوس کی سازش سے زہر دیا گیا تھا۔ بہر حال اس کی موت سے تی بریوس کو سخت صدمہ پہنچا۔ دروسوس کی اولاد کمسنی کی وجہ سے اس قابل نہ تھی کہ ان میں سے کسی کو جانشین بنایا جائے۔ لہذا چار و ناچار جرمانی کوس کے بڑے بیٹوں نیرو اور دروسوس کو گود لینا پڑا اور ان ہی کو ساتھ لئے ہوئے وہ مجلس اعیان میں آیا اور سفارش کی کہ سلطنت کا آیندہ وارث انھیں تسلیم کیا جائے۔ ادھر سیجانوس نے اپنی بیوی اپی کاتہ کو طلاق دیدی تھی اور مستدعی تھا کہ لی ویلہ کو اس کے ساتھ بیاہ دیا جائے لیکن تی بریوس نے اس شادی کی جس سے تخت کے نئے مدعی پیدا ہوں، اجازت نہ دی۔ سیجانوس کو مجبوراً دوسری تدابیر اختیار کرنی پڑیں۔ اور اب اس نے جرمانی کوس کے خاندان کو فنا کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

(۱۳)۔ تی بریوس کے گرداب شاہی خاندان کی چار بیوہ خواتین تھیں جن کی بدولت اس کا دربار آئے دن کی سازباز اور حسد و رقابت کا گھر بنگیا تھا۔ ان میں ایک تو اس کی ماں لیویہ اور بہو لیو یلہ تھی ایک اسکی سالی ان تونیہ اور چوتھی جرمانی کوس کی بیوہ اگری پینہ۔ لیویہ کو خود اغسطس نے اختیارات شاہی میں حصّہ پانے کی وصیّت کی تھی اور وہ اس حق سے کام لینا چاہتی تھی۔ شاہی مراسلات میں بیٹے کے ساتھ اس کا نام بھی لکھا جاتا اور اگرچہ سرکاری معاملات میں اس کی مداخلت تی بریوس کو بالکل پسند نہ تھی مگر وہ اس کے اثر و اقتدار سے نجات نہ پاسکتا تھا۔ مجلس اعیان میں بھی ایک ذی اثر گروہ لیویہ کے ہواخواہوں کا موجود تھا جنھوں نے تجویز کی تھی کہ اسے "مادر وطن" کے لقب سے یاد کیا جائے ادھر اگری پینہ کو اگرچہ شوہر کے مرنے سے اپنی آرزووں میں بڑی ناکامی ہوی تھی لیکن اب وہ دوبارہ اولاد کی وساطت سے اقتدار حاصل کرنے کی امیدوار تھی۔ پاکدامن اور کثیرالاولاد ہونے کے باعث وہ رومہ کی ایک قابل مثال شریف بیوی تھی لیکن مزاج غضب کا تند پایا تھا اور زبان پر قابو نہ رکھتی تھی۔ بادشاہ کو وہ اپنا جنم کا بیری جانتی تھی اور پلان کینہ کے معاملے میں جو نرمی کیگئی اس کا اسے نہایت رنج اور دل میں کینہ بھرا تھا۔ حتی کہ اس کے بیٹے دروسوس اور نیرو، تی بریوس کی جانشینی کے واسطے چنے گئے تب بھی اس کا جی خوش نہ ہوا کیونکہ ابھی اس کی تمنائیں بر آنے میں بہت دیر نظر آتی تھی۔

(۱۴) بیٹے کی وفات کے بعد تی بریوس کا میلان سجانوس کی طرف روز بروز زیادہ ہوتا گیا اور اسی زمانے سے رومیوں کو وطنی حکومت میں سستی اور کمزوری کے آثار دکھائی دینے لگے۔ سجانوس نے بادشاہ کے توہمات وخوف سے کام لینا شروع کیا اور اس کے خلاف سازشوں کی فرضی نشاندہی کرنے لگا۔ چنانچہ بیگناہوں پر بڑے بڑے ظلم ہوے۔ لیکن یہ بات جتادینی چاہیئے کہ تی بریوس کے طرز عمل کی اس بُری تبدیلی کا اثر امرا اور عہدہ داروں کے حلقے تک محدود تھا اور اس سے سلطنت کی عام خوشحالی میں کوئی خلل نہیں آیا۔ بہت سے

ذی وجاہت لوگ باطل شبہات اور جعل سازی کا شکار ہوئے مگر مجموعی طور پر رومی سلطنت کا نظم و نسق ابھی تک اچھی طرح چلتا رہا۔

تی بریوس کے عہد صدارت کے آخری نصف کو جس ظلم و زیادتی نے بدنام کیا اس کی علت کا سبب اگر ڈھونڈا جائے تو غالباً یہ نکلے گا کہ بادشاہ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ مجلس اعیان میں اگری پینہ کے ہواخواہوں کا ایک بڑا گروہ موجود ہے اور یہ لوگ دروسوس کی موت کے بعد نہایت مسرت سے انتظار کر رہے ہیں کہ کب اس کے بچے سلطنت کے وارث ہوں۔ پس تی بریوس اور سجانوس نے تہیہ کر لیا کہ اس گروہ کا قلع قمع کر دیا جائے۔ اس میں سجانوس کا سب سے پہلا شکار سینی سیلیوس ہوا جس کا حال پہلے ہماری نظر سے گزر چکا ہے کہ شمالی سرحدوں پر اس نے بہت اچھا کام کیا اور اس کی بیوی اگری پینہ کی سہیلی تھی۔ اب اس پر سیاک رو ویر کی بغاوت سے چشم پوشی اور رعایا پر ظلم و زیادہ ستانی کرنے کے الزام لگائے گئے اور ان الزاموں کو اس قدر قوت پہنچائی گئی کہ عدالت کا فیصلہ صادر ہونے سے پہلے سیلیوس نے خودکشی کر لی۔ اس کی بیوی کو جلاوطنی کا حکم ملا اور جو کچھ املاک و متاع تھی وہ یہ کہہ کر ضبط کر لی گئی کہ سب غالیہ کی رعایا سے جبراً لئے ہوئے روپے کا مال ہے۔ ایک اور شخص کرم توس کوردوس کے متعلق یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا وہ بھی اگری پینہ کے طرفدار دل میں تھا۔ بہرحال یہ وہ شخص ہے جس نے جمہوریہ رومہ کی خانہ جنگی کے زمانے کی تاریخ (" اینلز ") لکھی تھی اور حکمائے رواقیہ کے فرقے میں شمار ہوتا تھا۔ اپنی کتاب میں کاسیوس کو اس نے " رومی جوان مردوں کی آخری یادگار " کے لقب سے یاد کیا تھا اور اگرچہ خود اغسطس کی نظر سے یہ کتاب گزری اور اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا، لیکن اب ۲۵ء میں اسی فقرے پر اس سے مواخذہ ہوا اور یہ الزام دار دکیا گیا اس نے شورش پیدا کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی تھی۔ مقدمے میں کرم توس نے یہ سمجھ کر کہ اس کا فیصلہ پہلے ہی سے کیا دھرا ہے، مجلس اعیان میں تلخ و تند تقریر کی اور گھر آ کر بذریعۂ فاقہ کشی اپنے آپ کو ہلاک کر لیا جس کے بعد حکومت کو صرف یہ کام کرنا رہ گیا کہ اس کی کتاب کے نسخے جلوا دئے۔

سال آئندہ (۲۶ء) دلاتوروں نے اگری پینہ کی خالہ زاد بہن کلودیہ پولکرہ[1] کو عدالت میں کھینچا جس سے درحقیقت بالواسطہ اگری پینہ پر حملہ کرنا مقصود تھا۔ اس خاتون پر انھوں نے بدکاری اور نیز بادشاہ کو زہر و جادو سے ہلاک کرنے کے اقدام کا سنگین الزام عائد کیا۔ اسی کوشش کر اگری پینہ نے تی بریوس سے ملنا چاہا اور اس وقت سامنے پہنچی جب وہ اغسطس کے نام پر بھینٹ چڑھا رہا تھا۔ اگری پینہ نے چیخ کر کہا کہ "خبردار، وہی شخص جو اغسطس دیوتا کی اولاد کو ستا رہا ہے اس پر بھینٹ نہیں چڑھا سکتا" اور اس کے طعن تشنیع سے جن کی وہ بوچھار کر رہی تھی اُبل کر تی بریوس نے ایک یونانی شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا "صاحب زادی، یہ میرا قصور ہے کہ تم بادشاہ بیگم نہیں ہو؟" غرض پولکرہ کو عدالت سے سزائے موت ملی جس کی خبر نے اگری پینہ کو سخت بیمار ڈال دیا اور جب تی بریوس عیادت کے لئے اس کے پاس آیا تو اگری پینہ نے استدعا کی کہ مجھے دوسری شادی کرنے کی اجازت دیدی جائے۔ اس شادی میں بھی اسی قسم کا اعتراض تھا جیسا کہ لیویلہ اور سجانوس کی شادی میں، لیکن تی بریوس نے رد و قدح کرنے کا یہ موقع مناسب نہ سمجھا اور یک بہ یک اٹھکر کمرے سے باہر چلا آیا، یہ وہ نقل ہے جسے اگری پینہ کی بیٹی (نیرو بادشاہ کی ماں) نے اپنی سوانح عمری میں خود تحریر کیا ہے!

ظاہر ہے کہ اس قسم کے قضیوں سے اگری پینہ اور تی بریوس کی باہمی مخالفت اور زیادہ بڑھتی تھی اور خود سجانوس چالاکی سے تی بریوس کی طرف سے طرح طرح کی روایتیں شہزادی کے کان میں ڈلواتا رہتا تھا جن سے اگری پینہ کو پورا یقین ہو گیا کہ بادشاہ اُسے زہر دلوانے کی فکر میں ہے چنانچہ بادشاہ نے اسے اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی تو دسترخوان پر جو چیز اس کے سامنے پیش کی گئی اُسے کھانے سے اس نے صاف انکار کر دیا۔ اور اس طرح علانیہ

[1] معلوم ہوتا ہے یہ پولکرہ، مارسلہ بنت اکتاویہ کی بیٹی تھی اور اکتاویہ کی نواسی اغسطس کی نواسی کی "سوب رینا" یعنی جدی خالہ زاد بہن ہوی!

اپنے شبہات ظاہر کرنے سے تی بریوس کو اور بھی اپنے سے بیزار کیا ہے۔

فصل سوم - تی بریوس کا قیام

کاپریہ میں - سجانوس کا اقتدار اور زوال

(۱۵) اب تک تی بریوس پائے تخت ہی میں مقیم رہا اور سرکاری کاموں کو نہایت تندہی سے انجام دیتا رہا تھا۔ وہ برابر صوبوں کا دورہ کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا رہتا تھا اور کئی دفعہ سفر کی تیاریاں بھی ہو ہوگئیں لیکن جب روانگی کا وقت آیا تو وہ کوئی نہ کوئی عذر نکال کے رہ گیا اور شہر کے باہر کبھی انتیم سے آگے جانے کی نوبت نہیں آئی۔ مگر جس قدر وہ بوڑھا ہوتا گیا (سنہ ۲۶ء میں اس کی عمر ستر سٹھ سال کی ہوگئی تھی) اسی قدر معلوم ہوتا ہے اس کا اگلا کھرا پن بنی نوع سے بے اعتباری اور بادشاہی شان و شوکت سے بیزاری بڑھتی گئی، وہ ہمیشہ سے خشک مزاج زود حس اور شرمگیں طبیعت کا آدمی تھا اور جوانی کی اور پھر بعد کی ناکامیوں نے اسے چڑچڑا بنا دیا تھا۔ روما کے لوگوں کی اپنے سے ناراضی کا اسے پورا احساس تھا اور عجب نہیں کہ اس بات نے اسے رفتہ رفتہ اور بھی بدمزاج کر دیا ہو۔ ادھر گھر میں اسے ہر وقت پریشانیوں کا سامنا رہتا تھا کہ ایک طرف تو لیویہ اور لیویلہ تھیں اور ایک طرف اگری پینہ اور ان کی آپس میں جنگ ٹھنی رہتی تھی۔ روما کو چھوڑ کر کسی اور جگہ مستقل سکونت اختیار کر لینا کوئی معمولی بات نہ تھی لیکن مذکورہ بالا اسباب اس نقل مکان کرنے کے لئے کافی سمجھے جا سکتے ہیں کیونکہ اگر ان اسباب کا بادشاہ پر کچھ اثر ہوتا تھا تو اسکو اپنے منظور نظر سجانوس کی تائید اور چاپلوسی مزید تقویت پہنچاتی تھی۔ دراصل سجانوس کی یہی آرزو تھی کہ بادشاہ کہیں دور چلا جائے تاکہ اسے اپنی حیلہ سازی کے لئے میدان خالی مل جائے۔ مگر ان سب اسباب سے قطع نظر بہت ممکن ہے کہ تی بریوس نے نقل مکان کا فیصلہ ایک ملکی مصلحت کی بنا پر کیا ہو یعنی شاید

وہ یہ چاہتا ہو کہ جرمانی کوس کے بڑے بیٹے نرو کو سلطنت کے کاروبار میں رفتہ رفتہ
علی حصہ لینے کا موقع دیا جائے کہ جس طرح خود وہ اغسطس کی مدد کرتا تھا، اب نرو
اس کا ہاتھ بٹانے لگے، اصلیت جو کچھ ہو، بادشاہ کے دشمن اس نقل مکان کے
متعلق عجیب عجیب احمقانہ اور معاندانہ افواہیں پھیلاتے پھرتے تھے مثلاً کوئی تو
کہتا کہ وہ شہر سے باہر سب سے الگ رہنا چاہتا ہے کہ اطمینان سے عیاشی
اور بدکاری کرے۔ اور کوئی کہتا کہ بڑھاپے سے اس کا چہرہ ایسا مسخ ہوگیا ہے
کہ اب وہ اپنی بدنما صورت لوگوں کو دکھانی نہیں چاہتا۔

الغرض ۲۶ء میں اتی بریوس رومہ سے روانہ ہوگیا اور حیلہ یہ کیا
کہ کاپوا میں جوپیٹر اور نولا میں اغسطس دیوتا کے مندروں کا افتتاح کرنے
جاتا ہوں جو اسی زمانے میں بن کر تیار ہوئے تھے۔ سفر میں مجلس اعیان کا ایک رکن
کوکیوس نروا، سجانوس اور ایک اور نائٹ، چند ذی علم اشخاص اور نجومی
اس کے ہمرکاب تھے، کمپانیہ سے گزرتے میں ایک حادثہ بھی پیش آیا جس سے
بادشاہ کے دل میں سجانوس کا اعتبار اور بڑھ گیا۔ ہوا یہ کہ ایک روز بادشاہ
اور اُس کے ساتھی ایک دیہاتی مکان میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ یہ مکان
خلیج امیک لی اور فنڈی کی پہاڑی کے درمیان پہاڑوں کے ایک قدرتی
خلا میں بنایا گیا تھا اور اسی مناسبت سے اسے "سلوکن کا" یعنی "غار" کہتے
تھے۔ اس کے دہانے کی چٹانیں یک بہ یک نیچے گر پڑیں اور کئی شاہی ملازم
نیچے کچل گئے۔ مہمان بھی سب خوف زدہ ہو کر بھاگے مگر اس وقت سجانوس بادشاہ
کے سامنے سینہ سپر ہو گیا اور جو چھوٹے پتھر گر رہے تھے وہ اُس نے اپنے سر پر
لئے اس واقعے سے تی بریوس کو پورا یقین ہو گیا کہ اس کا ناظم خاصہ اپنی جان کی
کچھ پروا نہیں کرتا۔

مندروں کی رسم افتتاح ادا کرنے کے بعد تی بریوس کاپریہ نامی ایک
چھوٹے جزیرے کی طرف روانہ ہوا جس کی آب و ہوا اغسطس کو اتنی پسند آئی
تھی کہ اُس نے یہ جزیرہ شہر نیاپولیس والوں سے خرید لیا تھا۔ یہ ساحل سے
الگ تقریباً گیارہ میل محیط کا ایک سنگستانی جزیرہ تھا جس کی کنکریلی چٹانوں کا

راستہ طے کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی تھی۔ اسی کے ساتھ ساحل سے وہ بالکل قریب تھا اور بلند ہوتے ہوتے اس کے دونوں سروں پر نہایت باموقع ارتفاع بن گئے تھے۔ غرض مجموعی طور پر افسردہ دل بادشاہ کو یہ بہت موزوں تنہائی کی جگہ نظر آتی تھی۔ چنانچہ یہاں اس نے جزیرے کے مختلف حصوں میں بارہ بنگلے تعمیر کئے جن پر سخت پہرہ رہتا تھا کہ کوئی شخص بے اجازت اندر داخل نہ ہو[1]۔ تی بریوس کی رعایا تو اس اہتمام کے یہ معنی نکالتی تھی کہ بادشاہ نے سلطنت کے سب کاروبار اپنے ناظم خاصہ کے حوالے کر دئیے ہیں اور خود یا تو نجومیوں سے فالیں نکلواتا رہتا ہے اور یا سیہ کاری میں اپنا وقت گزارتا ہے لیکن حقیقت میں تی بریوس یہاں بھی سرکاری معاملات کی جزئیات تک پر توجہ اور نگرانی رکھتا تھا۔ البتہ اب اُس نے مجلس اعیان کی غلامانہ حرکتوں کو روکنے یا دلاتوروں کی زیادتیوں کا سدّباب کرنے سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور ان جھگڑوں میں بالکل نہ پڑتا تھا۔ چنانچہ یہ مشتغی مخبر برابر بے گناہوں کو پھانس رہے تھے اور خود اعیان ان کے ڈر سے ہمیشہ اپنی سلامتی کی طرف سے پریشان اور خوف زدہ رہتے تھے۔

(۱۶) اگری پینہ اور سجانوس کے درمیان جو کشمکش سلسلہ ہو رہی تھی اسکا ایک خاص واقعہ تی تیوس سابی نوس کا معاملہ ہے جو اگری پینہ کے گروہ کا ایک نائت تھا اور جسے ۲۸ء میں مقدمہ دائر کر کے سزائے موت دی گئی۔ سابی نوس جرمانی کوس کا دوست اور اس شہزادے کی وفات کے بعد اس کی بیوہ بچوں کی نگہداشت اور خبر گیری کرنے میں بہت پیش پیش ہو گیا تھا۔ چار سابق پریتوروں کو جو عہدہ قنصلی حاصل کرنے کی غرض سے سجانوس کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ یہ تدبیر سوجھی کہ سابی نوس کو تباہ کرنا سجانوس کی خوشنودی کا نہایت عمدہ ذریعہ ہوگا لہذا انھوں نے سازش کی۔ اور ان میں ایک شخص 'لاتیاریس' نے جس کی پہلے سے سابی نوس کے ساتھ کچھ صاحب سلامت تھی ایک دن اس سے گفتگو

[1] ہوونالی۔ باب دہم ۔ ۹۱۔

شروع کی اور اگری پینہ کا نہایت ہمدردی کے ساتھ تذکرہ کر گیے سابی نوس کی
بہت تعریف کی کہ اس مصیبت کے وقت بھی اس نے جرمانی کس کے خاندان کا ساتھ
نہیں چھوڑا۔ سابی نوس رقیق القلب آدمی تھا یہ باتیں سن کر لاتیاریس کا گرویدہ
ہو گیا اور سجانوس کی ظلم و زیادتی کے جو غبار دل میں بھرے تھے سب ظاہر کر دیے
بلکہ سجانوس کی مذمت کے ساتھ تی بریوس کو بھی نہیں چھوڑا۔ اسی طرح کئی مرتبہ بادشاہ
کے خلاف باتیں ہوئیں اور چونکہ مقدمہ چلانے کے واسطے چند اور گواہوں کی ضرورت
تھی اور سابی نوس کسی دوسرے کے سامنے ایسی آزادی سے گفتگو نہ کرتا۔ لہذا
سازش کے باقی تینوں شرکا لاتیاریس کے مکان میں چھت گیری اور چھت کے
درمیان چھپ کر بیٹھ گئے اور لاتیاریس سابی نوس کو بہلا پھسلا کر بعض راز کی
باتیں کہنے کے حیلے سے اپنے گھر لے آیا۔ اس موقع پر اس بے خبر نائت نے
جو گفتگو کی وہ اس کو سزا دلوانے کے واسطے بالکل کافی تھی۔ چنانچہ اہل سازش
نے فوراً تی بریوس کو خط لکھکر سابی نوس کے عناد سے مطلع کر دیا اور تی بریوس
نے اپنے مراسلہ مورخہ یکم جنوری ۲۸ء میں مجلس اعیان کو سابی نوس کے غدارانہ
منصوبے لکھکر صلاح دی کہ اسے سزا دی جائے۔ مجلس نے بے تامل سزائے موت کا
فتویٰ صادر کیا اور اس پر تی بریوس نے بذریعہ خط مجلس کا شکریہ ادا کیا اور
اس میں اشارةً یہ بھی لکھا کہ ابھی اسے دوسرے غداروں کا بھی اندیشہ ہے۔
تی بریوس نے اس خط میں کسی کا نام نہیں لکھا تھا مگر عام طور پر لوگ خیال کرتے
تھے کہ دوسرے غداروں سے اس کی مراد اگری پینہ اور اس کا بیٹا نرو ہیں۔

(۱۷) ۲۹ء کا ایک قابل ذکر واقعہ لیویہ کی وفات ہے جو سرکاری
طور پر "جولیہ اغسطہ" کے لقب سے یاد کی جاتی تھی۔ وہ چھیاسی برس کی عمر پاکر
فوت ہوئی اور عزا کی رسمی تقریر اگری پینہ کے تیسرے بیٹے گایوس نے ادا کی۔
تی بریوس کو اپنی خود رائے ماں کے مرنے کا کچھ بہت صدمہ نہیں ہوا۔ تجہیز و تکفین
بھی کچھ بہت دھوم دھام کے ساتھ نہ ہوئی اور اس کی مذہبی تقدیس کرنے سے
مجلس اعیان کو حکماً روک دیا گیا۔ اور اس کے وصیت نامے پر بہت دن تک

عمل ہونے کی نوبت نہ آئی، حق یہ ہے کہ تاریخ نے لیویہ کی یاد کے ساتھ بہت ناانصافی کا سلوک کیا ہے۔ لوگ تی بریوس کی ماں کے معائب بیان کرنے میں اغسطس کی بیوی کے محاسن کو بھول بیٹھے ہیں۔ اور اس کے متعلق لے دے کے جو کچھ یاد رہا ہے وہ یہ کہ ایک ایسے نامقبول شخص کو تخت سلطنت تک پہنچانے میں جسے اہل روما ظلم وجبر کی بناپر گالیاں دیتے تھے بہت کچھ لیویہ کی کوشش کو دخل تھا۔ بایں ہمہ اس بات کے قرائن موجود ہیں کہ بارہا اس نے اپنے رسوخ واثر سے رحم وخداترسی کا کام لیا اور سجانوس کی بات نہ چلنے دی۔ اور یہ واقعہ خاص طور پر جتانے کے لایق ہے کہ لیویہ کے جیتے جی سجانوس نے ان منصوبوں پر عمل نہیں کیا جو اگری پینہ کے خلاف باندھے تھے۔ بعض اہل الرائے نے یہاں تک لکھا ہے کہ لیویہ ہی کی موت سے اس عہد حکومت میں ایک بڑا تغیر رونما ہوا اور اس کے ہواخواہ جو پہلے اسی کے بل بوتے پر بادشاہ کے خلاف کبھی کبھی صاف صاف کہنے کی جرأت کرگزرتے تھے لیویہ کے بعد ظلم وستم کا شکار کئے جانے لگے۔ ان میں سب سے ممتاز ونمایاں تی بریوس کی مطلقہ بیوی ویپ سانیہ کا دوسرا شوہر اسی نوس گالوس تھا جو تین سال تک قیدخانہ میں پڑا رہا اور پھر سزائے موت پائی۔

(۱۸)۔ لیویہ کی میت کو اغسطس کے مقبرے میں رکھکر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مجلس اعیان کے پاس بادشاہ کا مراسلہ آیا جس میں اگری پینہ اور نرو پر الزامات لگائے تھے۔ یعنی بیٹے پر تو اس کی سخت بدچلنی اور بدکاری کا الزام تھا اور ماں کا جرم یہ بتایا گیا کہ وہ نہایت گستاخ اور سرکش ہے۔ مراسلے میں کسی غداری یا بادشاہ سے بے وفائی کا کوئی اشارہ نہ تھا اور نہ بادشاہ نے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ مجلس اعیان سے کیا فیصلہ کرانا چاہتا ہے۔ لہذا مجلس کے دروازے کے باہر جم غفیر جمع ہوگیا اور لوگوں نے شور مچادیا کہ یہ مراسلہ جعلی ہے۔ اور رمز وکنائے میں سجانوس کا بھی نام لیا گیا کہ گویا یہ سب اسکے کرتوت ہیں۔ نیز اگری پینہ اور نرو کی مورتوں کو عوام شانوں پر اٹھائے رہے۔

لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد کاپریہ سے دوسرا رقعہ پہنچا جس میں عوام کے اس باغیانہ طرزِ عمل پر نفرین و تنبیہ اور مجلس پر تقاضا لکھا تھا کہ وہ ملزمین کے متعلق کوئی ٹھیک ٹھیک فیصلہ صادر کرے۔ چنانچہ مجلس کے ذلیل خوشامدیوں نے انھیں مجرم قرار دیا اور دونوں دو ویران جزیروں میں جلاوطن کر دئیے گئے یعنی اگری پینہ پان داتر یہ میں اور نرو پونتیہ میں، ان دونوں کے اس طرح اخراج کے بعد اگری پینہ کا دوسرا بیٹا دروسوس باقی رہا۔ سو اس کے گرانے کی بھی سجانوس نے بہت جلد تدبیر کر لی اور جس طرح پہلے لیویلہ کو عاشق بن کر بہکایا اور دروسوس (کلاں) کو مروایا تھا ٹھیک اسی طرح اب دوسرے دروسوس (خورد) کی بیوی سے آشنائی جوڑی اور اسے آمادہ کر لیا کہ تی بریوس کے سامنے اپنے شوہر پر اتہام لگائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دروسوس جو اپنے چھوٹے بھائی گایوس کے ساتھ کاپریہ میں مقیم تھا، اظہارِ عتاب کی غرض سے روما بھیج دیا گیا جہاں مجلس اعیان نے بلا تاخیر اسے "دشمنِ ملک" قرار دیا کیونکہ جنگ، اور دشمن کے اعلان کا حق ابھی تک مجلس اعیان ہی کو حاصل تھا۔ پھر دروسوس کو پکڑ کر محل میں قید کر دیا گیا۔

(۱۹) سجانوس کی قوت اب انتہائی عروج پر پہنچ گئی تھی۔ بادشاہ سے زیادہ اس کا رعب لوگوں پر چھایا ہوا تھا۔ سلطنت کا اصلی فرماں روا وہ معلوم ہوتا تھا اور تی بریوس گویا محض ایک "جزیرے کا مالک" ("نسیارک") رہ گیا تھا۔ سجانوس کے بتوں کے روبرو بھینٹ چڑھائی جاتی تھی، قربان گاہیں تعمیر ہو رہی تھیں اور اس کے نام پر تہوار منائے جانے لگے تھے۔ لیکن ادبار کا زمانہ بھی قریب آگیا تھا۔ تی بریوس کو اپنے وزیر کے اقتدار سے حسد اور اس کے منصوبوں سے بدگمانی پیدا ہو گئی تھی۔ اور جس قدر یہ شبہات قوی ہوتے گئے اسی قدر زیادہ چالاکی سے اُس نے انھیں چھپانے کا اہتمام کیا کہ اپنا بھر پور وار کرنے تک سجانوس غافل رہے۔ اسی مصلحت سے اس نے اپنے ناظم کو طرح طرح سے نوازنا شروع کیا۔ انہی دنوں نرو اپنی جلاوطنی ہی میں (پونتیہ میں) فوت ہوا تھا۔ تی بریوس نے اس کی بیوہ یعنی اپنی پوتی جولیہ سے سجانوس کی نسبت

کردی اور یہ اعزاز بھی اسے بخشا کہ اپنے ساتھ قنصلی میں شریک منتخب کیا لیکن حقیقت میں یہ سجانوس کو کاپریہ سے دفع کرنے کی چال تھی کیونکہ اپنے اور نیز تی بریوس کی جانب سے قنصلی کے فرائض ادا کرنے اسے روما آنا ضروری ہوا جہاں اعیان وعوام سب نے اس کا غلامانہ چاپلوسی کے ساتھ خیر مقدم کیا اور مجلس نے تو یہ فیصلہ نافذ کر دیا کہ وہ تی بریوس کے ساتھ پانچ سال تک قنصلی کے مرتبے پر سرفراز ہو لیکن جب تی بریوس نے پانچ ہی مہینے میں اس کے عہدے سے علٰحدہ ہونے پر اصرار کیا تو سجانوس کو کسی قدر مایوسی ہوئی۔

اب جو مراسلے کاپریہ سے وقتاً فوقتاً آئے وہ کچھ مبہم اور پریشان کن تھے۔ تی بریوس اپنے منظور نظر کو انتشار و تذبذب میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا اس نے ایک طرف تو سجانوس کو پرو قنصلی اختیارات عطا کئے اور ایک مذہبی پیشوا کے درجے پر سرفراز کیا لیکن اسی کے ساتھ اپنے بھتیجے گایوس کا نہایت عنایت آمیز الفاظ میں ذکر کیا اور اسے بھی وہی مذہبی مرتبہ عنایت کر دیا۔ اس سے سجانوس کو بہت پریشانی ہوئی اور اس نے بادشاہ سے کاپریہ آنے اور اپنی منسوبہ کو دیکھنے کی جو علیل ہوگئی تھی اجازت چاہی اس درخواست کو تی بریوس نے اس بنا پر کہ خود بادشاہ اور خاندان شاہی عنقریب روما آنے والے ہیں، نامنظور کر دیا۔ اس کے بعد ہی مجلس اعیان کے پاس جو شاہی مراسلہ آیا ہے اس میں "سجانوس" کا ذکر تو بغیر اس کے دوسرے القاب شامل کئے آیا تھا اور حکم یہ تھا کہ آئندہ اس قسم کی تعظیم و تکریم جو دیوتاؤں کے لئے مخصوص ہے کسی فانی انسان کے واسطے جائز نہ رکھی جائے۔ ان باتوں کے علاوہ اب سجانوس کے دشمنوں پر بادشاہ کا التفات مبذول ہو رہا تھا اور یہ سب آئندہ اس کے معتوب اور بے عزت کئے جانے کے آثار تھے۔ لہٰذا سجانوس نے ٹھان لی کہ یہ موقع آنے سے پہلے خود اپنے آقا ہی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے پورا انتظام کر لیا کہ جب تی بریوس روما آئے تو اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ لیکن سازش کرنے والوں میں سے ایک شخص ساتریوس سکندوس نے انتونیہ کے سامنے یہ راز کھول دیا اور اس نے فوراً جا کر اپنے جیٹھ کو سازش کی خبر دے دی۔

مگر سجانوس سے غداری کا علانیہ مواخذہ کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ افواج خاصہ کے ناظم پر وار کرنے میں بڑی احتیاط اور کید کی ضرورت تھی۔ تی بروس نے ایک معتبر عہدہ دار سیرتوریوس ماک رو کا سجانوس کی بجائے نظامت کے واسطے انتخاب کیا اور اُسے اچھی طرح سکھا پڑھا کر رومہ بھیجا۔ ماک رو شہر پہنچا تو آدھی رات آ چکی تھی لیکن وہ اسی وقت قنصل ممیوس رگونس کے مکان پر گیا اور اسے اپنے آنے کی غرض بتا کر صبح ہی پلاتین کی پہاڑی پر اپولو کے مندر میں مجلس کا جلسہ مقرر کرا دیا۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ مندر اس واسطے منتخب کیا گیا تھا کہ اگر کوئی ہنگامہ ہو تو دروسوس کو جو قریب ہی محل میں مقید تھا فوراً پیش کر دیا جائے۔ پھر ماک رو نے "فوج پاسباناں" کے سردار گری کی نوس لاکو سے ملاقات کی اور یہ طے پا گیا کہ مندر کے راستوں پر پہرا لگا دیا جائے۔ صبح کو جس وقت سجانوس جلسے میں شرکت کی غرض سے جلو میں مسلح سوار لئے آ رہا تھا، ماک رو اس سے ملا اور یہ اطلاع دے کر کہ آج کے جلسے کی غرض یہ ہے کہ سجانوس کو تری بیونی اختیارات عطا کئے جائیں، اس کے شبہات کو زائل کر دیا۔ حقیقت میں سجانوس کو پوری طرح شریک بادشاہی بنانے میں صرف انہی تری بیونی اختیارات کی کمی رہ گئی تھی۔ لہٰذا سجانوس سمجھا کہ آج اس کی سب سے بڑی مراد بر آئی۔ لیکن جب سجانوس مندر میں داخل ہو گیا تو ماک رو نے سواران خاصہ کو اطلاع دی کہ میں تمہارا نیا ناظم مقرر ہوا ہوں اور بادشاہی مراسلہ قنصلوں کے حوالے کر گئے، ان سواروں کو لئے ہوئے فوج خاصہ کی چھاؤنی میں چلا آیا۔

کاپریہ کا یہ "عظیم نامۂ ملفوظ"[1] جو سجانوس کے خاتمے کی خبر لایا اس میں پہلے عام معاملات کے متعلق کچھ رائے زنی تھی پھر سجانوس کی خفیف سی تہدید کے بعد دوبارہ غیر متعلق معاملات کا ذکر تھا اور آخر میں پھر سجانوس اور اس کے چند خاص خاص دوستوں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ مگر جب تک یہ طویل مراسلت پڑھی گئی حاضرین سخت اضطراب و تذبذب کی حالت میں رہے

[1] جوِ نال۔ باب دہم۔ صفحہ ۷۱

کیونکہ کسی کو خبر نہ تھی کہ خط کا خاتمہ کس طرح ہوگا لیکن پورا مضمون سنتے ہی وہی اعیان جو سجانوس کو مبارک بادیں دے رہے تھے اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے رقیفل نے چوبداروں کو حکم دیا کہ سجانوس کو گرفتار کر لیں اور پھر بہت جلد اسے قید خانے میں پہنچا دیا گیا، عوام الناس اس ملعون ظالم کی معزولی سن کر نہایت خرسند ہوئے اور اس کے مجسموں کو اٹھا کے پھینکدیا۔ مجلس اعیان نے جب عوام کا یہ رنگ دیکھا اور نیز فوج خاصہ نے اس معاملے میں کوئی مداخلت نہ کی، تو وہ اسی دن رات گئے پھر اتحاد کے مندر میں منعقد ہوئی اور سجانوس کو سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ اس کی فوراً تعمیل ہوئی۔ سجانوس کا قید خانے میں گلا گھونٹ دیا گیا اور جیسا کہ تی بریوس کے زمانے میں عام دستور ہو گیا تھا[1] مجرم کی لاش جلاّد کے کانٹے میں گھسیٹ کر جمونائی کے مقام تک لائی گئی۔ پھر سجانوس کے خاص احباب اور اہل خاندان کی باری آئی اور انھیں بھی موت کی سزائیں ملیں۔ مجلس نے حکم دیا کہ اس غدّار کی معزولی اور موت کا دن "یوم نجات" سمجھا جائے اور ہر سال اسکی مذہبی طریق پر یادگار منائی جایا کرے۔ نیز اسی واقعے کی یادگار میں آزادی کی دیوی کا ایک مجسمہ چوک میں نصب کرا دیا جائے۔

ادھر کاپریہ میں تی بریوس اتنی دیر تک سخت تشویش و اضطراب میں مبتلا رہا۔ اس کے حکم سے جہازوں کا ایک بیڑا تیار کھڑا تھا کہ اگر ماکرو اپنے مقصد میں ناکام رہے، تو تی بریوس کو ممالک مشرق کی طرف لے کر روانہ ہو جائے، اور کامیابی یا ناکامی کا مقررہ اشارہ دیکھنے کے واسطے بادشاہ خود جزیرے کی سب سے اونچی چوٹی پر موجود تھا۔ سجانوس کے خاتمے سے اسے نہایت اطمینان ہوا البتہ تھوڑے ہی دن بعد ایک خوفناک راز کے افشا نے بے لطفی پیدا کر دی، یعنی مقتول ناظم کی مطلقہ بیوی اپی کاتہ نے دروسوس کی موت کے تمام حالات بادشاہ کو لکھ بھیجے کہ کس طرح سجانوس اور لیویلہ اس شہزادے کی ہلاکت کا باعث ہوئے۔ پھر اتنی مدت تک مخفی راز کو آشکارا کرنے کے بعد اپی کاتہ نے

---

[1] جوناں۔ باب دہم صفحہ ۶۶

خودکشی کرلی۔ اور اس کے بیان کی تصدیق اُن غلاموں کی شہادت سے ہوگئی جو اس کارروائی میں شریک تھے۔ اور مجرمہ لیویلہ نے موت کی سزا پائی۔

(۲۰)۔ گر سجانوس کا تختہ الٹنے سے اگری پینہ کے مصائب کا جلاوطنی میں اور اس کے بیٹے دروسوس کی قید میں کوئی تخفیف نہ ہوئی۔ صاف طور پر یہ پتہ نہیں چلتا کہ بادشاہ دروسوس کی تباہی کے درپے کیوں ہوگیا تھا۔ شاید وہ یہ سمجھتا ہو کہ ایسا شخص جس کو اتنی تکلیف پہنچی ہے آزاد ہو کر نہایت خطرناک دشمن نہ بنجائے۔ بہرحال دروسوس کو اس نے فاقہ کشی سے ہلاک ہونے دیا اور پھر مجلس اعیان کے نام ایک مراسلہ لکھا جس میں قیدی شہزادے کی موت کے تفصیلی حالات لکھے تھے یہاں تک کہ اُن گالی کوسنوں کو بھی نقل کیا تھا جو دروسوس نے زندگی کے آخری لمحوں میں تی بیریس کو دئے تھے۔ اس عجیب مراسلے کا جسے سنکر اعیان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے مقصد سمجھ میں نہیں آتا۔ ممکن ہے اس سے یہ یقین دلانا مقصود ہو کہ واقعی دروسوس کی زندگی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ انہی دنوں ایک جعلساز نے دروسوس ہونے کا دعویٰ کیا اور یونان و ایشیا میں کچھ ہنگامہ برپا کردیا تھا۔ القصہ دروسوس کی موت سے تھوڑے ہی عرصہ بعد اس کی ماں اگری پینہ نے بھی ترک غذا کر کے خود اپنا خاتمہ کر دیا۔ مجلس نے بادشاہ کے منشار کے مطابق حکم نافذ کیا کہ اس کی سالگرہ کا دن منحوس سمجھا جائے اور اعلان میں جتایا کہ اس کی موت بھی سجانوس کی برسی کے دن (۱۸۔ اکتوبر) واقع ہوئی ہے اس کی اور اس کے دونوں بیٹوں کی نعش کو بھی شاہی خاندان کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ چنانچہ مدت کے بعد گایوس کے عہد حکومت میں اُن کی ہڈیاں ان مبتذل قبروں سے جن میں انھیں گاڑ دیا گیا تھا منتقل کرائی گئیں،

(۲۱)۔ سجانوس کی سازش میں جن لوگوں پر شریک ہونے کا شبہ تھا، اُن کے مقدمہ نے سال بھر سے زیادہ طول کھینچا۔ آخرکار بادشاہ نے اس طوالت سے تنگ آکر ۳۳ ؁ء میں حکم دے دیا کہ ان سب کو جو ابھی تک قید میں پڑے ہیں خواہ

مرد ہو یا عورت یا بچہ یکبارگی قتل کر دیا جائے۔ ان ملزموں میں سے ایک شخص مارکوس ترن تیوس پر سجانوس کی دوستی کا الزام تھا اور کہتے ہیں اس نے مجلس میں بہت دلیرانہ تقریر کی تھی۔ دوسرے ملزم تو مقتول ناظم کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات سے انکار کرتے تھے مگر ترن تیوس نے نہایت صاف گوئی سے اس بات کا اقرار کیا کہ بے شک میں سجانوس کا دوست تھا۔ اور میں نے دلی آرزو سے اس کا دوست بننے کی کوشش کی اور جب اس میں کامیابی ہوئی تو دل سے مسرور ہوا تھا۔ پھر وہ مجلس اعیان کے ارکان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "میرے بزرگو! سجانوس کی زندگی کا صرف آخری دن ہی یاد نہ کرو بلکہ اس کے اقتدار کے سولہ سال[1] بھی یاد رکھو کہ جس زمانے میں اس کے موالی اور دربانوں تک سے شناسائی ہونی باعث عزت و امتیاز سمجھی جاتی تھی۔ سلطنت کے خلاف منصوبے باندھنے والوں اور بادشاہ کے قتل کی سازش کرنے والوں کو بے شک تم سزا دو۔ لیکن رہی سجانوس کی دوستی! تو اس مقدمے میں ہم اور تم اور بادشاہ ایک سے ہیں اور سبھی کو مواخذے سے نجات ملنی چاہیئے" اس صاف گوئی نے ترن تیوس کی جان بچالی اور اُلٹے اس کے الزام لگانے والے، اپنے سابقہ جرائم کی بنا پر قتل و جلاوطنی کی سزاؤں کے مستوجب ثابت ہوئے۔ لیکن اگر مجلس کے کسی ایک رکن نے راست گوئی کی جرأت کی بھی تو اس کے مقابلے میں اُن اعیان کی تعداد کہیں زیادہ تھی جنہیں سجانوس کے خاتمہ کے وقت اپنی غلامانہ خوشامد دکھانے کا موقع ہاتھ آیا۔ انہیں سے بعض نے تو ایسی عجیب عجیب تجویزیں پیش کیں کہ تی بریوس نے ان کی سخت چشم نمائی یا تضحیک کی۔ مثلاً گالوس نے التجا کی کہ بادشاہ بعض اعیان کو نامزد فرمادے جن میں قرعہ ڈال کر بیس آدمی چن لئے جائیں کہ جب بادشاہ مجلس میں آئے تو وہ اس کی نگہبانی کی خدمت انجام دیں۔ اصل میں بادشاہ نے قنصل کو روما سے کاپریہ تک پہرا مقرر کرنے کے لئے لکھا تھا اسی خط کو گالوس نے بڑھا چڑھا

[1] سجانوس کے عروج و زوال کو جونال نے اپنی کتاب میں اس بات کی مثال بنایا ہے کہ انسان کی ہوس اور خواہشوں کا انجام کیسا ہیچ ہے۔ دیکھو باب دہم صفحہ (۶۲)

کے یہ کچھ اہمیت دی۔ اس کے جواب میں تی بریوس نے، جسے ہزل و جدّ کے ملانے کا ہنر خوب آتا تھا، اعیان کے لطف و نوازش کا شکریہ ادا کیا لیکن تجویز پر عملدرآمد ہونے میں بعض دشواریاں ظاہر کیں مثلاً یہ کہ اس نگہبانی کے واسطے کون لوگ منتخب کئے جائیں؟ کیا ان لوگوں کا تقرر ہمیشہ کے واسطے کر لیا جائے گا؟ آیا یہ لوگ سابق عہدہ دار ہوں گے یا محض نئے نوجوان؟ اور کیا یہ بات کہ یہ لوگ تلواریں کندھوں پر رکھے ایوان مجلس میں داخل ہوں انوکھی نہ سمجھی جائے گی؟ لیکن جس طرح تی بریوس احمقوں کو ان کی حماقت کے مطابق جواب دینا جانتا تھا اسی طرح دخل در معقولات کرنے پر اسے سختی سے سزا دینی بھی آتی تھی۔ چنانچہ جب جونیوس گالیو نے تجویز پیش کی کہ افواج خاصہ کے سپاہیوں کی ملازمت کی میعاد پوری ہو جائے تو انھیں یہ حق دیا جائے کہ وہ بھی تماشاگاہ کی اگلی چودہ قطاروں میں بیٹھ سکیں جو نائیوں کے واسطے مخصوص تھیں تو یہ سن کر تی بریوس نے اس سے دریافت کیا کہ افواج خاصہ کے معاملات میں، جن کے احکام اور انعام کا تمام اختیار صرف امپراطور کو ہوتا ہے، اُن کو کیا دخل ہے؟ پھر اپنا یہ گمان ظاہر کیا کہ گالیو سجانوس کے حوالی موالی میں داخل ہے اور سپاہیوں کو اس ترکیب سے بھڑکانا چاہتا ہے، ساتھ ہی اس بیہودہ چاپلوسی کے عوض میں گالیو کو مجلس اعیان سے خارج اور ملک اطالیہ سے جلا وطن کر دیا گیا۔

تازہ واقعات نے تی بریوس کے شکی مزاج کو اور بھی شکی بنا دیا۔ وہ اس قدر الگ تھلگ رہنے لگا کہ اس تک پہنچنا پہلے سے زیادہ دشوار ہو گیا۔ اور بہت سے ظالمانہ فعل اس سے سرزد ہوئے۔ چنانچہ کہتے ہیں اس کا نمک حلال مشیر کوکیوس نروا جو کاپریہ میں بادشاہ کا ہمنشین تھا، اپنے آقا کی یہ تعدی دیکھتے دیکھتے اس قدر تنگ دل ہوا کہ تی بریوس کی منّت سماجت کے باوجود خودکشی کر لی۔ مجلس شوریٰ کے دیگر افراد بھی کم ہوتے ہوتے دو تین رہ گئے اور باقی مخبروں کا شکار ہوئے۔ لوگوں میں عام طور پر مشہور تھا کہ اس دشوار گزار جزیرے میں تی بریوس سخت بداطواری کی زندگی بسر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ پارتھیہ کے بادشاہ نے اپنے خط میں بھی اس قسم کی باتیں لکھنے سے باک نہ کیا اور خواہ مخواہ کے ناصح بن کر تی بریوس کی بداطواری پر اسے تنبیہہ کی اور لکھا کہ لوگوں کو خوش کرنا چاہتے ہو تو بہتر ہے کہ خودکشی کر کے اپنا خاتمہ کر لو۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ

اپنے زمانے کے اکثر رومی امرا کی مثل تی بریوس بھی بدکاری میں مبتلا تھا مگر اسی کے ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ دشمن اس کی بدکاریاں بیان کرنے میں بہت مبالغہ کرتے تھے۔ یہی واقعہ کہ اس نے بغیر کسی طبی امداد کے اسّی برس کے قریب عمر پائی ہمیں ان کہانیوں کے باور کرنے میں مانع آتا ہے جو کاپریہ کی شرمناک رنگ رلیوں کے متعلق زبان زد خاص و عام تھیں۔

فصل چہارم۔ پارتھیہ اور مشرقی مسائل

(۳۲) منجملہ اور باتوں کے تی بریوس کو اس لئے بھی مطعون کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے جزیری خلوت خانے میں کاروبار سلطنت کی جانب سے غافل ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہی افواہ پارتھیہ کے شاہی دربار تک جا پہنچی تھی جس کی بناء پر وہاں کے بادشاہ ارتاباتوس (= اردوان) کو مخالفانہ طرز عمل اختیار کرنے کا حوصلہ ہوا۔ بہرحال آرمینیہ کے بادشاہ ارتاکسس کی وفات (۳۴ء) تک پارتھیہ کے ساتھ کسی جھگڑے کی نوبت نہ آئی۔ لیکن ارتاباتوس کو عرصے تک فراغت و کامرانی سے بادشاہی کرنے کے باعث غرور ہو گیا تھا اور تی بریوس کی پیرانہ سالی کی وجہ سے، وہ سمجھتا تھا کہ رومی بادشاہ کے ایشیائی میدان جنگ میں کودپڑنے کا چنداں خدشہ نہیں ہے۔ لہٰذا ارمنیہ کو رومی ماتحتی سے نکال کر پارتھیہ کے زیرنگین لانے کا یہ موقع اس نے ہاتھ سے نہ دیا اور اہل ارمنیہ کو ترغیب دی کہ خود میرے فرزند ارساکس (اشکان) کو اپنے متوفی بادشاہ کا جانشین منتخب کر لو؛ اس کے علاوہ معلوم ہوتا ہے وہ رومیوں سے چھیڑ کر لڑائی نکالنی چاہتا تھا کہ بادشاہ کے نام کئی گستاخانہ خط لکھے اور کسی میں تو اپنے قدیم حریف ونونس کے مال متروکہ کا مطالبہ کیا جو رومیوں کی پناہ میں بہت دن رہ کر سلیشیہ میں فوت ہوا تھا اور کسی خط میں ایران و مقدونیہ کی قدیم حدود قائم کرنے پر زور دیا بلکہ دھمکیاں دیں کہ میں اُن سب ملکوں کو چھین لوں گا جو مدتوں پہلے سیروس (شاہ کیخسرو) کی عملداری میں تھے اور بعد میں سکندر نے ان پر قبضہ کیا؛

اس کے جواب میں تی بریوس نے بھی نہایت مستعدی سے کام لیا اور ایک لایق و پختہ کار سردار لوکیوس وی تلیوس کو تمام وہی اختیارات دیکر جو پہلے اپنے

بھتیجے جرمانی کوس کو عطا کئے تھے، مشرق کی طرف روانہ کیا اور حکم دیدیا کہ اگر ضرورت ہو تو ملک شام کے جیوش لئے ہوے دریائے فرات کو عبور کر جانا۔ اسی کے ساتھ تی بریوس نے ارساکس کا ایک رقیب بھی قریب ہی کے ملک سے تیار کر لیا۔ یعنی ای بریہ (قفقاز) کے بادشاہ فارس مانس کے بھای متھرا داتس کو تخت ارمنیہ کے واسطے استادہ کیا اور ای بریون اور اُن کے ہمسایہ البانیوں کو ابھار دیا کہ متھرا داتس کو بادشاہی دلوانے کے لئے ارمنیہ پر حملہ کریں۔ چنانچہ متھرا داتس کا ارمنیہ پر قبضہ ہو گیا اور اس کے رقیب ارساکس کا زہر دے کے کام تمام کر دیا گیا۔ شاہ ارتاباںوس نے اپنے دوسرے بیٹے ارودس کو بھی روانہ کیا تھا کہ دوبارہ ارمنیہ کو فتح کر کے اپنے بھائی کی جگہ لے لے مگر پارتھی سوار قفقازی پیادوں اور سرماتیہ کے تیر اندازوں کے مقابلے میں نہ ٹھیر سکے جو فارس مانس اور متھرا داتس کے واسطے لڑنے آئے تھے۔ ان لڑائیوں کا ایک رنگین بیان ہمارے زمانے تک بھی محفوظ رہا۔ آغاز ہی میں فارس مانس نے ارودس کو ٹوک کر مقابلہ پر بلایا اور اس نے انکار کیا تو بہت طعن و تشنیع کی۔ پھر وہ چڑھ چڑھ کے پارتھیوں کی لشکرگاہ تک آتا اور رسد لانے والوں کو تنگ کرتا تھا جس سے آخر کار پارتھی سپاہی گھبرا گئے اور انہوں نے اپنے شہزادے سے تقاضا کیا کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کرے۔ پھر جب لڑائی شروع ہوی تو اس میں ہر قسم کی جنگ کا نمونہ موجود تھا۔ پارتھی رسالے کو تعاقب کرنے اور پیچھے ہٹنے کی بڑی مشق تھی۔ انہوں نے اپنے سواروں کو ہر طرف پھیلا دیا کہ تیر اندازی کے واسطے کافی میدان نکل آئے۔ اس کے جواب میں سرماتیہ والوں نے اپنی کمانیں پھینک دیں کہ وہ قریبی فاصلے سے کام دے سکتی تھیں، اور برچھیاں اور تلواریں سنبھال سنبھال کر جھپٹ پڑے! بار بار فوجیں ہٹتی اور آگے بڑھتی تھیں اور پھر بھڑ بھڑ کر تلوار چلتی اور ہتیار سے ہتیار ٹکراتا تھا جس میں کبھی ایک فریق پسپا ہوتا اور کبھی دوسرا۔ البانیوں اور ای بریوں نے پارتھی سواروں کو پکڑ کے گھوڑوں پر سے نیچے کھینچ کھینچ لیا۔ اور ادھر تو پارتھیوں پر پیادہ فوج نے نرغہ کیا اور ادھر بلندیوں پر دشمن کے رسالے نے ان کو بُری طرح دبا یا۔ دونوں طرف کے سردار (فارس مانس اور ارودس) بھی جنگ میں پیش پیش نظر آتے اور اپنے ساتھیوں کو بڑھاوے دیدے کے لڑا رہے تھے۔ بہادروں کا تحسین و آفرین سے دل بڑھاتے اور

لڑکھڑانے والوں کو فوراً کمک پہنچاتے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر ایک دوسرے کو پہچان کر وہ لڑائی کے لئے جھپٹے اور برچھیاں تانے، گھوڑے اڑا کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ فارس مانس نے زیادہ قوت سے حملہ کیا تھا۔ اس کی برچھی نے حریف کا خود چھید دیا لیکن گھوڑا اپنے زور میں اسے آگے بڑھا لے گیا اور اس سے پہلے کہ وہ دوسرا کاری وار کرے ارودس کے سامنے اس کے نگہبان سینہ سپر ہو گئے۔ پھر بھی پارتھیہ والوں میں افواہ اڑ گئی کہ ان کا سردار مارا گیا اور انہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔[ل]

(۲۳) اس طرح جب دونوں بیٹوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تو ارتابانوس خود میدان میں نکلا۔ اب وقت تھا کہ ادھر سے وی تلیوس بھی آگے بڑھے۔ چنانچہ اس نے فوجوں کو حرکت دی اور عراق پر حملہ کا رخ کیا۔ یہ گویا ایک اشارہ تھا کہ اس کے ساتھ ہی خود پارتھیہ میں وہ بغاوت پھوٹ پڑی جس کی بہت دن سے کھچڑی پک رہی تھی اور جس میں رومیوں کی ریشہ دوانی کو بہت کچھ دخل تھا۔ پارتھی امرا اپنے ترکمان (سیتھی) بادشاہ سے خوش نہ تھے اور خاص خاندان اشکان کے کسی فرد کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ فراتس کا ایک بیٹا ابھی تک رومہ میں زندہ تھا اور اسی کو لانے کے واسطے منحرف امرا نے خفیہ سفیر بھیجکر تی بریوس سے درخواست کی کہ خاندان اشکانیان کی اس یادگار کو بھیجدیا جائے کہ وہ ایران آکر اپنے آبائی تخت کا دعویٰ کرے۔ یہ بات تی بریوس کے عین منشار کے موافق تھی اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ لیکن پارتھی تاج کا یہ امیدوار ملک شام ہی میں فوت ہو گیا اور اس وقت تی بریوس نے اس کی جگہ لینے کے لئے فراتس کے ایک پوتے تری داتس کا انتخاب کیا۔ اس شہزادے کا رومی سپہ سالار وی تلیوس کے ساتھ پارتھی علاقوں میں نمودار ہونا اوّل اول نہایت کارگر تدبیر ثابت ہوا اور بہت سے لوگ ارتابانوس کے خلاف ہو گئے۔ مخالفین کی اس جماعت میں ارمنیہ کی شکستوں

ل لڑائی کے یہ حالات ہم نے تاسی توس کی تاریخ (باب چہارم صفحہ ۳۴ و ۳۵) سے لفظی پابندی کئے بغیر ترجمہ کئے ہیں۔

سے اور بھی اضافہ ہو گیا تھا اور اب اس کے سرغنہ اب داجیسس اور اس کا فرزند سیناکس تھے اور یہ بہت عالی خاندان اور دولتمند شخص تھا۔ غرض تھوڑے ہی دن میں سوائے چند بدیسیوں کے سب نے ارتابانوس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اسے جان کی سلامتی اسی میں نظر آئی کہ ملک سے فرار ہو کر اہل سیتھیہ کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ تب تری داتس، رومی جیوش اور سپہ سالار وی تلیوس کی نگرانی میں فرات سے کشتیوں کا پل باندھ کے پار ہوا اور سب سے پہلا پارتھی جو اس کے لشکرگاہ میں آیا، اُرنوس پادس تھا جو ایک زمانے میں جلاوطن ہو گیا۔ رومی سلطنت میں آیا اور دلماشیہ کی جنگ میں تی بریوس کو مدد دینے کے صلے میں رومہ کے ملکی حقوق سے سرفراز کیا گیا تھا۔ یہ شخص اب پھر پارتھیہ میں آکر صاحب رسوخ اور عراق کا صوبہ دار بن گیا تھا۔ اس کے تھوڑے ہی دیر بعد سیناکس اور اب داجیسس بھی شاہی خزانہ لیکر آ پہنچے اور اب وی تلیوس نے تری داتس کو بادشاہی کے زینے تک پہنچا کر اور اپنے پرچم فرات کے پار اُڑانے کے بعد، ملک شام کو مراجعت کی۔ نیکفوریم انتھموسیاس اور بعض اور یونانیوں کے بناکردہ شہروں نے نئے بادشاہ کا نہایت مسرت سے خیر مقدم کیا کہ اپنی رومی تربیت کی بدولت وہ ضرور ایک لائق فرماں روا ثابت ہو گا۔ بالخصوص سلیوکیہ والوں نے بڑی گرمجوشی دکھائی اور اس طاقتور شہر کی طرفداری سے جس نے پارتھی حکومت میں رہ کر بھی اپنی یونانی خصوصیات کو بجنسہ قائم رکھا تھا، تری داتس کو بہت تقویت پہنچی۔ لیکن اس کی تاخیر نے سارا کام خراب کر دیا کہ اندرون ملک میں سیدھے بڑھے چلے جانے کی بجائے، تری داتس عرصے تک ایک قلعے کے محاصرے میں الجھا رہا جس میں ارتابانوس اپنے زر و جواہر اور خواصیں محفوظ کر گیا تھا۔ اس اثنا میں تری داتس کے ہواخواہوں میں باہمی نزاع پیدا ہو گئی۔ اور آخر بعض لوگوں نے اب داجیسس کے حسد میں، اور کچھ یہ سمجھ کر کہ تری داتس رومیوں کا آوردہ ہے، یہ فیصلہ کیا کہ پھر ارتابانوس ہی کو بادشاہ بنالیں۔ ارتابانوس انھیں ہیرکانیہ (طبرستان) کے علاقے میں اور اس حال میں ملا کہ گرد و غبار سے آلودہ تھا اور اپنی تیر و کمان سے شکم پری کا سامان کرتا تھا۔ اول اول تو اسے شبہ ہوا کہ یہ لوگ اس کے ساتھ دغا کرنی چاہتے ہیں لیکن جب